سبحانہ و تعالیٰ عما یقولون علواً کبیراً

بحمد اللہ الکریم المنعام دریں ایام سعادت التیام رسالۂ نادرۂ عجالۂ نافعہ

مشتمل بر دلائل عموم قدرت باریتعالیٰ عز اسمہ المسمّٰے بہ

toobaafoundation.com

جہد المقل

فی تنزیہ

vol : 2

المعز والمذل

تالیف منیف و تصنیف شریف علامۂ زمان حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدرس اول

مدرسہ عربیہ دیوبند

باہتمام العبد المبلو بالبلوی محمد المدعو بہ یحییٰ

قد طبع فی المطبع البلالی الواقع ساڈھورہ

ضلع انبالہ

سبحانه وتعالى عما يقولون علواً كبيرا ١٢

بحمد الله الکریم المنعام درین ایام سعادت التیام رسالۂ نادرہ عجالۂ نافعہ
مشتمل بر دلائل عموم قدرت باریتعالے عز اسمہ المسمّے بہ

جهد المقل

في تنزيه

المعز والمذل

تالیف منیف و تصنیف شریف علامۂ زمان حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدرس اول
مدرسہ عربیہ دیوبند

باہتمام العبد المبلو بالبلوی محمد المدعو بہ یحییٰ

قد طبع في المطبع البلالي الواقعة في ساڈھورہ
ضلع انبالہ

بلکہ عالم سنت و جماعت کے الحمد دیکھنی ضرور ہے

احسن القریٰ

بجواب اوثق العریٰ مصنفہ مولوی محمد حسن صاحب بہاری

اگرچہ رسالہ اوثق العریٰ مصنفہ اعلیٰ حضرت قامع بدعت حامی اہل سنت والجماعت یادگار سلف افتخار خلف قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مولانا الحاج المولوی رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال الطافہم علیٰ رؤس الخلائق تحقیق مسئلہ جمعہ فی القریٰ میں پوری طرح سے کافی و وافی تھا اور ذی علم منصف مزاج کی طمانیت و تسلی کے واسطے عمدہ ذریعہ لیکن بمقتضائے کلام الملوک ملوک الکلام چونکہ مولانا کی مختصر اور خالی از حشو و زوائد عبارت میں بہت سے مضامین اور عجیب تحقیقات مندرج تھیں جن کے سمجھنے کے واسطے سلیم عقل اور صاف ذہن کی ضرورت تھی۔ اور عزر زمانہ کی چال اور رنگ ایسا ہے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ کیسا ہی بدیہی اور واضح مسئلہ ہو جب تک کہ بندی کی چندی کر کے بیان نہ کیا جائے سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے ضرورت تھی کہ رسالہ مذکور کے مضامین کی توضیح ایسے طور پر کی جائے کہ ہر کہ و مہ اُس کے سمجھنے پر قادر ہو جائے اور وہ عالی مضامین جو اختصار عبارت کے سبب بہت سے متوسط علم و فہم اشخاص کی نظروں سے بھی مخفی تھے پورے طور پر بخوبی واضح کر دئیے جائیں۔ علاوہ ازیں وہ فرقہ جس کو مذہب احناف سے بغض للّٰہی ہے اور جو مسئلہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق لکھا جائے چاہے کیسا ہی مطابق حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور کلام الٰہی کے کیوں نہ ہو اُس فرقہ کے نزدیک اُس کا خلاف کرنا منصبی اور ثواب سمجھا جاتا ہے۔ اور مثل روافض کے تبرّا گوئی کا نام علم و عمل سمجھ رکھا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر اُن کے بعض علما مثل مولانا ابوالمکارم مولوی محمد سعید صاحب بنارسی اور مولوی محمد علی صاحب اعظم گڈھی اور مولا بخش خاں صاحب پراڑوی نے بوجہ قلت تدبر و تقاضائے خدمت منصبی اس رسالہ کو بھی نہ چھوڑا۔ اور تنخواہ حلال کرنے کے واسطے پے در پے دو تین رسالے کسر العریٰ اور ہدایت لوۓ والتجمیع فی القریٰ تنقیص وثقہ اوثق العریٰ وغیرہ لکھ ڈالے۔ اگرچہ ذی علم کے نزدیک اُن کے اعتراضات کی حقیقت تار عنکبوت سے زیادہ نہ تھی۔ مگر محض اس خیال سے کہ غیب صاحبان کو مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حقانیت اور قول رسول صلے اللہ علیہ وسلم الحق یعلوا ولا یعلیٰ کی تصدیق پوری پوری یقین ہو جائے۔ اور جواب دینے کا زعم باطل خاطر مبارک سے دور ہو جائے۔ لہٰذا جناب معلّے القاب مولانا مولوی محمود حسن صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور نے رسالہ مذکور کی توضیح کے ضمن میں ہر ایک معترض کے اعتراض کا ایسا دنداں شکن جواب شافی دیا ہے کہ جس کی قدردانی حقیقت شناس تو جیسی کچھ کرینگے کریں ہی گے۔ مگر عام دیکھنے والوں پر بھی مولانا کا تبحر علمی کالشمس واضح ہو جائیگا۔ بلکہ کیا عجب ہے اگر خدا تعالیٰ توفیق انصاف عطا فرمائے تو مخالفین بھی حقانیت کلام کو تسلیم کر کے آئندہ ایسی فضول تصانیف سے باز رہینگے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسے معرض خطر و فضیحت میں ڈالنا پسند نہ کرینگے۔ جو شخص رسالہ احسن القریٰ کو بنظر انصاف و تدبر ملاحظہ کریگا اُس پر بخوبی واضح ہو جائیگا کہ رسالہ اوثق العریٰ کی تردید میں فرقہ مذکور کے بڑے بڑے مصنفین نے جس قدر زور و شور کے ساتھ تصانیف کی بھرمار کی تھی۔ اسی قدر اپنے اپنے زور میں گر کر ایسی موٹی اور کھلی غلطیاں کی ہیں کہ اگر انصاف و دیانت یا حیا و شرم کچھ بھی ہو تو آئندہ ایسی جرات سے ضرور باز رہینگے۔ اور اگرچہ اب تک کسی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا مگر اب سے حضرت سعدی شیرازی کی اس نصیحت پر ضرور کاربند ہونگے ؎

مزن بے تامل بگفتار دم — نکو گوئی ار دیر گوئی چہ غم

بحمد اللہ اس کتاب احسن القریٰ کے دیکھنے سے ناظرین کو اپنے مذہب کی صرف تحقیق ہی کا مبلغ نہیں ہوگی بلکہ مخالفین کی عنایت سعی اور جانکاہی اور اس کے نتیجہ کا اندازہ بھی خوب ہو جائیگا۔ یہ کتاب ایسی نہیں ہے کہ کوئی شخص بھی جس نے مسئلہ جمعہ کے بارے میں کوئی چھوٹی بڑی بحث دیکھی ہو اس کے دیکھنے سے مستغنی ہو یا مستفید نہ ہو سکے۔ قیمت صرف ۱۰؍ و ۱۲؍

محمد یحییٰ تاجر کتب دینیات گنگوہ ضلع سہارنپور سے طلب فرمائیں

toobaafoundation.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْبَابُ الثَّانِیْ

اس باب میں حسب وعدہ سابق ہم اُن اعتراضات کا جواب عرض کرینگے کہ جو خدشات یا جوابات مؤلف تنزیہیہ نے ہمارے دلائل مرقومہ فی الباب الاول میں سے کسی دلیل کے مقابلے میں پیش کئے ہیں یا امور مذکورہ فی المقدمہ میں سے کسی امر کو مجروح کیا ہے۔ مگر اس سے پہلے عرض ضروری یہ ہے کہ اثنائے تالیف میں ایک رسالہ مسمی بعجالۃ الراکب مولفہ مولوی مفتی عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر کالج لاہور ہماری نظر سے گذرا جسکا نام تاریخی حسب بیان بعض نظر ما غالبًا خدع لثعالب یا خداع الثعلب ہے۔ اور ہمارے نزدیک بروے انصاف بالنظر الی تمویہ الاولہ و نیز بوجہ بعض مناسبات خفیہ نسیج العناکب کہنا مناسب ہے مؤلف موصوف نے اپنے اثبات مدعا اور ہمارے مطلب کے ابطال کے لئے دلایل عقلیہ پیش کرنے میں بہت کچھ جد و جہد کی ہے۔ اور جیسا مؤلف تنزیہیہ نے دلایل نقلیہ کے بیان کرنے میں سعی بلیغ فرمائی تھی۔ مؤلف عجالہ نے دلایل عقلیہ کے لکھنے میں کوشش تام کی ہے اور بعد غور یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسا مؤلف تنزیہیہ نے بلا تامل و تدبر عجلت کے ساتھ اپنا رسالہ مرتب کیا ہے۔ ایسا ہی پروفیسر موصوف نے غور و فکر کے ساتھ اپنا رسالہ انجام کو پہنچایا ہے۔ گو کسی مصلحت سے عجالہ کے ساتھ موسوم کر دیا ہے۔ مگر اہل فہم اصل کو دیکھ کر امر واقعی سمجھ لیتے ہیں۔ فقط نام سے دھوکا نہیں کھایا کرتے بلکہ میرے خیال ناقص میں تو صاحب تنزیہیہ کو بوجہ تقاضاء عجلت اس قدر بھی مہلت نہیں ملی کہ بطور تمویہ و تلمیع اپنے دلایل و مدعا کو مثل مؤلف عجالہ ظاہر میں ہی ایسا کر دیتے کہ کوئی نظر سرسری میں دھوکہ میں آجاوے۔ یا اُس

toobaafoundation.com

مصلحت کو سمجھتے جو کہ اسم عجالہ میں پروفیسر صاحب سمجھے ہیں ورنہ اُن کا رسالہ بروے انصاف اس اسم کا واقع میں مستحق معلوم ہوتا ہے۔ تماشا ہی کہ جو رسالہ چند سال میں ترتیب دیا جائے وہ تو عجالہ کہلائے اور جو رسالہ چند ہفتوں میں لکھا جائے وہ اس خطاب سے محروم رہے اور جاننے والے جانتے ہیں کہ بعض دواعی غیر قابل الاظہار کی وجہ سے فاضل ٹونکی اُس وقت سے اس مسئلہ کی تحقیق میں سرگرم تھے کہ جس وقت تک بقول شخصے مولوی احمد حسن صاحب کے فرشتوں کو بھی اس قصہ کی خبر نہ تھی۔ بہر حال رسالہ مذکورہ کو دیکھ کر یہی دل میں سمائی کہ بنام خدا رسالہ اول کے جواب کے ساتھ رسالہ ثانی کی باتوں کا بھی جواب لکھا جانا مناسب ہی کیونکہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ شہید اور اُن کے اتباع کے مقابلہ میں آج کل جس قدر رسالے مرتب ہوئے ہیں اُن سب میں فاضل کانپوری اور پروفیسر لاہوری کا رسالہ اعلیٰ اور افضل ہونا چاہیئے اور بروے انصاف اُن جملہ رسایل میں یہی دو رسالے احسن حالا بھی ہیں مصرعہ جنکی بہار یہ ہے پھر اسکی خزاں نہ پوچھ + اور بعض مبتدعین نے جو اس بارہ میں رسایل لکھے ہیں وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ کوئی فہیم اُنکو دیکھنے کا قصد کرے جواب لکھنا تو بہت مشکل ہے اور نیز بعض امور جو بوجہ عجلت صاحب تنزیہہ سے فروگذاشت ہوگئے تھے صاحب عجالہ نے اُن کی تکمیل کر دی ہے اسلئے ناظران فہیم کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ دونوں حضرات نے اپنے اثبات مدعا کے لئے جس قدر دلایل عقلیہ و نقلیہ تحریر فرمائی ہیں۔ ہم انشاء اللہ سب کا جواب باب ثالث میں عرض کریں گے اور جس قدر اعتراضات دونوں صاحبوں نے ہماری دلایل پر پیش کئے ہیں۔ اُن کا جواب بنام خدا اس باب میں عرض کرتے ہیں۔ ہاں وہ دلایل جو کہ ہم نے اپنے رسالہ میں بیان ہی نہیں کئے اُن پر جو اعتراض ہونگے اُن کی جواب دہی ہر چند بروے انصاف ہماری ذمہ پر نہیں لیکن تبرعاً حسب موقع مجملاً یا مفصلاً بنظر اظہار خطاء معترضین بعض اُن اعتراضات کا بھی جواب دیا جائیگا خوف طول نہ ہوتا تو انشاء اللہ تعالیٰ بالاستیعاب ہم اس امر کو بھی بیان کرتے کیونکہ ہم کو اس تحریر سے مقصود فقط مسئلہ مذکورہ کا اثبات ہی کسی

toobaafoundation.com

دوسری تحریر کی تائید کرنی لفظاً لفظاً غرض اصلی نہیں اس لئے جملہ دلایل مخالفین کا
جواب دینا تو ہم کو ضرور ہے لیکن منجملہ اعتراضات مخالفین کے انہیں اعتراضات کا
جواب دینا کافی ہے جو ہماری دلایل پر پیش کئے گئے ہیں اگر ارشاد الحق یعلو کا
سہارا اور من بارز لي وليا فقد اذنته بالحرب کی دوسری جانب کی طمع نہ ہوتی تو
بوجہ اپنی ہیچمدانی اور گمنامی کے ہم شاید ایسے دو معقولیوں کے مقابلہ میں کہ ہر ایک
اپنے آپ کو معدوم النظیر سمجھتا ہے ایسے اطمینان سے قلم اٹھانے کی جرأت نہ کرتے
وما توفیقی الا باللہ اور ہماری تحریر میں مؤلف اول سے علامہ کانپوری صاحب تنزیہ
اور مؤلف ثانی سے فاضل لاہوری صاحب مجادلہ مراد ہونگے اور یہ امر بھی لایق اظہار
ہے کہ جتنے امور مقدمہ میں ہم لکھ آئے ہیں اور باب اول میں جس قدر دلائل نقلیہ
وعقلیہ ہم نے بیان کئے ہیں ان میں سے فقط ایک ایک دو دو امر پر دو مصنفین
نے بحث کی ہے باقی دلایل یا انکو پیش نظر نہ تھے یا اور کسی وجہ سے یہ صاحب
اعتراض نہیں کر سکے مگر احتمال ثانی راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ امر اول سنتہ نظر کے سراسر
مخالف ہے جس کے یہ صاحب مدعی ہیں اور اس کے نہ ہونے کا الزام مؤلف
اول شد ومد کے ساتھ اپنے مخالفین پر لگا رہے ہیں سو اول ہم انہیں چند الزامات کا
جواب عرض کرتے ہیں کیونکہ جب عرض سابق انہیں امور کا فقط جواب دینا ہماری ذمہ
ضروری ہے اسکے بعد جیسا مناسب ہوگا لکھا جائیگا۔ سو اول مؤلف اول نے اپنی دلیل
کے ذیل میں ایک اعتراض وجواب بطور دفع دخل بیان فرمایا ہے جس کی عبارت بعینہ
یہ ہے **قولہ** اور اگر کہا جائے کہ کذب بیشک نقصان اور محال ہے۔ مگر امکان
کذب ایسا نہیں تو یہ بعینہ ایسی بات ہے کہ کوئی کہے کہ جہل وعجز وغیرہ صفات ردیہ
تو محال ہیں مگر ان کا امکان محال نہیں اور یہ بدیہی البطلان ہے علاوہ اس کے عقلاء
کے نزدیک یہ مقدمہ مبرہن ہے کہ امکان المحال محال انتہی **اقول بتوفیق اللہ**
ناظران فہیم جانتے ہیں کہ صاحب تنزیہ کا یہ جواب حقیقت میں ہمارے مقدمہ ہفتم پر
اعتراض ہے کیونکہ مقدمہ مذکور کا خلاصہ یہی تھا کہ صدور قبایح عن ذات الواجب نقصان

toobaafoundation.com

ومحال ہے اور قدرت علی القبائح مسلم اہل حق اور موجب کمال ہے اور اسکی تائید میں شرح طوالع کی عبارت پیش کی تھی جس میں جملہ فھو قادر علی القبیح الا انہ لم یصدر عنہ الخ صریح موجود ہے اور جملہ مقدمات کے بعد باب اول میں جو ہم نے عبارات علماء اپنے موافق بیان کی ہیں اُن میں مسایرہ اور مسامرہ اور تحریر و تقریر و شرح مواقف و شرح مقاصد وغیرہ کی عبارات میں افعال قبیحہ کو بار مقدور وغیر صادر کہا ہے بلکہ چند عبارتوں میں اس کی تصریح بھی موجود ہے کہ یہی قول الیق اور ادخل فی التنزیہ ہے۔ باب اول کو ملاحظہ فرمائیے اور مولف موصوف جواب مذکور میں یہ فرماتے ہیں کہ افعال قبیحہ اور امور ردیہ کا صدور وامکان دونوں محال ہیں۔ سو صاحب تنزیہ نے نہ ہماری عبارات منقولہ کا کچھ جواب دیا اور نہ کوئی نقل اپنے مفید مدعا بیان فرمائی بلکہ اپنے قرارداد کے خلاف اپنے خیالات و استنباطات پر قناعت کر کے دوام ہمارے مقابلہ میں بیان کئے۔ اول تو بطور الزام یہ فرمایا کہ اس صورت میں جہل و عجز کی نسبت بھی یہی کہنا ہوگا کہ مثل افعال قبیحہ یہ دونوں بھی مقدور باری اور ممتنع الصدور ہیں حالانکہ جہل و عجز صفت ردیہ کا امتناع ذاتی مسلم اور بدیہی ہے سو اسکا جواب بروے انصاف وحسب قرارداد مؤلف موصوف تو ہماری طرف سے وہی نصوص علما ہیں جن کی طرف ابھی اشارہ کر آیا ہوں اور اگر ہماری مخالفت میں مؤلف تنزیہ اپنے خیالی الزام اور عقلی استنباط کے روبرو تمام علماء معتبرین کے قول کو مردود و باطل فرمانے کی جرأت فرماویں تو پھر اسکا کیا جواب کہ جو امر ان کے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ اُسکی پابندی کی سب کو ہدایت کی گئی تھی۔ خود اُس کی پابندی کیوں نہ فرمائی اور ایسے جلد اُسکو کیوں بھلا دیا۔ علاوہ ازیں مؤلف کے اس الزام خیالی سے بنظر فہم و انصاف عبارات علماء پر حقیقت میں کوئی خلجان و شبہ عاید نہیں ہوتا چنانچہ ہم عرض کرینگے ہاں ناظران فہیم کو انشاء اللہ اس قسم کے امور ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امر محقق ہو جائیگا کہ مدعیان معقول کی سنت آبائی ہے کہ جوش علم میں آکر مطلق العنانی کی سوجھتی ہے اور کسی کی پابندی کا مطلق خیال نہیں رہتا پھر بوجہ

toobaafoundation.com

اور فنکو زبردستی دائرۂ سنت سے خارج کر کے مردار یہ بنایا جاتا ہے اور کہیں تکفیر و تفسیق کی جاتی ہے بعینہ یہی سلوک ان حضرات کی طرف سے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب رح شہید کے ساتھ ہوا ہے بالجملہ جب ہم نے اپنی بات کو علماے معتبرین کے اقوال کے ذریعہ سے پورا ثبوت کو پہنچا دیا تو بنظر انصاف و حسب تسلیم مولف اب ہمکو کسی جواب کی ضرورت نہ تھی مگر مزید اطمینان و وثوق کے لئے بطریق الزام تو ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ جملہ امور قبیحہ کو ذات واجب تعالیٰ سے جیسا ممتنع الصدور اور مستحیل الوقوع کہتے ہیں۔ اگر ایسا ہی حسب بیان صاحب تنزیہہ ان جملہ امور کو ممتنع بالذات اور غیر مقدور باری بھی مانا جائے اور اُس کے اثبات کے لئے جہل و عجز کی مثال پیش کی جائے تو یقیناً یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تعذیب طایع اور مغفرت مشرکین و عدم ارسال رسل اور عدم انزال کتب وغیرہ فقط ممتنع الصدور ہی نہونگے بلکہ ممتنع اور غیر مقدور بھی کہلائیں گے۔ حالانکہ یہ امر اول تو مذہب اہل سنت کی صریح مخالف ہے۔ دوسرے صاحب تنزیہہ نے اپنے رسالہ میں صراحۃً تعذیب طائع اور مغفرت مشرکین کو ممتنع بالغیر مانا ہے اور سب پر روشن ہے کہ ممتنع بالغیر ممتنع الوقوع ہونے کے ساتھ فی حد ذاتہ ممکن و مقدور ہوتا ہے تو جب صاحب تنزیہہ کے ارشاد کے موافق بھی یہ امر محقق ہو گیا کہ مغفرت مشرک وغیرہ باوجود مستحیل الوقوع ہونے کے فی نفسہ مقدور و ممکن ہے تو اُن کے ارشاد کے موافق یہ قصہ بعینہ ایسا ہو گا کہ کوئی کہے کہ جہل و عجز وغیرہ صفات ردیہ تو محال ہیں مگر اُن کا امکان محال نہیں اور مؤلف موصوف کو یہ الزام فقط امثلہ مذکورہ ہی میں کھانا نہوگا بلکہ جملہ ممتنعات غیریہ میں یہی خرابی اٹھانی پڑیگی کما لایخفےٰ اور جب مولوی صاحب ممدوح بتوفیق الٰہی اس الزام سے نجات کی کوئی صورت نکال لیں گے اُس وقت انشاء اللہ وہ خود ہمکو بھی الزام کور سے بری الذمہ سمجھ جائیں گے ورنہ اپنی برأت کی صورت ہم عرض کر دینگے۔ اور جواب تحقیقی منظور ہے تو سنئے جملہ عقلا کے نزدیک مسلم ہے کہ ضدین کا حال مقدوریۃ و عدم مقدوریۃ میں یکساں ہونا ضروری ہے مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں والمقدوریۃ

toobaafoundation.com

علی الشیٔ قدرۃ علی ضدہ انتہی اور یہ بھی مسلم ہے کہ صفات حقیقیہ قدرت قدیم سے خارج اور صفات فعلیہ و جملہ افعال باریتعالی مقدور اور اختیاری ہیں چنانچہ مقدمہ کتاب میں بالتفصیل معروض ہو چکا ہے تو اب ہر فہیم بالبداہتہ سمجھ جائیگا کہ علم و قدرت بوجہ اوصاف حقیقیہ ذاتیہ ہونے کے جب مقدور نہ ہوئی تو اُن کے اضداد یعنے جہل و عجز بھی مقدمہ اولی کے موافق مقدور و ممکن نہیں ہو سکتی اور مغفرت شرک تعذیب طائع اور صدق و کذب متنازعہ فیہ چونکہ صفات ذاتیہ سے خارج اور افعال میں داخل ہیں تو مقدمہ ثانیہ کے مطابق ان جملہ امور اور اُن کے اضداد کو ممکن و مقدور باری ماننا پڑیگا جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ مؤلف موصوف کا جواب مذکور میں جہل و عجز کو کذب کے لئے مقیس علیہ بنانا درست نہیں اور ایک کے امتناع ذاتی سے دوسرے کو ممتنع بالذات بنانا باطل ہے بلکہ ہر فہیم پر ظاہر ہو جائیگا کہ حق یہی ہے کہ صفاتِ حقیقیہ کے اضداد کو ممتنع بالذات اور صفات فعلیہ اور اوصاف اضافیہ کے ضداد کو مقدور فی نفسہ اور ممکن بالذات کہا جائے مؤلف موصوف کا باوجود دعوی وسعت نظر ایسے امور میں فرق نہ کرنا کیا عرض کروں کہ کس قدر تعجب خیز امر ہے۔ اس جواب الزامی کے بعد مؤلف نے جو امکان کذب کے بطلان پر قضیہ مسلمہ امکان المحال محال کو پیش کیا ہے۔ اہل انصاف کے نزدیک اس قابل نہیں معلوم ہوتا کہ اُس کی جواب میں خامہ فرسائی ضروری ہو اول تو قابل استفسار یہی امر ہے کہ مؤلف محقق نے قضیہ مذکورہ میں لفظ محال سے کونسا محال مراد لیا ہے اگر محال ذاتی مراد ہے تو ہم کو کیا دقت پیش آسکتی ہے ہم تو کذب کو محال بالغیر کہتے ہیں اور استدلال مرقوم سے یہ نکلا کہ محال بالذات کا امکان محال ہے اول کذب متنازعہ فیہ کا استحالہ ذاتی ثابت فرمایئے پھر کہیں قضیہ مذکورہ کو اُسپر منطبق کیجئے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ امتناع ذاتی کے ثبوت کے بعد نہ کوئی عاقل اعتراض مذکورہ تنزیہیہ پیش کر سکتا ہے اور نہ مقدمہ مذکورہ کو جواب میں بیان کرنے کی حاجت اور اگر لفظ محال قضیہ مذکورہ میں محال بالغیر کو بھی شامل ہے تو بیشک بروے انصاف مؤلف تنزیہیہ کے اثبات مدعا کی لئے

toobaafoundation.com

یہ ایسی دلیل قوی ہے کہ تمام رسالہ میں بھی کوئی ایسی دلیل نہیں مگر اس صورت میں یہی
خرابی عظیم نظر آتی ہے کہ اول تو جملہ اہل عقل کا خلاف لازم آئیگا کیونکہ سارا جہان ممتنع
بالغیر کے لئے ممکن بالذات ہونا ضروری تسلیم کئے ہوئے ہے۔ دوسرے حسب
معروضہ سابق خلاف علم واخبار باری تعالیٰ اور عدم ارسال رسل وغیرہ کے امکان ذاتی سے
دست برداری کرنی پڑیگی جو خود مولف سلمہ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ بالجملہ یہ ساری
خرابی صفات ذاتیہ اور صفات فعلیہ کے عدم فرق سے ناشی ہوئی ہے جس کو ہم مقدمہ
کتاب میں بالتفصیل عرض کر چکے ہیں۔ اگر تفاوت معلوم ملحوظ نظر ہوتا تو مؤلف موصوف
صدق وکذب کو علم وجہل وقدرت وعجز پر ہرگز قیاس نہ فرماتے اور ماہران معقول بھی
ہرگز اس کی تصدیق نہ کرتے۔ اہل حق کے نزدیک تو جملہ افعال خیر ہوں یا شر حسن ہوں
یا قبیح فی نفسہا مقدور جناب باری ہیں البتہ چند افعال کا کہ جنکا تحقق تغیر فی ذات الواجب
پر موقوف اور اسکو مقتضی ہے مثل حرکت وانتقال واکل وشرب وغیرہ وہ اس عموم
سے مستثنیٰ ہیں اور خلاف عدل وخلاف صدق ہرگز تغیر ذات کو مقتضی نہیں تو ضرور
عموم مذکور میں داخل مان کر مقدور باری کہنا پڑیگا اور بوجہ عروض امتناع ممتنع بالغیر اور
ممتنع الصدور سمجھے جائیں گے وہو المطلوب چنانچہ مقدمہ کتاب میں یہ جملہ امور تفصیل
کے ساتھ مدلل معروض ہو چکے ہیں۔ جب اس سے فراغت پائی تو اب یہ عرض ہے کہ
جس قدر دلائل نقلیہ ہم نے باب اول میں بیان کئے ہیں۔ ان میں سے کسی عبارت
پر ان صاحبوں نے جرح قدح نہیں کیا فقط ایک عبارت شرح مواقف پر جو کہ
سید سند نے بحث عقاب میں بیان فرمائی ہے ہر دو مولف نے اپنی اپنی فہم
کے مطابق اس کے جواب دیئے ہیں۔ فرق ہے تو یہی ہے کہ مولف اول نے عبارت
مذکورہ سے ہمارے استدلال کرنے کو تین طرح سے رد فرمایا ہے اور مولف ثانی نے
فقط عبارت سید سند کی تغلیط کرکے ہمارے استدلال سے پیچھا چھڑایا ہے۔ سو اول
اس عبارت کو بتلاتا ہوں۔ اس کے بعد جملہ امور مع جوابات ذکر کرونگا۔ عبارت تو یہی
ہے جس میں سید صاحب نے اہل سنت کی دلیل پر سے اعتراض اٹھانے کے لئے

toobaafoundation.com

کذب اور خلف کو مقدور و ممکن فرمایا ہے وھو ہذا الا نا نقول استحالتہ ممنوعۃ کیف
وھما من الممکنات التی تشملہا قدرتہ تعالی چنانچہ یہ عبارت بتمامہا
باب اول میں موجود ہے اور عبارت مذکورہ سے بالتصریح خلف وکذب کی مقدوریۃ
وامکان ظاہر ہوتا ہے اب سنئے اس کے جواب میں اول تو مولف اول یہ فرماتے
ہیں کہ یہ جواب سید سند نے اہل سنت کے مذہب کے موافق نہیں دیا بلکہ الزاماً
معتزلہ کے مذہب کے موافق جواب دیا ہے چنانچہ اُن کی عبارت بعینہ یہ ہے قولہ
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب نے یہ الزامی جواب دیا ہے چونکہ بعض معتزلہ
کذب باری کو ممکن کہتے ہیں اور قدرت کے تحت میں داخل کرتے ہیں اسلئے معتزلہ
کے جواب میں ایسا کہا گیا انتہٰی مگر بروے انصاف اس جواب کو الزامی قرار دینا ظاہراً
اور حقیقۃً دونوں طرح غلط ہے ظاہر کے موافق غلط ہونے کی تو یہی وجہ ہے کہ سید
صاحب کی عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ سید صاحب
اپنے مذہب کے خلاف جواب دے رہے ہیں بلکہ صاحب ذوق سلیم اسلوب کلام سے
بالبداہتہ سمجھتا ہے کہ سید صاحب جو کچھ اہل سنت کی طرف سے جواب دے رہے ہیں
وہ اُن کے مذہب کے مطابق بیان فرما رہے ہیں علاوہ ازیں اصل یہی ہے کہ جو
کلام متکلم سے صادر ہوتی ہے تاوقتیکہ کوئی قرینہ صارفہ نہ ہو معتقد و مسلم متکلم سمجھی جاتی
ہے اسلئے مولف تنزیہہ کا یہ احتمال کہ یہ جواب سید صاحب کی طرف سے الزامی ہے
بلا دلالت قرینہ معتبرہ بروے انصاف معتبر نہ ہوگا ہاں آگے چل کر جو مولف موصوف
نے ایک دو قرینہ اپنے مفید مدعا تحریر فرمایا ہے وہاں ہم بھی ظاہر کردینگے کہ وہ مولف
موصوف کا توہم بے اصل ہے۔ اب حقیقۃ الامر کو ملاحظہ فرمائیے کہ سید صاحب کی
غرض اس موقع میں یہ ہے کہ اہل سنت سے جو استدلال معتزلہ کا جواب دیا تھا اُس پر
امکان خلف وکذب کا شبہ کسی کو پیدا ہو سکتا تھا اس لئے سید صاحب اُس کا ازالہ
اس طرح فرماتے ہیں کہ کذب و خلف کا استحالہ ہی مسلم نہیں بلکہ یہ دونوں امر داخل
ممکنات ہیں تو اب اُن کے امکان سے اہل سنت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا سو

toobaafoundation.com

اب جواب مذکور کو الزامی کہنا بشرط فہم سید صاحب کے مدعا کے خلاف معلوم ہوتا ہے اول تو سید صاحب کی عبارت سے فقط اتنا ظاہر ہوتا ہے کہ اس اعتراض مظنون الوقوع کا یہ جواب ہوسکتا ہے۔ اعتراض مذکور کوئی پیش کرے اعتراض مذکور کی وجہ خصوصیت معتزلہ کے ساتھ کوئی نہیں معلوم ہوتی تو اب اسکے کیا معنے کہ معترض خواہ کوئی ہو مگر خاص معتزلہ کو الزاما جواب دیا جاتا ہے علاوہ ازیں حسب ارشاد صاحب تنزیہہ معتزلہ میں سے امکان کذب کا قایل فقط ایک طائفہ مزداریہ ہوا ہے اور مسئلہ مذکورہ عقاب میں جمیع معتزلہ سے نزاع ہے مؤلف وشرح مواقف کو ملاحظہ فرمائیے اس بحث کی ابتدا میں فرماتے ہیں اوجب جمیع المعتزلۃ والخوارج عقاب صاحب الکبیرۃ پھر تماشا ہے کہ نزاع تو جمیع معتزلہ خوارج سے ہو اور جواب الزامی سے فقط مزداریہ کی گوشمالی کی جاتی ہے اور اگر ان جملہ امور سے قطع نظر کرکے موافق حکم صاحب تنزیہہ جواب الزامی ہی مان لیا جاوے تو پھر اس کا کیا جواب کہ اہل عقل وعلم کے نزدیک جواب الزامی سے گو خصم ساکت ہوجائے مگر ثبوت مدعا فی نفس الامر کے لئے مفید نہیں ہوتا تو اول تو جواب مذکور جملہ مخالفین کے لئے الزامی بن ہی نہیں سکتا اور اگر مولف موصوف کی خاطر سے فقط مزداریہ کے الزام پر قناعت کی جائے تو پھر سید صاحب پر یہ اعتراض ہوگا کہ گو مخالف کے مذہب کے موافق آپ کے قول پر اعتراض نہ ہوسکے مگر آپ کے مسلک کے موافق تو آپکا قول محال وباطل ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ دوانی وفاضل چلپی نے سید صاحب کی کلام کے یہی معنے سمجھے ہیں کہ سید صاحب جو کچھ فرمارہے ہیں مذہب اہل سنت کی موافق سمجھ کر فرمارہے ہیں۔ تو اب سیدھی بات کو ایسے محمل پر حمل کرنا کہ جو قرائن ودلایل واقوال سلف کے مخالف ہو اور پھر اسکو ظاہر سمجھنا کیا عرض کروں مدعیان معقول ہی کا حصہ ہے اسکے بعد مؤلف تنزیہہ اپنے دعوے کی تائید یعنے جواب مذکور کے الزامی ہونے کے ثبوت میں دو قرینے پیش فرماتے ہیں **قولہ** اور اس کی تائید سید صاحب کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے فرقہ مزداریہ کے بیان

toobaafoundation.com

میں لکھا ہے وہذا المزداریة هو ابو موسی عیسی بن صبیح المزدار وهو تلمیذ بشر اخذ العلم عنه وتزهد حتی سمی راهب المعتزلة قال الله قادر علی ان یکذب ویظلم ولو فعل لکان الها کاذبا ظالما تعالی الله عما قاله علوا کبیرا انتهی۔ **اقول وبہ نستعین** مولف سلمہ کا مطلب اس عبارت کے پیش فرمانے سے یہ ہے کہ سید صاحب نے خود شرح مواقف میں دوسرے موقع میں جو فرقہ مزداریہ کا حال بیان فرمایا ہے اُس میں صاف موجود ہے کہ کذب وظلم کا مقدور باری کہنا مزداریہ کا مذہب ہے اور خود سید صاحب اس عقیدہ فاسدہ سے سخت بیزاری وتحاشی ظاہر فرماتے ہیں تو اب ظاہر ہوگیا کہ کلام سابقہ متنازع فیہا میں جو کذب وخلف کے بارہ میں سید صاحب نے وهما من الممکنات فرمایا ہے وہ سید صاحب کا مذہب کسی طرح نہیں ہوسکتا ورنہ سید صاحب کے ہردو قول متعارض ہوجائیں گے تو اب ہو نہ ہو اسکو مزداریہ کا مذہب کہنا ضروری ہوگا اور جواب مذکور کا مبنی مزداریہ کے قول کو قرار دیئے بغیر کلام درست نہیں ہوسکتی لیکن احقر سابق میں جو عرض کر آیا ہے اُسکے ملاحظہ کے بعد مُولف موصوف کا یہ استدلال خیال خام سے زیادہ ہرگز وقعت نہیں رکھتا اول تو مقدمہ ثانیہ میں بذریعہ اقوال علماء اعلام ہم یہ ثابت کر آئے ہیں کہ قدرت کے دو معنے ہیں اول بمعنے صفت قدیمہ جو جملہ ممکنات ذاتیہ کو اگرچہ ممتنع بالغیر ہی کیوں نہ ہوں شامل ہے دوسرے بمعنے تقدیر جسکا ارادہ اور حکمت کے موافق ہونا ضرور ہے اور ممتنعات غیر یہ باوجود امکان ذاتی کے اُس سے خارج ہیں تو اب ہم مولف موصوف سے پوچھتے ہیں کہ آپکی عبارت منقولہ میں جو لفظ قادر موجود ہے اُس میں کونسی قدرت مراد ہے اگر قدرت بمعنے الاول یعنے بالمعنی الاعم مراد ہے تو اس کی دلیل کیا ہے مگر دلیل خدا کے لئے ایسی ہو جو خصم پر حجت ہوسکے اور جانب مخالف کا احتمال باقی نہ چھوڑے یہ نہو کہ دو چار یا دس بیس مثالوں سے کام نکالا جائے یا اپنی عادت کے موافق یہاں بھی کسی طرح کھینچ تان کر یراد به الفرد الکامل یا کثرت استعمال سے مطلب براری کی فکر

toobaafoundation.com

کیجائے اور ہماری التماس کی تسلیم سے انکار ہے تو کر دیکھئے۔ انشاء اللہ آپ کو کسی طرح یہ امر مفید نہ ہو گا اور اگر بالمعنی الثانی یعنی بالمعنے الاخص مراد ہے۔ تو ہمارے مدعا کی سراسر موافق ہے کیونکہ اب عبارت مذکورہ کا یہ مطلب ہو گا کہ مرزاریہ کے نزدیک کذب وظلم مذکور مقدور یعنے مراد باری اور قابل قضاو مشیئت واجب تعالیٰ ہیں حتے کہ صدور کذب وظلم عن ذات الواجب کو کوئی امر مانع نہیں اور یہ امر اہل حق کے نزدیک صریح باطل اور ایزد متعال کے تنزہ کے سراسر مخالف ہے بالجملہ مقدمہ ثانیہ مذکورہ سے جب یہ امر محقق ہو چکا ہے کہ قدرت دو معنوں میں مستعمل ہے تو اب تا وقتیکہ مؤلف تنزیہہ یہ امر ثابت نہ فرمائیں گے کہ اُن کی عبارت منقولہ میں قدرت بالمعنے الاول مراد ہے اور دوسرے احتمال کی گنجایش نہیں اُس وقت تلک حسب قاعدہ مسلمہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اُن کا استدلال قابل سماعت نہ ہو گا اور جب اُس تقریر کو ملاحظہ کیا جائے جسکو ہم بطور تمہید شروع باب اول میں لکھ چکے ہیں۔ تو انشاء اللہ ہر ذوی الانصاف فرقہ مرزاریہ کا مدعا سمجھ سکتا ہے۔ اور جان سکتا ہے کہ مؤلف تنزیہہ نے اول مرزاریہ کی مراد سمجھنے میں دھوکا کھایا پھر اُس کی وجہ سے مولانا شہید اور اُن کے موافقین بلکہ جملہ سلف صالحین کو مرزاری بنا کر بنار فاسد علے الفاسد کا پورا تماشا دکھایا تمہید مذکور کے ضمن میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ کذب وظلم افعال قبیحہ کے صدور میں تین رائے ہیں۔ ایک فرقہ ممتنع کہتا ہے دوسرا طائفہ ذاتاً اور تحققاً ہر دو طرح ممکن سمجھتا ہے اور تیسرا گروہ ممکن ممتنع الصدور فرماتا ہے۔ مولف تنزیہہ کو بوجہ اشتیاق اثبات مدعا فقط دو احتمال تلک ہی رسائی ہوئی جس کی وجہ سے مذہب نظامیہ اختیار کر کے جملہ اہل حق کو بلا تردد مرزاریہ بنا دیا۔ علاوہ ازیں صاحب فہم سلیم عبارت مذکورہ میں جملہ ولو نعل لکان الھا کاذبا ظالما دیکھ کر خوب سمجھ سکتا ہے کہ مرزاریہ خذلہم اللہ کے نزدیک امور قبیحہ کے صدور عن الواجب ہونے کو بھی کوئی امر مانع نہیں یعنی یہ قبائح نہ ممتنع بالذات ہیں نہ ممتنع بالغیر اور اسپر سید صاحب انکار اور اسی کو تنزیہہ باری کی مخالف سمجھتے ہیں اور ہمیں التماس کے

toobaafoundation.com

قبول فرمانے میں اب بھی کوئی خیال مانع ہو تو اتنا ہی بتلا دیجئے کہ جب مزداریہ کا مذہب حسب بیان صاحب تنزیہہ یہ ٹھہرا کہ وہ افعال قبیحہ کو ممکن بالذات اور ممتنع بالغیر کہتے ہیں اور اہل سنت اور مزداریہ کے مذہب میں مخالفت بھی ضرور تسلیم کی جائے تو آپ اسکا کیا جواب ہوگا کہ سید صاحب اس موقع میں تو مزداریہ کے مذہب کو نقل فرما کر تعالی اللہ عما قالہ علواً کبیراً فرما رہے ہیں اور دیگر مواقع میں افعال قبیحہ کو بالنسبۃ الی قدرت الواجب ممکن بالذات اور ممتنع الصدور قرار دے رہے ہیں۔ چنانچہ چند عبارتیں شرح مواقف کی باب اول میں مذکور ہو چکی ہیں۔ فرقہ نظامیہ کے ذکر میں فرماتے ہیں ونحن نقول وهموا ان تنزیهه تعالی من الشرور والقبایح لایکون الا بسلب قدرته علیها فهم فی ذلك کمن هرب من المطر الی المیزاب دوسرے موقع میں فرماتے ہیں فغایته عدم الفعل لوجود الصارف عنه وهو القبح وذلك لاینفی القدرة علیه اسکے سوا اور بھی چند عبارتیں شرح مواقف کی گذر چکی ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ شرور و قبائح اہل سنت کے نزدیک ممکن بالذات اور مقدور باری ہیں۔ البتہ بوجوہ دیگر ممتنع التحقق والصدور ہو رہے ہیں حالانکہ یہ مذہب بعینہ وہی ہے جو مولف تنزیہہ اپنے زور طبع سے مزداریہ کا مطلب فرما رہے ہیں تو آپ یا تو یہ فرمائیے کہ مسلک اہل سنت و فرقہ مزداریہ میں اتحاد ہے یا سید صاحب کی اس عبارت مرقومہ صاحب تنزیہہ اور عبارات مبینہ احقر میں تعارض ہے لیکن وہ اتحاد اور یہ تعارض وعناد دونوں اہل عقل کے نزدیک بدیہی البطلان ہیں اسکے سوا تعذیب طائع اور مغفرت مشرکین میں یہی خدشہ موجود ہے اگر اہل سنت کے نزدیک انکو مقدور باری کہئے تو شرور و قبائح کی مقدوریت تسلیم کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے کذب و ظلم بالمعنی المعلوم کو بھی فی نفسہٖ مقدور و ممکن کہنا ہوگا۔ جسکو صاحب تنزیہہ مزداریہ کا مسلک سمجھے بیٹھے ہیں اور ان امور کو اگر مقدور باری نہ مانئے تو اول تو مذہب اہل سنت کے خلاف دوسرے خود مؤلف تنزیہہ کے قول کے معارض الغرض فہم و انصاف ہو تو ہر طرح یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ شرور مذکورہ عند اہل الحق مقدور اور ممتنع بالغیر

toobaafoundation.com

ہیں اور مرزاریہ کے نزدیک ایسے ممکن ہیں کہ اُن کے صدور کو کوئی غیر بھی مانع نہیں یعنی ممتنع بالغیر بھی نہیں اور اس صورت میں انشاء اللہ کوئی خلجان نہیں ہو سکتا۔ جملہ اقوال بلا تعارض اپنے موقع پر واجب التسلیم رہتے ہیں کاش مؤلف تنزیہہ اس مختصر سی بات کو سمجھ جاتے تو سلف صالحین کو ہرگز ہرگز مرزاری نہ بتاتے اور نہ اس عبارت کو سید صاحب کے جواب کے الزامی بنانے کی تائید میں نقل فرماتے اسکے بعد دوسرا قرینہ جو مؤلف موصوف نے سید صاحب کے کلام سے اپنی تائید میں نقل فرمایا ہے یہ ہے **قولہ** اسی طرح سید صاحب کے اس قول سے بھی میری مدعا کی تائید ہوتی ہے جو انھوں نے کتب منطقیہ میں لکھا ہے وہ قول یہ ہے فلا یرد ان یخبر اللہ تعالے والرسول لا یحتمل الکذب یہاں سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید صاحب کے نزدیک باری تعالیٰ کی کلام میں کذب کا امکان نہیں پس شرح مواقف کا جواب مذکور بالضرور الزام پر حمل کیا جائے گا الیٰ آخرہ **اقول** اہل فہم تو انشاء اللہ اول نظر میں سمجھ لیں گے کہ یہ تائید کتنی لغو اور بیہودہ ہے بلکہ خود مؤلف کے مدعا کے صریح مخالف ہے اسی واسطے اسکے جواب میں خامہ فرسائی کرنے سے بھی ہم کو تو اہل فہم سے حجاب معلوم ہوتا ہے لیکن جب یہ دیکھتے ہیں کہ مؤلف تنزیہہ اور ان کے رسالہ کی خوبی تحقیق و عمدگی تدقیق صحہ معانی و استقامۂ مبانی اہتداء دلائل و حقیت مقاصد کی ستایش و توصیف میں حقیقت شناسان معقول و حکمت و رموز دانایان ادب و ہیئت تقریظاً و تحریراً اس کثرت کے ساتھ سرگرم ہو رہے ہیں کہ مؤلف تنزیہہ او کسی قسم کا صلہ تو کیا دے سکتے ہیں اگر بمقتضائے ایمانی صلہ فرمودہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات بھی دینا چاہیں تو ہر چند بظاہر بے حقیقت اور قلیل المؤنت ہے مگر ہندی مثل کے موافق وہ صلہ بھی مؤلف سے پورا ہونا دشواری سے خالی نہیں اسلئے اول تو یہ عرض ہے کہ احقر تحریر مقدمات اور تقریر نشاء نزاع میں یہ امر مدلل عرض کر چکا ہے کہ کسی عبارت میں بہ نسبت کذب مذکور فقط لفظ ممتنع یا محال یا غیر ممکن یا غیر مقدور دیکھ کر اپنے اثبات مدعا کی امید نہ رکھیں بلکہ

toobaafoundation.com

کسی تصریح یا دلیل قابل تسلیم سے یہ بھی ثابت کرنا ضرور ہوگا کہ امتناع و استحالہ سے
امتناع ذاتی مراد ہے نہ بالغیر۔ سو جب ممتنع اور محال اور غیر مقدور وغیرہ الفاظ کا یہ
حال ہے تو اب فقط لفظ لا یحتمل سے جو میر صاحب کی کلام میں موجود ہے امتناع
ذاتی سمجھ لینا اُنہیں کا کام معلوم ہوتا ہے کہ جنکو حق و باطل میں تمیز اور خطا و صواب سے
کچھ بحث نہو یہ حضرت مولٰنا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت یا ماہران معقول کی خوبی
لیاقت ہے کہ میر قطبی کے سیدھے سے جملہ کی ایسی مٹی خراب کی جاتی ہے کہ اہل
فہم کا دل تو ایسے معنے سنکر مالش کرنے لگے تو عجب نہیں سو اب مؤلف تنزیہ
اور اُن کے مقرظین کو لازم ہے کہ کسی دلیل قابل قبول سے یہ بیان فرمائیں کہ عبارت
منقولہ میں لفظ لا یحتمل سے امتناع ذاتی مراد ہے اور یہ بھی ارشاد ہو کہ حضرت انبیاء
کرام کی معصومیت میں اہل سنت کے نزدیک احق بالقبول کیا امر ہے امور قبیحہ
اُن کی نسبت مقدورات اور ممکنات ذاتیہ میں محسوب ہوتے ہیں۔ یا ممتنعات
ذاتیہ میں سے کہ اُن کو قدرت قدیمہ سے بھی خارج کیا جائے گا سمجھ کر جواب عنایت
ہو اہل فہم تو اب بھی حقیقۃ الحال کو بخوبی سمجھ رہے ہیں مگر مؤلف موصوف جب امور
مذکورہ کی تفصیل فرماوینگے۔ اُس وقت انشاء اللہ ہر کوئی صراحۃً تائید مذکور کی خوبی
سمجھ جائیگا اور مؤلف ممدوح نے جو شروع رسالہ میں عبارات مفسرین اپنے اثبات
مدعا کے لئے نقل فرمائی ہیں۔ وہاں تفسیر حمانی کی عبارت میں جملہ والخبر و ان
دلت الدلائل علی صدقه فکذبه ممکن اذا لم ینظر الیها اور تفسیر
ابو سعود کی عبارت میں جملہ والکذب محال علیه سبحانه دون غیره
صریح منقول ہے جس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ ذات باری کے سوا کذب اور
کہیں ممتنع نہیں ہے تو اب بروئے انصاف مؤلف تنزیہ کو چاہئے کہ اپنی عبارات
منقولہ میں رفع تعارض کی صورت نکالیں کیونکہ ہر دو تفسیر کی عبارت کا تو یہ مدعا تھا کہ
امتناع کذب فقط بہ نسبت الی ذات الباری ہے اور کہیں یہ امتناع محقق نہیں اور
میر کی عبارت کا حسب فرمودہ مؤلف تنزیہ یہ مدعا ہوا کہ خبر جناب باری اور خبر رسول

toobaafoundation.com

دونوں میں کذب ممتنع بالذات ہے اور یہ صریح تعارض ہے اور ہم سے پوچھئے تو بشرط فہم مؤلف تنزیہ جو اکابر علماء کو مرزائیہ بتاتے تھے اب من حیث لا یحتسب اپنے قرار داد کے موافق مرزائیہ ہونے کے لئے کمربستہ ہو رہے ہیں کیونکہ یہ بات تو عبارت میر سے خوب اُن کی سمجھ میں آگئی کہ کلام الٰہی اور کلام رسول دونوں میں کذب کا امتناع یکساں ہے اب اس قدر تحقیق باقی ہے کہ کلام رسول میں کذب کا امتناع بالذات ہے یا بالغیر سو مؤلف مذکور جب تدبر کے ساتھ اقوال علماء کو دیکھیں گے تو کیا عجب ہے کہ کذب مذکور کا ممتنع بالغیر ہونا احق بالقبول سمجھا جائے جس پر مرزائیت کا فتوے لگا چکے ہیں ملا علی قاری وغیرہ نے تحریر فرمایا ہے۔ وقال بعضهم العصمة فضل من الله ولطفه ولكن على وجه يبقى اختيارهم بعد العصمة في الاقدام على الطاعة والامتناع عن المعصية واليه مال الشيخ ابو منصور الماتريدي حيث قال العصمة لا تزيل المحنة اي الابتلاء والامتحان يعني لا تجبره على الطاعة ولا تعجزه عن المعصية بل هي لطف من الله تعالى يحمله على فعل الخير ويزجره عن الشر مع بقاء الاختيار تحقيقاً للابتلاء والاختيار على هذا القياس شرح مواقف میں موجود ہے وایضاً فالاجماع منعقد على انهم اي الانبياء مكلفون بترك الذنوب مثابون به ولو كان الذنب ممتنعاً عنه لما كان والامر كذلك اذ لا تكليف بترك الممتنع ولا ثواب عليه لما عرفت آنفاً انتهى آگے چلکر فرماتے ہیں فلا يمتنع صدور الذنب عنهم كما عن سائر البشر انتهى اور یہ تو انشاء اللہ کسی کا مذہب نہ ہوگا کہ صدور معصیت عن الانبیاء واجب تعالیٰ کی قدرت سے بھی خارج مانا جاوے جس پر امتناع ذاتی کا سمجھنا متفرع ہے بہرحال مؤلف موصوف نے گو عبارت مذکور کو بلا تدبر اپنی تائید میں نقل کیا مگر حسن اتفاق سے اکثر خلاف و نزاع تو اسکی وجہ سے رفع ہوگیا اب فقط یہ امر قابل استفسار ہے کہ کذب فی کلام الرسول کی نسبت مؤلف نے چونکہ کوئی تصریح نہیں فرمائی اس لئے اُن سے اس تصریح کی طلب ہے

toobaafoundation.com

اگر کذب مذکور ممتنع بالغیر ہے تو مرحبا بالوفاق اور اگر اُسکی امتناع ذاتی کے قائل ہیں تو دلیل مثبت مدعا ارشاد ہو اُس کے بعد انشاء اللہ ہم بالتفصیل اس مرحلہ کو طے کرنیکا قصد کرینگے پھر تماشا ہے کہ مؤلف تنزیہہ ایسے قرائن واہیہ کو نقل کرکے فرماتے ہیں **قولہ** سید صاحب کے اسی الزامی قول سے مدعیان امکان کذب باریتعالی نے دھوکہ کھایا ہے۔ افسوس اگر ان صاحبوں کی نظر وسیع ہوتی تو اس دھوکے میں نہ پڑتے انتہی۔ مقام حیرت ہے کہ مولف موصوف نے ایک عبارت شرح مواقف کی اور دوسری عبارت میر کی اپنی تائید کے لیئے نقل فرمائی اور ہر دو عبارت کے فہم مطلب میں صریح غلطی کھائی کمامر مفصلاً پھر اسپر کیسے فخر اور مباہات کے ساتھ متبعین سنت کے اوپر عدم وسعت نظر کا الزام لگایا جاتا ہے مگر ایسے بے اصل الزام سے کیا کام چلتا ہے اہل فہم سے پوچھیئے کہ وہ مؤلف مذکور کے اس کلام کو دیکھ کر یہی فرماویں گے کہ اگر وسعت نظر کے یہی معنے ہیں کہ سیدھے مختصر مشہور جملوں کے مطلب سمجھنے کی بھی یہ کیفیت ہے تو نعوذ باللہ من ذلک بروے انصاف کسی عبارت مشہور کا محفوظ نہ ہونا ایسا بیجا نہیں جیسا باوجود شب و روز پیش نظر ہونے کے اُس کا مطلب غلط سمجھنا حیرت فزا اور پھر اسپر طعن و تشنیع کی ساتھ پیش آنا خلاف انصاف و حیا ہے یہی انصاف ہے تو کل کو بھی ماہران معقول حسب استدلال عبارات رسائل منطقیہ وغیرہ السماء فوقنا والارض تحتنا کو دیکھ کر تحتیۃ سماء اور فوقیت ارض کو بھی ضرور ممتنع بالذات اور قدرت واجب تعالی سے خارج ہونے کا فتوے دینگے اور جملہ اہل فہم پر عدم وسعت نظر کا الزام لگانے کو تیار ہونگے یا للعجب و لضیعۃ الادب پھر مؤلف اول نے جو عبارت شرح مواقف کو جواب الزامی پر محمول فرما کر ہر دو عبارت مرقومہ سید صاحب سے اس کی تائید کی تھی۔ اُسکی کیفیت تو ناظرین باانصاف کو معلوم ہوگئی اسکے بعد جو مؤلف نے دوسرا جواب استدلال مذکور کا بیان کیا ہے وہ عرض کرتا ہوں **قولہ** ثانیاً بالفرض اگر سید صاحب ہی کا یہ قول ہو تو جمہور اہل حق کے مقابلے میں کب لایق قبول و قابل تمسک ہو سکتا ہے انتہی **اقول**

toobaafoundation.com

غالباً مؤلف تنزیہ سید صاحب کا لحاظ کر گئے ورنہ فقط یہی نہ فرماتے کہ جمہور اہل حق کے مقابلہ میں سید صاحب کا قول غیر مقبول ہے بلکہ اپنے قاعدہ کے مطابق سید صاحب پر بھی ضرور مزواری ہونیکا فتوے لگا دیتے تاکہ نام بھی بڑا ہوتا اور کام بھی زیادہ نکلتا۔ خیر مولف موصوف اور اُن کے ہم مشرب تو سید صاحب بلکہ جمہور اہل سنت کی طرف غالباً بزور معقول ایسے ہی خیال ناروا جماوینگے مگر اہل فہم کو بعد ملاحظہ عبارات منقولہ کتب جو باب اول میں احقر عرض کر چکا ہے۔ انشاء اللہ بخوبی معلوم ہو جاویگا کہ مذہب اہل حق اس باب میں کیا ہے باقی جو عبارات کہ مؤلف موصوف نے اپنے اثبات مدعا کے لئے شروع رسالہ میں بیان فرمائی ہیں اُن میں ایک عبارت بھی مثبت مدعائے مؤلف نہیں جسکا دل چاہے ملاحظہ کر دیکھے۔ مگر منشار نزاع کو خوب سمجھ کر اور جملہ قیود اور شرائط کو محفوظ کر کے پھر استدلالات مؤلف کو دیکھنا لازم ہے چنانچہ مقدمہ کتاب اور بیان منشا نزاع کے ذیل میں احقر مفصلاً عرض کر آیا ہے۔ مؤلف مذکور کے اکثر استدلالات اسی قسم کے ہیں جیسا کہ عبارت مذکورہ میر قطبی خبر اللہ تعالی والرسول لا یحتمل الکذب سے امتناع ذاتی سمجھ لیا ہے اور انشاء اللہ باب ثالث میں ہم بھی تفصیل کے ساتھ اُن دلائل کی حقیقت وانشگاف کر کے دکھلاوینگے امور مذکورہ کے ملاحظہ کے بعد ہر ذی فہم یقین کر سکتا ہے کہ قول مذکور سید صاحب کو جمہور اہل حق کے مخالف سمجھنا خیال خام ہے بلکہ جمہور اہل حق کذب مبحوث عنہ کو مثل سید صاحب کے ممتنع بالغیر فرماتے ہیں جس کا جی چاہے باب اول کو ملاحظہ فرمالیوے اسکے بعد عبارت منقولہ شرح مواقف کا تیسرا جواب مؤلف اول نے بیان فرمایا ہے قولہ ثالثاً جن محققین نے سید صاحب کے قول مذکور کے الزامی ہونے کی طرف خیال نہیں کیا اُنھوں نے اُسے مردود ٹھیرایا ہے چنانچہ محقق دوانی شرح عقاید جلالی میں کہتے ہیں قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالی محال فلا یکون من الممکنات ولا یشملہ القدرۃ کما لا یشتمل القدرۃ سایر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجہل والعجز ونفی صفات الکمال انتہی **اقول**

toobaafoundation.com

وبہ نستعین مولف موصوف نے کلام شارح موافق کے مقابل جو کہ ہماری مستدل تھی جس قدر جوابات تحریر فرمائے ہیں سب سے عمدہ جواب یہ ہے بلکہ انصاف سے دیکھئے تو دونوں رسالوں میں جتنی عبارت ہر دو مؤلف نے اپنے مثبت مدعا بیان کی ہیں ان سب میں یہ عبارت منقولہ محقق دوانی جس قدر اُن کو مفید ہے ایسی کوئی عبارت مثبت مقصود نہیں اسلئے مناسب ہے کہ اسکی اصل حقیقت ہدیہ ناظرین کیجائے شرح مواقف اور شرح عقاید جلالی وغیرہ کتب کلامیہ میں مذکور ہے کہ معتزلہ اور خوارج صاحب کبیرہ جو بلا توبہ مرجائے اُسپر عذاب کرنا حق تعالی پر واجب اور عفو کو ممتنع بتلاتے ہیں اور اہل سنت اس وجوب کے منکر ہیں بلکہ عدم وقوع عذاب کے فعلیۃ کے قائل ہیں معتزلہ اور خوارج کا یہ استدلال ہے کہ جب نصوص کثیرہ میں حق تعالی شانہٗ عقاب صاحب کبیرہ کی خبر دے چکا تو اسکا معذب ہونا واجب ہوگیا ورنہ درصورت عدم عقاب حق تعالی شانہٗ کے کلام پاک میں کذب اور خلف لازم آئیگا جو کہ محال ہے اہل سنت اسکے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ اس استدلال سے غایت مافی الباب یہ ثابت ہوتا ہے کہ عدم عقاب یعنی عفو اہل کبائر کے وقوع کی نوبت نہ آئی وجوب عقاب یعنی امتناع عفو جو کہ دعوے معتزلہ وخوارج تھا اس سے ثابت نہ ہوا جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ غایت مافی الباب بوجہ اندیشہ لزوم خلف وکذب یہ تسلیم کیا جائیگا کہ ہر ایک صاحب کبیرہ معذب ہو اور اسکی مغفرت کی کبھی نوبت نہ آئی مگر فقط تحقق تعذیب اور عدم تحقق مغفرت سے اول کا وجوب اور ثانی کا امتناع جو کہ مقصود معتزلہ وخوارج تھا ہرگز ثابت نہیں ہوتا سب جانتے ہیں کہ فعلیۃ وجوب سے اور عدم امتناع سے عام ہے ہرگز ان میں تلازم نہیں البتہ اگر فعلیۃ اور وجوب یا عدم اور امتناع میں باہم مساوات و تلازم ہوتا تو پھر یہ استدلال معتزلہ اور خوارج کو مفید ہوتا اور استدلال مذکور اہل اہوا کے مقابلہ میں یہ جواب شرح مقاصد وشرح مواقف وغیرہ کتب کلامیہ میں موجود ہے شارح مواقف نے اہل سنت کی طرف سے اس جواب کو نقل فرما کر یہ شبہ پیش کیا کہ اس صورت میں فعلیۃ خلف وکذب تو بیشک لازم نہ آئیگی مگر ظاہر ہے کہ امکان خلف وکذب کو ضرور ماننا

پڑیگا کیونکہ جب عدم عقاب صاحب کبیرہ کو ممکن مان لیا تو نصوص وعید کا امکان خلف جو اسپر متفرع ہے واجب التسلیم ہوگا۔ پھر اسکا جواب شارح موصوف نے اہل سنت کی جانب سے یہ دیا نقول استحالتہما ممنوعہ کیف وھما من الممکنات التی تشملہا قدرتہ تعالی انتہی یعنے امکان کذب و خلف کا استحالہ ممنوع ہے کیونکہ کذب و خلف ممکنات میں کہ جنکو قدرت واجب شامل ہے داخل ہیں اور اس عبارت سے صاف ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے اب اس جواب پر محقق رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقاید جلالی میں یہ اعتراض بیان فرمایا قلت الکذب نقص والنقص علیہ تعالی محال فلا یکون من الممکنات ولا یشملہ قدرۃ اللہ تعالی کما لا یشتمل القدرۃ سایر وجوہ النقص علیہ تعالی کالجہل والعجز ونفی صفۃ الکلام وغیرہا من الصفات الکمالیۃ انتہی یعنے شارح مواقف کا یہ فرمانا کہ کذب ممکن و مقدور باری ہے صحیح نہیں کیونکہ کذب نقص ہے اور واجب تعالی میں نقص ہونا محال ہے اور جیسا کہ جہل و عجز وغیرہ نقایص صفات کمالیہ بوجہ نقص مستحیل ہیں ایسے ہی کذب و خلف بھی بوجہ نقص ممکن و مقدور نہیں ہو سکتے اور یہ عبارت علامہ دوانی کی صاحبان معقول کو ایسی تکیہ گاہ بے حجت معلوم ہوتی ہے کہ جیسے فریق اول کو سید صاحب کی عبارت مرقومہ بالا دستاویز کامل سمجھ میں آئی تھی لیکن عرض جواب سے پہلے یہ التماس ہے کہ مولف منہیہ نے جواب اول میں یہ فرمایا تھا کہ سید صاحب نے یہ جواب بطریق الزام معتزلہ کے مقابلہ میں بیان فرمایا ہے اور اس کے الزامی ہونے کی تائید میں شرح مواقف اور میر قطبی کی عبارت نقل کر کے اپنے مخالفین پر یہ طعن کیا تھا کہ یہ صاحب بوجہ عدم وسعت نظر اس جواب الزامی کو سید صاحب کا مذہب سمجھ بیٹھے چنانچہ جملہ امور مفصلاً مع جواب گذر چکے مگر حسن اتفاق سے مؤلف صاحب نے جس وجہ سے انکو تنگ نظری ثابت فرمائی تھی علامہ دوانی بھی اُس وجہ میں شریک ہو کر حسب الحکم مؤلف موصوف اُسی لقب کے ساتھ ملقب ہو گئے اور جس احتمال کو مؤلف ظاہر فرماتے تھے اور اس کی نہ سمجھنے پر افسوس کرتے تھے تقدیر سے علامہ دوانی بھی مثل اتباع مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ

toobaafoundation.com

اور اس احتمال کو اصلا نہ سمجھے ظاہر ہے کہ جب فریق اول صرف اس وجہ سے کہ جواب مذکور کو الزامی نہ کہا بلکہ مذہب سید صاحب سمجھ لیا وسعت نظر سے محروم کیا گیا۔ تو پھر محقق ممدوح بھی چونکہ اُنہوں نے اس احتمال ظاہر کی طرف خیال نہ فرمایا ضرور مثل فریق اول کے وسعت مذکور سے محروم کئے جاوینگے ۔ مؤلف موصوف عنقریب ایک خوش اسلوبی کے ساتھ سید شریف کو مزواری بنا کر آئے تھے اور اب محقق دوانی کا بروے معقول غیر وسیع النظر ہونا محقق فرما دیا پھر اب کسی کو کیا موقع شکایت کا باقی رہا بقول شخصے **مصرع** ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی + ہاں سید صاحب اور علامہ دوانی مرحوم مرحوم کی طرف سے بطور حسرت یہ عرض ہے **شعر** کس نیاموخت علم تیر از من ، کہ مرا عاقبت نشانہ نکرد + اور جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ مؤلف ثانی جو کہ مؤلف تنزیہہ کے پورے حامی و معین بلکہ خواجہ تاش ہیں وہ بھی اس ظاہر احتمال یعنی جواب مذکور کے الزامی ہونے کو نہیں سمجھے چنانچہ اُن کے رسالہ سے ہویدا ہے اور حسب ارشاد مؤلف تنزیہہ وہ بھی کوتہ نظر ٹھیرے تو اب تو ہمکو مؤلف اول کے اس طعن پر خوشی کرنے کا موقع ہے **شعر** شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی + گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد + اور چونکہ مؤلف ثانی بھی بڑے زور شور کے ساتھ رسالہ تنزیہہ کے مصدق اور مقرظ ہیں تو اب تو وہ خود بھی اپنے قصور نظر کے معترف قرار دیے جائینگے بالجملہ ان جملہ امور سے مقصد یہ ہے کہ مؤلف اول کا سید صاحب کے جواب مذکور کو الزامی فرمانا خاص اُن کا اجتہاد ہے اور کوئی اس کا قائل نہیں ہوا اسکے بعد یہ عرض ہے کہ محقق کی عبارت مذکور صاحبان معقول کو فقط اسی امر میں مفید نہیں کہ جو استدلال ہم نے سید صاحب کے ارشاد سے پیش کیا تھا اُسکا جواب ہو جائے بلکہ بشرط انصاف اُن کی اثبات مدعا کے لیے بھی بظاہر ایسی نص صریح ہے کہ تمام رسالہ بلکہ ہر دو رسالہ میں ہماری فہم کے موافق کوئی عبارت اُن کے مدعا پر ایسی دال بالتصریح نہیں کیونکہ جس قدر عبارات کتب ان صاحبوں نے نقل فرمائے ہیں ان سے فقط استحالہ بالذات امتناع کذب ثابت ہوتا ہے امتناع ذاتی جو کہ متنازع فیہ

toobaafoundation.com

ہے کسی تصحیح یا قرینہ معتبرہ سے مفہوم نہیں ہوتا کما سیاتی فی الباب الثالث اور علامہ محقق
کی کلام میں جملہ ولا یشتمله قدرة الله تعالیٰ اور تمثیل جمل بعجز او رنیز کلام مذکور کا تردید
سید صاحب میں پیش کرنا ثبوت امتناع ذاتی کے لئے عمدہ قرینہ معلوم ہوتا ہے اسلئے
جیسا سید صاحب کے کلام کا جواب دینا اُنکو ضروری تھا ایسا ہی علامہ دوانی کے ارشاد کی
جوابدہی ہم پر لازم ہے سو اپنے فہم کے موافق جواب واقعی تو انشاء اللہ بعد میں عرض کرونگا
اول اتباعاً لصاحب التنزیہہ یہ التماس ہے کہ ہرسہ جواب مرقومہ بالا جو مولف موصوف نے
سید صاحب کے جواب میں ذکر فرمائے ہیں بجنسہ ہماری طرف سے عبارت محقق مستدلہ
مولف صاحب کے مقابلہ میں کارآمد ہیں ولله الحمد۔ مثلاً جواب اول مولف کی طرف سے
یہ تھا کہ سید صاحب کا معتزلہ کو یہ جواب دینا بطور الزام ہے۔ چونکہ بعض معتزلہ کذب باری کو
مقدور کہتے ہیں اسلئے معتزلہ کے مشرب کے موافق اُسکو ممکن مان کر سید صاحب نے
اُن کے اعتراض کا جواب دیا تو اب ہم بھی یہی عرض کرتے ہیں کہ علامہ دوانی جو سید
صاحب کے جواب پر اعتراض بیان کرتے ہیں اپنے مذہب کے موافق نہیں فرماتے
چونکہ بعض معتزلہ کذب مذکور کو ممتنع کہتے تھے اور مقدور نہیں مانتے اسلئے اُنکی طرف سے
سید صاحب کے جواب میں ولا یشتمله قدرة الله تعالیٰ الخ کہا گیا خلاصہ مقصود
یہ ہے کہ حسب بیان مرقومہ بالا یہ امر معلوم ہو چکا کہ معتزلہ و خوارج عقاب صاحب کبیرہ کو
واجب اور اُسکے عدم عقاب کو ممتنع کہتے ہیں اور اُس کی وجہ وہی لزوم کذب خلف بتلاتے
ہیں پھر اُسکا جواب جو اہل سنت کی طرف سے بیان کیا تھا اُسپر امکان کذب کی خرابی لازم
آتی ہے سو حسب ارشاد مولف تنزیہہ سید صاحب نے جملہ معتزلہ و خوارج میں سے خاص
مزداریہ کے مشرب کی موافق جو کہ کذب وغیرہ قبائح کے صدور کو ممکن کہتے ہیں بطریق الزام
امکان کذب کو تسلیم فرما کر ان کے جواب میں نقول استحالہ ممنوعہ فرمایا تھا۔ سو اب
ہماری عرض یہ ہے کہ اسی طرح پر علامہ دوانی نے بھی خاص فرقہ نظامیہ کے مسلک کے
مطابق جو کہ کذب وغیرہ قبائح کو ممتنع کہتے ہیں بطریق الزام امتناع کذب کو تسلیم کر لینے کے
بعد سید صاحب کے جواب کی تردید میں فلا یکون من الممکنات ولا یشمله القدرة

toobaafoundation.com

ارشاد فرمادیا اور جیسا مؤلف تنزیہہ نے جواب سید شریف کے الزامی ہونے پر اُس
عبارت کو پیش کیا تھا کہ جو سید صاحب نے فرقہ مزداریہ کے بیان میں تحریر فرمائی ہے
اور جسکا جواب باصواب احقر مکرر عرض کر چکا ہے بعینہ اسی طور پر یہ ہیچمدان بھی علامہ دوانی کی
تردید مذکور کے الزامی ہونے پر اُن عبارتوں کو شاہد لاتا ہے جو کہ شرح مواقف و مقاصد و شرح طوالع
و مسایرہ وغیرہ کتب کلامیہ میں فرقہ نظامیہ کے بیان میں مذکور ہیں اور باب اول میں منقول
ہو چکی ہیں جو بالتصریح اسی امر پر دال ہیں کہ فرقہ نظامیہ کذب و ظلم یعنے فعل مالاینبغی وغیرہ کو
غیر مقدور کہتے ہیں اور اہل سنت ممتنع بالغیر فرما رہے ہیں سو جب حسب تصریحات
اعلام یہ معلوم و محقق ہو گیا کہ فرقہ نظامیہ بخلاف اہل سنت کذب مذکور کے امتناع اور
غیر مقدوریہ کا قایل ہے پھر کیونکر خیال ہو سکتا ہے کہ محقق رحمہ اللہ علیہ کذب مذکور کی
نسبت خلاف حضرات علما اہل سنت لا یکون من الممکنات ولا یشتمله القدرۃ
کا حکم فرمائیں ہو نہو صاحب تنزیہہ کی تحقیق کے موافق ضرور یہ قول الزامی ہے اور
جیسا فاضل کانپوری نے شرح مواقف اور میر قطبی کی عبارت کو اپنی تائید میں
پیش کر کے جنکا شافی جواب معروض ہو چکا ہے یہ ارشاد کیا تھا افسوس اگر ان صاحبوں
کی نظر وسیع ہوتی تو اس دھوکے میں نہ پڑتے ایسے ہی یہ احقر بھی اُن عبارات
متعددہ کتب کلامیہ وغیرہ کو جو کہ باب اوّل میں مذکور ہیں یاد دلا کر گستاخی معاف
فاضل مذکور کا وہی جملہ افسوس اگر ان صاحبوں کی نظر وسیع ہوتی تو اس دھوکے
میں نہ پڑتے عرض کرتا ہے شعر کرتے جوں کو وہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت +
پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو + اسکے بعد دوسرا جواب جو مؤلف ممدوح نے سید
صاحب کے کلام کا یہ بیان کیا تھا کہ بالفرض اگر سید صاحب ہی کا یہ قول ہو تو جمہور
اہل حق کے مقابلے میں کب لائق قبول ہو سکتا ہے سو بعینہ یہی جواب ہماری طرف
سے علامہ دوانی کے قول کا سمجھ لیجئے اور انشاء اللہ بوقت موازنہ اہل فہم و انصاف
کو یہ امر خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ جمہور اہل حق کا کیا مذہب ہے اور دونوں دعووں
میں کونسا دعوے مدلل اور کونسا بے اصل ہے اور عبارات مستندہ فضلاء معقول کی

toobaafoundation.com

کیفیت اشارۃً تو معروض کر چکا ہوں مگر آئندہ اُن استدلالات کی حالت تفصیل کے ساتھ بھی بتوفیق الٰہی عرض کرونگا اس سے فراغت پاکر مولف تنزیہہ نے سید صاحب کے قول کا تیسرا یہ جواب بیان کیا تھا کہ محقق دوانی نے شرح عقاید جلالی میں سید صاحب کے قول کو مردود ٹھیرایا ہے سو اسی طرح ہم بھی عرض کرتے ہیں کہ کذب مذکور کے امتناع ذاتی کو بہت سے محققین نے مردود فرمایا ہے جسکا جی چاہے عبارات منقولہ باب اول کو دیکھ لے حتے کہ صاحب عمدہ کی وہ عبارت جو کہ مؤلف تنزیہہ کو بعد طبع رسالہ میسر آئی ہے اوراُن کے مدعا پراُن کے خیال کے موافق ایسی نص قطعی ہے کہ جو کوئی اُن کے رسالہ کی بابت کسی خدشہ کے رفع کا طالب ہوتا ہے تو محل بے محل وہی عبارت سپر بنائی جاتی ہے خود اُس کی بابت امام ابن ہمام مسایرہ میں کا نہ انقلب علیہ فرماکر تخطیہ کر رہے ہیں اور یہ احقر باب ثالث میں اور استدلالات کے ذیل میں انشاء اللہ عبارت مذکورہ کی کیفیت بھی کما ینبغی بیان کردیگا بالجملہ اگر جلال المحققین کی اس تردید کی وجہ سے سید صاحب کا ارشاد پایۂ اعتبار سے گرا ہوا خیال کیا جاتا ہے تو بروے انصاف ابن ہمام وغیرہ محققین کے انکار کی وجہ سے محقق موصوف کا قول بھی ہبا منثورا سمجھا جائیگا۔ جب یہ امر واضح ہوچکا کہ مؤلف تنزیہہ نے تحقیق و تدقیق کے بعد جو تین جواب ہماری عبارت مستدلہ کے مقابلہ میں بیان فرمائے تھے وہی ہرسہ جواب ہماری طرف سے باحسن وجوہ اُن کی طرز کے موافق اُن کی عبارت منقولہ کے ہوسکتے ہیں تو اب بروے انصاف ہم کو کسی اور جواب کی حاجت نہیں لیکن بنظر مزید اطمینان مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منشاء اور غرض اعتراض علامہ محقق بیان کرکے جواب تحقیقی بھی حسب وعدہ عرض کردیا جاے تاکہ اہل فہم سمجھ جائیں کہ محقق دوانی جو فرماتے ہیں واقعی عمدہ بات فرماتے ہیں اور فاضل کانپوری کو اُنکے مقصود تک غالبًا رسائی نہیں ہوئی ورنہ قول علامہ دوانی سے ہم کو نہ دھمکاتے اور ظاہر ہوجائے کہ جیسا سید شریف نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سب ہمارے موید ہے ایسا ہی علامہ موصوف جو ارشاد کرتے ہیں وہ بھی اصلا ہمارے مدعا کے خلاف نہیں ہرچند

toobaafoundation.com

ماہران معقول کی مغالطہ دہی دیکھ کر رہا سہا اعتماد بھی اپنی فہم نارسا پر باقی نہ رہا اور خوف مجادلین بھی ڈراتا ہے لیکن اہل فہم کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ پریشانی تقریر سے قطع نظر فرما کر اگر قابل قبول ہو تو قبول فرمائیں ورنہ ابھی عرض کر چکا ہوں کہ مؤلف تنزیہہ کے جواب کے لئے جو لکھ چکا ہوں وہ بھی کافی ہے اسلئے عرض ہے کہ در بارہ عقاب و عدم عقاب صاحب کبیرہ جو اختلاف فی مابین اہل سنت اور مابین معتزلہ و خوارج واقع ہؤا ہے اس کی کیفیت تو معروض ہو چکی ہے اور استدلال مخالفین مع جواب علمائے اہل سنت و دفع دخل سید شریف و تردید محقق دوانی بالترتیب والتفصیل بھی بہ پیش خلایق عرض کر آیا ہے اب قابل اظہار فقط یہ امر ہے کہ دفع دخل سے سید صاحب کا اور اسپر اعتراض فرمانے سے حضرت محقق کا اصل مقصود اور منشا کیا ہے سو بعد تامل بالبداہت معلوم ہوتا ہے کہ حسب معروضہ سابق معتزلہ و خوارج نے لزوم خلف و کذب سے عقاب صاحب کبیرہ کو واجب اور اس کی مغفرت کو ممتنع کہا تھا اور اسکا جواب علمائے اہل سنت نے یہ دیا تھا غایته وقوع العقاب فاين وجوبه الذي كلامنا فيه اذ لا شبهة في ان عدم الوجوب مع الوقوع لا يستلزم خلفا ولا كذبا یعنے معتزلہ اور خوارج کے استدلال سے غایت مافی الباب تحقق عقاب صاحب کبیرہ ثابت ہوتا ہے وجوب عقاب مذکور جو کہ متنازع فیہ ہے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جب باوجود عدم وجوب عقاب کے ہم نے عقاب کو واقع اور موجود مان لیا پھر لزوم خلف و کذب کیونکر ہو سکتا ہے ہاں اگر عدم وجوب عقاب کے ساتھ عقاب مذکور کو غیر محقق و غیر موجود کہا جاتا تو البتہ تحقق خلف و کذب لازم آتا اب اسکے بعد سید صاحب نے جو دفع دخل کیا ہے مقصود اصلی اس سے فقط یہ امر ہے کہ جواب مذکور اہل سنت کی جانب سے صحیح اور تمام ہے کیونکہ جواب مذکور میں اگر خدشہ ہو سکتا ہے تو فقط یہ ہو سکتا ہے کہ اس صورت میں ہر چند تحقق کذب لازم نہ آئے مگر امکان کذب کا ضرور اہل سنت کو قائل ہونا پڑے گا سو اسکا جواب سید صاحب نے یہ فرمایا کہ امکان کذب تام ہے اسکے امکان ذاتی اور مقدوریت کے

ہم منکر نہیں سو حسب ارشاد سید صاحب اب جواب مذکور تمام ہو گیا اور بظاہر کوئی خدشہ
باقی نہ رہا اب اس دفع دخل سید صاحب پر جو جلال المحققین اعتراض فرماتے ہیں اُنکا
مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ محقق موصوف کذب کے امکان ذاتی او رمقدوریۃ کو باطل
فرماتے ہیں بلکہ اُن کی غرض یہ ہے کہ سید صاحب کے اس دفع دخل سے علما اہل سنت
کا جواب صحیح نہیں ہو سکتا اور سید شریف کا اس جواب کو تمام فرمانا جس پر کہ ان کی کلام
دال ہے بنظر تحقیق ٹھیک نہیں کیونکہ جواب مذکور اہل سنت کی طرف سے معتزلہ اور
خوارج کے مقابلہ میں جب درست ہوتا جب اہل سنت کے نزدیک عقاب صاحب
کبیرہ باوجود عدم وجوب فرد میں واقع اور متحقق بھی ہوتا حالانکہ اہل سنت کا عدم عقاب یعنے
مغفرت صاحب کبیرہ کی ضمنیت کا قایل ہونا اظہر من الشمس ہے بہت سے ایسے
صاحب کبیرہ جو کہ بلا توبہ مر گئے محض حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت یا انبیا علیہم السلام وغیرہ
کی شفاعت سے بالفعلیت و تحقق عقاب مغفور ہو کر حسب ارشاد اہل سنت داخل
جنت ہو جائینگے ۔ سو جب حضرات اہل سنت عدم عقاب صاحب کبیرہ کی تحقق
اور فعلیت کے قائل ہیں تو اب ضرور وہ نصوص جو کہ اہل کبائر کے عقاب پر دال تعذیب
اُن میں فعلیت خلف اور تحقق کذب لازم آئیگا وہو باطل بالبداہۃ اور جواب اہل سنت
میں جو یہ جملہ تھا ان عدم الوجوب مع الوقوع لا یستلزم خلفا ولا کذبا
بالکل غلط ہو جائیگا کیونکہ عدم وجوب عقاب کے ساتھ اگر وقوع عقاب اہل سنت
کا مسلک ہوتا تو بیشک تحقق کذب نہ ہوتا اور جب اہل سنت عدم وجوب عقاب
کے ساتھ عقاب کے عدم وقوع یعنے فعلیت مغفرت کے قائل ہیں پھر تحقق کذب
میں کونسی حالت منتظرہ باقی ہے تو اب سید صاحب کے دفع دخل میں وھو من
الممکنات التی یشملہا قدرتہ ممکن او رمقدور سے ممکن بالذات مراد لینا تو
لغو معلوم ہوتا ہے کیونکہ حسب بیان سابق معتزلہ و خوارج درصورت عدم عقاب اہل
سنت کے مذہب کے موافق لزوم فعلیۃ کذب کا اعتراض کرتے ہیں پھر کذب ممکن
بالذات تسلیم کرنے سے اُن کا اعتراض کیونکر رفع ہو سکتا ہے تو اب بقرینہ اعتراض جواب

toobaafoundation.com

ہیں ممکن سے امکان وقوعی مراد لینا پڑیگا وہو کما ترے اور مقدمہ کتاب ہیں بذریعہ نقول معتبرہ معروض ہو چکا ہے کہ کسی شے پر ممکن مقدور جیسا امکان ذاتی کی وجہ سے اطلاق کیا جاتا ہے ایسا ہی کبھی وقوع اور فعلیت کے لحاظ سے بھی بولا جاتا ہے سو جب بقرینہ سوال میر صاحب کے دفع دخل ہیں ممکن سے مراد ممکن الوقوع والفعلیۃ لینا ضرور ہوا ورنہ سوال جواب ہیں کچھ ربط نہ ہوگا تو اب علامہ محقق اسی مقدوریت وامکان کی تردید ہیں فلا یکون من الممکنات ولا یشملہ القدرۃ ارشاد کرتے ہیں کذب وخلف کی امکان ذاتی کو باطل کرنا ہرگز منظور نہیں اور جہل وعجز وغیرہ امثلہ سے بھی یہی مقصود ہے کہ ممتنعات غیریہ اور ممتنعات ذاتیہ عدم تحقق وامتناع فعلیۃ ہیں مساوی ہیں ممتنعات ذاتیہ جیسے ازلاً اور ابداً ضروری العدم ہیں اسی طرح پر ممتنعات غیریہ بھی ضروری العدم ہیں سو کذب وخلف بوجہ امتناع بالغیر جب دائم العدم ہوئے تو ان کی فعلیہ جو کہ اہل سنت کے مسلک کے موافق بوجہ تسلیم فعلیۃ عدم عقاب کو لازم آتی ہے کیونکر لائق تسلیم ہو سکتی ہے اور معتزلہ کی استدلال اور اہل سنت کے جواب اور سید صاحب کے دفع دخل سے بھی اگر قطع نظر کی جائے تو بشرط انصاف خود محقق دوانی کے کلام سے بھی کذب وخلف کا امتناع غیری ثابت ہوتا ہے کیونکہ عبارت محقق ہیں کذب کے امتناع کی دلیل یہ بیان کی جاتی ہے الکذب نقص والنقص علیہ تعالیٰ محال اور یہ ہیچمدان مقدمہ کتاب ہیں بذریعہ نقول اعلام یہ ثابت کر چکا ہے کہ کذب متنازع فیہ داخل افعال ہے اور نقص فی الافعال ممتنع بالغیر ہے جیسا کہ نقص صفات کمالیہ ممتنع بالذات ہے اور باب ثالث ہیں انشاء اللہ کسی قدر تفصیل کے ساتھ اسکو عرض کرونگا تو خود دلیل بیان فرمودہ محقق سے کذب کا امتناع بالغیر مفہوم ہوتا ہے وہو المقصود۔ بالجملہ سید شریف المحققین اور جلال المدققین کا فقط اس امر ہیں خلاف ہے کہ اول صاحب جواب مذکورہ اہل سنت کو تام اور دوسرے صاحب غیر تام فرماتے ہیں کذب کے امکان ذاتی کا دونوں صاحبوں ہیں سے کوئی منکر نہیں بلکہ بشرط تدبر ہر دو صاحب کے نزدیک امکان ذاتی مسلم ہے فرق یہی ہے کہ سید صاحب فقط امکان ذاتی کی بنا پر دفع دخل فرماتے ہیں اور

toobaafoundation.com

اور محقق علیہ الرحمۃ کا یہ مطلب ہے کہ درصورت عدم عقاب صاحب کبیرہ اہل سنت کے مشرب کے موافق کذب میں امکان ذاتی کے ساتھ امکان وقوعی بھی لازم آتا ہے حالانکہ امتناع بالغیر ہونے کی وجہ سے کذب مذکور کو کوئی ممکن الوقوع نہیں کہہ سکتا اسلئے جواب تام نہ ہوا اور امر واقعی یہ ہے کہ ہر دو علامہ کا مطمح نظر جدا امر ہے اسکے موافق ہر ایک کا قول فی نفسہ درست ہے سید صاحب کا تو فقط یہ مقصود ہے کہ جواب اہل سنت معتزلہ و خوارج کے ابطال مذہب کے لئے کافی ووافی ہے۔ خواہ اہل سنت کے مذہب کے موافق ہو یا مخالف اور خواہ یہ جواب اہل سنت پیش کریں یا کوئی اور کیونکہ اصل جواب تو یہی تھا کہ استدلال معتزلہ سے اُن کا مدعا یعنے وجوب عقاب ثابت نہیں ہوتا بہت سے بہت وقوع عقاب ثابت ہوگا اور اس صورت میں فعلیۃ کذب ہرگز لازم نہ آئیگی بیش ازیں نیست کہ امکان کذب لازم آئے وہو مسلم غایۃ مافی الباب بوجہ تسلیم فعلیۃ مغفرت اہل کبائر یہ جواب اہل سنت کے بھی موافق نہ ہوا مگر سب جانتے ہیں کہ گو اہل سنت کے موافق نہو مگر استدلال معتزلہ و خوارج تو ضرور باطل ہوگیا وہو المطلوب اور محقق دوانی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیشک امر ضروری یعنی ابطال قول خصم کے لئے جواب معلوم کا کافی ہونا مسلم لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ مناسب یہی ہے کہ قول خصم کو ایسی طرح باطل کیا جائے کہ اپنے مسلمات کے مخالف نہ ہوجائے تو اب جواب مذکور میں جیسے یہ خوبی ہوئی کہ استدلال خصم باطل ہوگیا ایسا ہی یہ قصور بھی ہے کہ خود مجیب کی مذہب کے بھی مخالف ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے جو شرح عقاید جلالی میں محقق نے سید صاحب کے کلام پر اعتراض کرنے کے بعد بل الوجہ فی الجواب الی اخرہٖ فرما کر استدلال معتزلہ اور خوارج کا ایسا جواب بیان فرمایا کہ استدلال معتزلہ بھی باطل ہوگیا اور ساتھ مذہب اہل سنت کے موافق بھی رہا جس سے بفہم ضعیف فقط سمجھ سکتا ہے کہ یہ جواب محقق کے نزدیک انسب و اولیٰ ہے یہ نہیں کہ جواب سابق باطل ہے اور عبارات شرح مقاصد کو ملاحظہ کیجیے تو اس سے عرض احقر کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔

toobaafoundation.com

الثالث الآیات والاحادیث الواردة فی تحقق الثواب والعقاب یوم الجزاء فلو لم یجب وجاز لعدم لزم الخلف والکذب ورد بان غایته الوقوع التبۃ وھو لا یستلزم الوجوب علی اللہ والاستحقاق من العبد علی ما ھو المدعی ھذا والمذھب جواز الخلف فی الوعید بان لا یقع العذاب وحینئذ تتاکد الاشکال دیکھئے کلام اخیر والمذہب جواز الخلف الی آخرہ سے صاف ظاہر ہے کہ اہل سنت چونکہ نصوص وعید کے خلاف یعنے عدم وقوع عذاب کے تحقق کے قایل ہیں۔ اسلئے اشکال لزوم کذب خوب متاکد ہوجاتا ہے جس سے جواب مذکورہ اہل سنت کا خود اُن کے مذہب کے خلاف ہونا ہر فہیم کے نزدیک بدیہی معلوم ہوتا ہے کہ سو بعینہ یہی مطلب محقق دوانی کا ہے کہ جواب اہل سنت باوجود دفع دخل سید صاحب کسی طرح مذہب اہل سنت کے موافق نہیں ہوسکتا اور علامہ محقق کا یہ ارشاد سراسر حق ہے مگر چونکہ سید صاحب کی طرف سے یہ عذر ہوسکتا ہے کہ اُن کی غرض فقط ابطال استدلال معتزلہ وخوارج ہے تو اس لئے محقق دوانی نے جواب اول کی تغلیط نہ فرمائی بلکہ بل الوجہ فی الجواب فرما کر جواب اول کے نقصان ومرجوحیۃ کی طرف اشارہ کرگئے اور جواب کامل وراجح اُسکے بعد بیان فرمایا اس تحقیق کے بعد انشاء اللہ منصف مزاج سمجھ سکتا ہے کہ کذب کو امکان ذاتی کے ساتھ تردید محقق کو کچھ علاقہ نہیں اور بجائے خود ہر دو علامہ حق فرماتے ہیں اور محقق دوانی کو فقط جواب اول کی مرجوحیۃ اور سید صاحب کے دفع دخل کی عدم کفایت بیان کرنی منظور ہے اب اگر ہماری یہ تفصیل ماہران معقول کے نزدیک بھی بجا ہے تو پھر ہمارا شعر۔ چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است۔ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است + عرض کرنا بھی بیجا نہ ہوگا اور اگر بوجہ نشہ معقول ہماری عرض معروض قابل قبول نہ ہو تو پھر بھی ارشاد ہو کہ کلام سید صاحب و محقق دوانی میں امکان و قدرت سے کیا مراد ہے ذاتی یا فعلی یا ہماری عرض کے موافق اول میں ذاتی اور ثانی میں فعلی مراد ہے مگر جو ارشاد ہو فکر صحیح اور انصاف کے ساتھ ہو محض نظر سرسری اور ظاہر

toobaafoundation.com

پرستی اور تعصب سے نہو ہماری غرض طویل کا یہی خلاصہ ہے کہ سید صاحب کی کلام میں جو کہ ہماری مستدل ہے کذب کا امکان ذاتی مقصود ہے اور حضرت محقق کی یہہ غرض ہے کہ کذب کی مقدوریۃ وفعلیۃ یا امکان وقوعی محال ہے جس پر جواب اہل سنت کا تمام ہونا موقوف ہو کما مر مفصلاً جب یہ امر بحمد اللہ واضح ہو چکا کہ مؤلف اول نے جتنے جواب سید صاحب کے کلام یعنی ہماری استدلال کے مقابل بیان کئے تھے ایک بھی صحیح نہیں بلکہ خود مؤلف کو مطلب عبارت سمجھنے میں غلطی ہوئی تو اسکے بعد مؤلف ثانی نے جو استدلال مذکور کا جواب دیا تھا اسکو بھی بیان کرنا مناسب ہو اسلئے یہ عرض ہے کہ مؤلف ثانی نے جو عبارت مذکور کا جواب دیا ہے اُسکا یہ خلاصہ ہو کہ سید صاحب سے صریح غلطی ہوئی جیسا کہ مؤلف اول کے جواب ثانی کا بھی یہی مطلب تھا فرق اگر ہے تو یہ ہے کہ مؤلف اول نے غلطی کی وجہ جمہور اہل حق کی مخالفت قرار دی تھی جیسا کہ معروض ہو چکا اور مؤلف ثانی سید صاحب کے تخطیہ کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کلام لفظی اور کلام نفسی میں چونکہ انطباق ضروری ہے معہذا کلام نفسی میں کذب کا احتمال نہیں ہو سکتا تو اب کلام لفظی میں بھی کذب کسی طرح متصور نہ ہوگا کیونکہ کلام لفظی کاذب درصورت عدم انطباق مذکور کلام باریتعالیٰ ہی نہ ہوگی مگر اسکا جواب تحقیقی منظور ہے تو مقدمہ کتاب کو ملاحظہ فرمائے کہ مقتدایان اسلام کی نقول سے یہ امر ثابت ہے کہ کلام نفسی دو معنوں میں مستعمل ہے ایک مبدء تکلم جو کہ صفت ذاتی بسیط غیر مغایر للذات دوسرے مدلولات وصنیعہ الفاظ کہ غیر متحدہ بالذات اول میں کذب بلکہ صدق بھی متصور نہیں اور ثانی میں باوجود لحوق امتناع مثل کلام لفظی کذب متصور ہے اور کلام لفظی کی دلالت اول پر عقلی اور ثانی پر وضعی ہے اور اسی کیساتھ مطابقۃ فی الصدق والکذب ضروری ہے چنانچہ جملہ امور بالتفصیل مقدمہ میں موجود ہیں اس صورت میں کلام لفظی کے امکان کذب پر عدم مطابقت کی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ جس معنی میں کذب متصور نہیں اُسکے ساتھ مطابقت مذکورہ غیر مسلم بلکہ بدیہی البطلان ہے اور جہاں مطابقت ضروری ہے وہاں کذب کا بطور امکان ذاتی متصور

toobaafoundation.com

ہونا مسلم ہے اور تماشا یہ ہے کہ خود مولف ثانی اپنے منہیہ میں صاحب کشف سے
نقل کرتے ہیں کہ قرن تاسع میں بین العلماء کلام نفسی کے امکان و امتناع کذب میں
بحث واقع ہوئی مگر یہ معلوم نہیں کہ کیا امر طے ہوا اور اب کلام لفظی میں امکان کذب
تسلیم کرنے والوں کو اہل سنت سے خارج کرنے پر برابر فتوے دے رہے ہیں سو دیکھئے
کہ قرن تاسع کے اُن علماء کی شان میں جو کہ امکان کذب کلام نفسی کے قائل ہوئے ہیں
کیا کچھ فرماوینگے اور انکا رجوع بھی محقق نہیں بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ سب کے سب امکان
ہی کے قایل ہو گئے ہوں بلکہ خود مولف مذکور چند اہل علم کے روبرو سید شریف کے
ارشاد کو کچھ عرصہ ہوا جو قبول کر چکے ہیں ؎ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد
اور وہ تفصیل جو بذریعہ اقوال علماء احقر نے بیان کی ہے تسلیم کی جائے تو قرن تاسع کے
علماء کا نزاع بہت سہولت سے طے ہوا جاتا ہے بلکہ ہر ایک کے قول کی تصحیح ہو سکتی
ہے کما ہو ظاہر تو اب ان صاحبوں کو لازم ہے کہ اول کلام نفسی کا مصداق معین فرما دیویں
اُسکے بعد کلام نفسی کا ممتنع الکذب ہونا ثابت کریں اس سے پہلے انکا استدلال ناتمام
اور غیر قابل للجواب ہے اور جواب الزامی مطلوب ہے تو سنئے جملہ اہل سنت خلاف
وعد اور خلاف مخبر بہ کو ممکن و مقدور فرماتے ہیں جو کہ بالبداہتہ کذب کو مستلزم ہے اور
مدعیان معقول بھی اسکے قائل ہیں سو جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے کہ بوجہ استلزام مذکور ایک
کا امکان دوسرے کے امکان کو مقتضی ہو گا جس سے بداہتہ امکان کذب کا قائل ہونا
پڑے گا تو جواب ملتا ہے کہ مثل عدم عقل و عدم واجب کبھی ممکن بالذات اور ممتنع
بالذات میں بھی باہم استلزام ہوتا ہے سو خیر اس جواب کی حقیقت تو یہ ناکارہ انشاء اللہ
اپنے موقع پر ظاہر کر دیگا مگر یہاں لایق بیان صرف یہ امر ہے کہ جیسا ان صاحبوں نے باوجود
تحقق استلزام خلاف مخبر بہ اور کذب میں ایک کو ممتنع بالذات اور ایک کو ممکن بالذات
فرما دیا بعینہ اسی طرح پر ہم بھی باوجود علاقہ مطابقت و استلزام اگر کذب کو کلام نفسی میں
ممتنع بالذات اور لفظی میں ممکن بالذات کہیں تو کیا دشواری ہے پھر ان استدلالات
کے بھروسے پر سید صاحب جیسے کامل کی تخطیہ کی جاتی ہے اس بیباکی کا کیا ٹھکانا

toobaafoundation.com

ہے شیخ علیہ الرحمۃ نے درست فرمایا ہے ؎ فہم سخن گر نکند مستمع ٭ قوت طبع از
متکلم مجوے ٭ جب یہ امر محقق ہوچکا کہ کلام حضرت سید شریف بلاغبار ہے اور ہر دو مؤلف
نے اسکے مقابلہ میں جس قدر عرق ریزی کی ہے بحمد اللہ سب رائگان و بیکار رہے تو اب
ہمارے مدعا کے لیئے حجت قطعی ہونے میں کیا تردد ہے وھو المرام - اب قابل گذارش
یہ امر ہے کہ باب اول میں جو ہم نے اپنے ثبوت مدعا کے لیئے جواب عقلی مولانا محمد اسمعیل
صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید کی کلام سے بالتفصیل نقل کیا تھا جسکا خلاصہ کل دو امر تھے
اول یہ کہ اکثر افراد انسانی قضیہ غیر مطابق للواقع کے انعقاد اور القاء علی الآخر پر قادر ہیں
اب اگر واجب تعالیٰ کو بھی جملہ مذکورہ کے انعقاد و انزال پر قادر مانا جائے تو فیہا ورنہ
قادر مطلق کی قدرت سے بندہ عاجز کی قدرت زاید ہوجائے گی وھو باطل بالبداہۃ دوسری
بات یہ تھی کہ کمال اور مدح اسی میں ہے کہ متکلم باوجود قدرت علی الکذب اپنے ارادہ
اور اختیار سے اسکو ترک اور صدق کو اختیار کرے اور بوجہ مجبوری اگر صدور صدق
اور عدم صدور کذب کی نوبت آئی تو کمال نہیں البتہ مثل اخرس و جماد عجز تو بیشک
ثابت ہوجائیگا سو مؤلف ثانی نے اول امر پر تین اعتراض اور امر ثانی پر ایک اعتراض
بیان کیا ہے ہر چہار اعتراض مع جوابات بترتیب عرض کرتا ہوں ۔ اول اعتراض یہ ہے
کہ بندہ کے قادر علی الکذب ہونے اور حق تعالیٰ کے قادر نہ ہونے سے اگر حق تعالیٰ
کی قدرت میں کمی لازم آتی ہے تو اکل و شرب و جماع وغیرہ افعال قبیحہ کو کیا کہا جائیگا
یہ تو ادنیٰ ایمان و فہم والا بھی نہیں کہہ سکتا کہ نعوذ باللہ افعال مذکورہ بہ نسبت الی ذات
الواجب ممکن الوقوع ہیں سو جب لامحالہ انکو ممتنع مانا گیا باوجودیکہ بندہ کو افعال مذکورہ
پر قدرت ہے تو وہی عجز واجب لازم آئیگا **اقول بحولہ** صاحبان فہم سلیم و فکر
مستقیم کی خدمت میں عرض جواب سے پہلے یہ التماس ہے کہ جو مضمون بطور تمہید و
تنبیہہ ہیچمدان اوراق گذشتہ میں بیان کرچکا ہے جس سے دربارہ تنزیہات واجب
تعالیٰ مشرب اہل سنت و اہل اعتزال میں باہمی تفاوت بخوبی واضح ہوتا ہے اگر اسکا
غور کیا جائے تو مثل سابق یہی یقین ہوتا ہے کہ متبعان معقول نے اس سب بیان بھی بارہا

toobaafoundation.com

عقاید دینیہ مسلک اہل سنت کو ترک فرما کر اہل اعتزال کی چال اختیار کی یعنے امور شرعیہ اور عقاید دینیہ میں نصوص صریحہ اور اقوال معتبرہ کو خراشات ظاہری کی وجہ سے چھوڑ کر اور اپنی رائے کو امام بنا کر اتباع اہل حق سے منحرف ہوگئے دیکھئے مثل سابق یہاں بھی حق تعالی کے عموم و شمول قدرت پر جو کہ مجمع علیہ اہل سنت ہے یہ شبہ پیدا ہوا کہ اکل و شرب وغیرہ افعال باوجودیکہ مقدور عباد ہیں لیکن واجب جل مجدہ ان امور کے کرنے پر قادر نہیں پھر عموم قدرت کیونکر صحیح ہوسکتا ہے سو فلسفی خیال صاحبوں نے فقط یہ امر دیکھکر کہ یہ امور ذات اقدس سے کسی طرح صادر نہیں ہوسکتے احاطۂ قدرت قدیمہ کے تنگ فرمانے کی طرف رغبت کی اور بعض ممکنات ذاتیہ کے غیر مقدور رہونے کی قائل ہوگئے اور عموم قدرت کے انکار سے کچھ خوف نہ کیا اور اُن نصوص کا کچھ خیال نہ کیا جو کہ عموم قدرت باری جل وعلا پر دال ہیں اور اقوال علما جو اسی مدعا پر دلیل صریح ہیں اُنکو بھی پس پشت ڈالدیا دیکھئے کتب کلامیہ میں یہ مسئلہ موجود ہے قدرتہ غیر متناهیتہ بمعنی ان جواز تعلقها لا ینقطع وشاملة للکل بمعنی ان تعلقها لا یقتصر علی البعض لان المقتضی للقادریتہ هو الذات والمصحح للمقدوریتہ هو الامکان ولا تمایز قبل الوجود یخصص البعض والاولی التمسک بمثل والله علی کل شیٔ قدیر انتهی شارح مقاصد اسکے ذیل میں فرماتے ہیں ولان المقتضی للقادریۃ هو الذات والمصحح للمقدوریۃ هو الامکان ولا انقطاع لهما وبهذا استدلوا علی شمول قدرة الله تعالی لکل موجود ممکن بمعنی انه یصح تعلقها بہت سے فرق ہے تو یہ ہے کہ معتزلہ کذب و ظلم وجملہ قبائح کو اصل سے مخلوق واجب تعالی ہی نہیں مانتے اور صاحبان معقول مخلوقیت کو تسلیم فرما کر صدور قبائح کو ممتنع بالذات اور غیر مقدور کہہ رہے ہیں چنانچہ یہ امر ملاحظہ کلام ہر دو فریق سے ظاہر ہے جسکا مآل یہ ہے کہ اہل اعتزال کھلم کھلا عباد کو ان امور کے لئے خالق کہتے ہیں اور فریق ثانی حسب ارشاد علما سنت خالق جملہ افعال خیر ہوں یا شر ایزد متعال ہی کو کہتا ہے لیکن اسی کے ساتھ اسکا بھی قائل ہے کہ افعال قبیحہ کو خالق

toobaafoundation.com

ہونے کے یہ معنے ہیں کہ افعال قبیحہ کو جس محل میں چاہتا ہے بواسطہ عباد مخلوق ظاہر فرما دیتا ہے مثلاً کذب کو جس کی زبان سے چاہتا ہے ظاہر کرا دیتا ہے اور بلا واسطے خلایق اسکی ذات پاک سے امور قبیحہ کا مخلوق ہو کر ظاہر ہونا ہرگز ممکن نہیں بلکہ اظہار بلاواسطہ بذات واجب کو غیر قادر اور اظہار مذکور کو غیر مقدور مانا جاتا ہے مگر صاحب نظر صحیح جانتا ہے کہ گو بظاہر یہ صاحب فقط صدور قبایح کو ممتنع بالذات فرماتے ہیں لیکن چونکہ امتناع صدور اور انکار خالقیۃ باہم متعاضد و متلازم ہیں اسلئے امور مذکورہ کو ذات واجب سے ممتنع الصدور کہنے سے انکا بہ نسبت واجب تعالیٰ غیر مخلوق ہونا بھی خواہ مخواہ لازم آئیگا جو کہ مسلک اہل سنت کے صریح مخالف ہے اور امتناع صدور اور انکار خالقیۃ میں استلزام کی بڑی وجہ تو یہی ہے کہ علماے کلام الکسب لا یصح انفراد القادریہ والخلق یصح فرماتے ہیں سو اب اگر ان حضرات کی راے کے مطابق امور مذکورہ کو مخلوق باری اور غیر متصور الصدور کہا جائے تو خلق بھی مثل کسب غیر مستقل فی نفسہ بلکہ محتاج الی الکسب ہوجائیگی علاوہ ازیں معتزلہ نے امور قبیحہ کے غیر مقدور ہونے پر یہ دلیل پیش کی ہے اذ لو کان خلقہا مقدوراً لہ تعالی لجاز صدورہ عنہ واللازم باطل الخ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ کسی شے کا مخلوق و مقدور ہونا اسکے صدور بلاواسطہ کے جواز کو مستلزم ہے وہو المدعی اور حضرت اہل سنت نے جو اسکا جواب دیا ہے تو استلزام مذکور کا انکار ہرگز نہیں کیا بلکہ استلزام مذکور کو مسلم رکھا ہے چنانچہ باب اول میں شرح مقاصد وغیرہ کتب کے حوالے سے یہ جملہ مطالب معروض ہوچکے ہیں تو جب افعال قبیحہ کے تحقق کو ذات واجب کی نسبت ممتنع بالذات مان لیا تو اس کی مقدوریۃ کا انکار بھی خود بخود لازم آجائیگا جو بعینہ مذہب معتزلہ ہے بالجملہ جملہ امور ممکنہ کا مقدور باری ہونا بھی اہل سنت کے نزدیک حق اور مسلم ہے اور ہر ایک مخلوق و مقدور کا فی حد ذاتہ ممکن الصدور کہنا بھی صحیح و درست ہے جس کی وجہ سے صاحب فہم بالبداہۃ سمجھ سکتا ہے کہ جو شے بہ نسبت عبد مقدور اور ممکن الصدور ہوگی حق تعالی کو بالضرور اسکے ایجاد و

toobaafoundation.com

اصدار پر قدرت ہوگی لیکن متبعان سنت کو یہ لازم ہے کہ اس قاعدہ پر جو کوئی خدشہ
ہو سکے مقابلہ میں یہاں بھی احکام نصوص اور مسلمات سلف کو اصل عقیدہ قرار
دیں اور اس خدشہ عقلی کو بہدایۃ عقل دفع فرما دیں یہ نہ ہو کہ مثل فریق اول اس قسم کے
خدشات کی وجہ سے اصول قطعیہ کو ترک کر کے اپنی رائے کو مبنائے عقاید بنا لیویں
اب خیال فرمائیے کہ معروضہ سابق کے موافق چونکہ اہل سنت کا یہ مسلک ہے کہ جملہ
امور ممکنہ مقدور باری ہیں اور جو امور کہ مقدور باری ہیں اُنکو جناب باری بواسطہ اور
بلاواسطہ ہر طرح سے موجود اور محقق فرمانے پر قادر ہے اُن کے ایجاد و اصدار میں
کسی کا محتاج نہیں تو اب اس قاعدہ کلیہ پر بعض حضرات کو بطور عقل یہ خدشہ قوی
خیال میں گذرا کہ اکل و شرب وغیرہ افعال بھی بلاواسطہ ذات واجب سے ممکن الصدور
ہونے چاہئیں وہو باطل بالبداہۃ اب اس خرابی سے بچنے کے لئے ایک فریق
نے تو عموم قدرت ایزد متعال سے جو کہ مسلمہ اہل سنت تھا اعراض کیا اور اس امر
کو تسلیم کر لیا کہ اکل و شرب جیسے افعال اگرچہ اس طور پر مقدور باری ہیں کہ بذریعہ عباد
انکا ایجاد کر دیا جاتا ہے لیکن ایجاد بلاواسطہ کے لحاظ سے افعال مذکورہ غیر مقدور
اور ممتنع بالذات ہیں بلکہ تخلیق و ایجاد واجب ان امور کے تحقق میں کسب عباد کی
محتاج ہیں اور صاحبان نظر سلیم نے خدشہ مذکورہ کی وجہ سے عموم قدرت قدیمہ مسلمہ
اہل سنت میں جس پر نصوص قطعیہ دال ہیں ادنیٰ سی رخنہ اندازی بھی گوارا نہ کی اور
الفاظ موہم نقصان قدرت سے بھی اجتناب کلی کیا اور عموم قدرت باری کو
بجنسہ قایم رکھ کر خدشہ مذکورہ کو بہدایۃ عقل اس طرح پر دفع فرمایا کہ حسب ارشاد اِنَّ اللّٰہ
علٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیرٌ وغیرہ نصوص دالہ علیٰ عموم القدرۃ اہل سنت کے نزدیک قدرت
باری جملہ موجودات کو شامل ہے افعال ہوں یا اجسام جواہر ہوں یا اعراض اس حکم
عام سے اگر مستثنیٰ ہے تو فقط ذات واجب مستثنیٰ ہے سو جو امور ممکنہ موجودہ ایسے ہونگے
کہ اُن کے صدور سے ذات باری تعالیٰ میں تغیر و تصرف لازم آتا ہو انکو تو ممتنع بالذات
کہا جائیگا لیکن جو امور تغیر مذکور کو مستلزم نہونگے وہ اصل کے موافق ممکنات فی ذاتہٖ میں

toobaafoundation.com

داخل رہیں گے سو فعل اکل و شرب چونکہ خواص اجسام اور لوازم ممکنات میں محسوب ہیں اور انکا صدور بلا تحقق جسمیۃ ممکن نہیں اسلئے اُن کے صدور سے بالبداہۃ تغیر عظیم ذات باری میں تسلیم کرنا ہوگا جو کہ ممتنع بالذات ہے تو اب بالضرور افعال مذکورہ احاطۂ امکان سے خارج تسلیم کئے جائینگے بلکہ بشرط تدبر یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ افعال مذکورہ فی نفسہ ممتنعات ذاتیہ میں داخل نہیں ورنہ ممکنات سے بھی انکا صدور محال ہوتا در حقیقت یہ امر ممتنع ذاتی ہے کہ ذات واجب تعالیٰ ان افعال کے لئے محل صدور بنجائے یعنی چونکہ صدور فعل اکل و شرب جسم پر موقوف ہے تو اسلئے ذات واجب سے اُسکا صدور ممتنع ہوگا جسکا حاصل یہ نکلا کہ طعام کی مطعومیت ممتنع نہیں بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کا آکل ہونا ممتنع ہے اور بندہ کا آکل ہونا مقدور باری ہے سو جب مطعومیت طعام فی حد ذاتہ ممکن ہے کسی فاعل یعنے آکل خاص کی وجہ سے یہ امکان اُس میں نہیں آیا فرق اگر ہے تو آکلیۃ میں ہے یعنے آکلیۃ واجب ممتنع اور آکلیۃ عباد ممکن بالذات ہے اور یہ ہر دو امر ایک دوسرے سے جدا اور مباین ہیں اور امر اول غیر مقدور اور ثانی مقدور باری ہے تو اب حقیقت میں مقدور ہی دو ہوگئے پھر یہ کہنا کہ افعال مذکورہ مقدور عباد ہیں اور مقدور واجب نہیں بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ افعال مذکورہ کا امکان ذاتی اصلی ہے اور ہر حال میں یکساں ہے فرق مقدوریۃ و عدم مقدوریۃ اگر ہے تو جانب فاعل سے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان افعال کے غیر مقدور ہونے کی وجہ عدم مقدوریۃ ذات واجب ہے اگر مثل ذات ممکنات ذات واجب بھی مقدور ہوتی تو خلق جسمیۃ و جوارح کی گنجایش ہوتی جو کہ موقوف علیہ اکل و شرب ہے پھر صدور افعال مذکورہ مثل ذات ممکن واجب سے بھی ممکن ہوتا اور کذب میں چونکہ تصرف و تغیر فی ذات الواجب لازم نہیں آتا اسلئے ممکنات ذاتیہ میں داخل رہا۔ زیادہ تحقیق منظور ہے تو سنئے یہ امر بدیہی ہے کہ جملہ افعال اور اوصاف کے لئے جیسے فاعل اور مصدر ضروری ہے ایسا ہی مفعول اور محل بھی لابدی ہے۔ اور جب کسی وصف یا فعل میں امتناع آتا ہے تو بالضرور احد الطرفین مذکورین کی وجہ

toobaafoundation.com

سے آتا ہے سو اگر مفعول اور محل کی وجہ سے فعل مذکور ممتنع ہو اور امتناع میں کسی فاعل
کی خصوصیت کو دخل نہ ہو یعنی خود ذات محل میں قبول فعل مذکور کی قابلیت و استعداد
نہ ہو جیسے جمع اور اجتماع نقیضین یا عدم و اعدام واجب الوجود یا وجود و ایجاد شریک
الباری تو فعل مذکور ممتنع بالذات سمجھا جاتا ہے اور اگر محل تو قابل قبول فعل ہو لیکن
کسی وجہ سے اسکا صدور ذات فاعل سے ممنوع ہو یعنی تحقق امتناع فعل مذکور میں
خصوصیت فاعل کو دخل ہو تو اس کی دو صورت ہیں کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ فاعل خاص
سے فعل مذکور کے صدور میں محاذیر ثلثہ امتناع ذاتی جو مقدمہ اولیٰ میں عرض کر چکا
ہوں ان میں سے کوئی لازم آجاتا ہے یعنی سلب الشئ عن نفسہ یا تخلف ذاتیات
عن الذات یا انفکاک لازم الذات عن الذات میں سے کوئی صورت پیش آجاتی
ہے جیسے افعال اکل و شرب کا صدور ذات واجب سے یا خلق جواہر و اجسام کا
تحقق ذات ممکنہ سے کیونکہ اثبات لوازم ذات للذات جیسا حمل اولی کو متضمن ہے
اسی طرح پر سلب لوازم ذات عن الذات سلب حمل اولی یعنی سلب الشئ عن نفسہ
کو مستلزم ہے تو جیسا الاربعۃ فرد الاربعۃ لیست باربعۃ کو مستلزم ہو رہا ہے اسی طرح پر
الواجب اکل الواجب لیس بواجب کو اور الممکن خالق الممکن لیس بممکن کو مستلزم
ہوگا تو اس صورت کو بھی اگرچہ توسعاً ممتنع بالذات کہہ سکتے ہیں مگر نظر حق شناس اسکو
خلاف حقیقت سمجھتی ہے ہر ایک عاقل ادنی توجہ میں سمجھ سکتا ہے کہ اس صورت
اور صورت سابقہ کے امتناع میں فرق بین اور بون بعید ہے حق یہ ہے کہ قسم اول
میں جیسا اجتماع النقیضین و وجود شریک الباری وغیرہ کو ممتنع لذاتہ قرار دیا تھا قسم
ثانی میں اکل و شرب واجب تعالی کو ممتنع لذاتہ کے عوض ممتنع لذات الفاعل کہا جائے
چنانچہ صاحب مسلم اور شارح مواقف وغیرہ علماء کلام کے ارشاد سے بھی یہی معلوم ہوتا
ہے کہ یہ قسم ممتنعات ذاتیہ سے خارج ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ صدور فعل مذکور ذات فاعل
سے تو متصور ہے اور محاذیر ثلثہ مذکورہ میں سے کوئی صورت پیش نہیں آتی لیکن
امر آخر صدور مذکور کو مانع ہو رہا ہے جیسا قول غیر صادق یا فعل خلاف عدل و حکمت

toobaafoundation.com

مثل تعذیب مطیع و مغفرت مشرک بالنظر الی ذات الواجب ممکن و مقدور ہیں اور انکی
فرض وقوع سے کوئی خرابی ہر سہ خرابی مذکورہ بالا میں سے لازم نہیں آتی اگر آئے گی
تو مثل قضیہ عمر نبی یا ابوجہل مومن بواسطہ کوئی خرابی لازم آئیگی جسکا ماحصل وہی امتناع
بالغیر نکلتا ہے چنانچہ اسکی تحقیق مقدمہ کتاب اور تمہید میں عرض کرچکا ہوں سو اس قسم اخیر
کو ممتنع بالغیر بلکہ ممتنع لغیر الذات و غیر الفاعل کہنا مناسب ہے الحاصل اقسام ثلثہ مذکورہ
میں حسب قسم اول ممتنع بالذات اور ثانی ممتنع لذات الفاعل اور ثالث ممتنع لغیر الذات
ولغیر ذات الفاعل ہوئی تو اول کو غیر مقدور اور ثالث کو مقدور اور ثانی کو من جہۃ الذات
مقدور اور من جہۃ الفاعل غیر مقدور کہنا لازم ہے اور فعل اکل و شرب قسم ثانی میں اور
کذب متنازع فیہ حسب معروضہ بالا قسم ثالث میں داخل ہے کیونکہ فعل مخالف
عدل و حکمت اور قول مخالف صدق کے لئے ذات ایزد متعال کسی طرح محل نہیں
ہوسکتی جو ان کی وجہ سے تغیر فی الذات لازم ہو ان کی وجہ سے تغیر اور تصرف لازم آئیگا
تو افعال اور کلام لفظی میں آئیگا جنکو نہ عین ذات کہہ سکتے ہیں اور نہ لوازم ذات بلکہ
مفعولات و مخلوقات میں شمار ہوتے ہیں جنکے مقدور و مخلوق ہونے میں ادنی تامل
بھی اہل عقل کو نہیں ہوسکتا پھر اس بون بعید پر کذب و اکل کو یکساں سمجھنا اور باہم
مقیس اور مقیس علیہ بنانا بالکل خلاف تدبر ہے کون نہیں جانتا کہ درصورت اکل
اگر ماکولات میں یہ تغیر ہوتا ہے کہ ایک موقع سے منتقل ہوکر دوسرے موقع میں پہنچ
جاتے ہیں تو خود آکل میں بھی یہ تصرف ضرور ہوتا ہے کہ بذریعہ حلق و دہن کسی چیز کو
شکم میں داخل کرنا پڑتا ہے پھر ذات پاک ایزد ذوالجلال میں جو کہ جوارح جسمیہ اور
جمیع تغیرات سے منزہ ہے اسکا تحقق کیونکر متصور ہوسکتا ہے جس سے ہر فہیم
بالبداہۃ سمجھ سکتا ہے کہ فعل اکل کے ممتنع الوقوع ہونے کی یہ وجہ ہرگز نہیں کہ ماکولات
قدرت قدیمہ سے خارج ہیں بلکہ اسکے امتناع کی یہ وجہ ہے کہ ذات باری قدرت قدیمہ
سے خارج ہے اور ذوات عباد چونکہ مقدور و مخلوق ہیں اسلئے ان میں نہ خلق جوارح
محال اور نہ صدور اکل وغیرہ میں کوئی استحالہ تو اب یہ کہنا کہ فعل اکل و شرب مقدور عباد

toobaafoundation.com

ہے اور قدرت قدیمہ سے خارج ہے ظاہر بینوں کا کام ہے حقیقۃ الامر یہ ہے کہ ذات واجب چونکہ مقدور نہیں اسلئے افعال مذکورہ کا صدور اُس سے ممنوع ہے اور ذوات ممکنات چونکہ مقدور و مخلوق ہیں اس وجہ سے فعل اکل وغیرہ کا صدور ان سے ممکن ہے بخلاف کذب متنازع فیہ اور فعل خلاف عدل و حکمت کے کیونکہ یہاں نہ ذات محل قبول تاثیر فاعل سے منکر اور نہ ذات فاعل ایجاد و تاثیر سے آبی ذات محل کا قبول تاثیر سے منکر نہونا تو اسی سے ظاہر ہے کہ وہ منجملہ ممکنات ذاتیہ اور مخلوقات ہیں اور ذات فاعل کا ایجاد و تاثیر سے آبی نہ ہونا اس سے ہویدا ہے کہ درصورت ظہور تاثیر کوئی تغیر و تصرف مستحیل ذات قدیم میں لازم نہیں آتا حکمت و تقدس کا قدرت سے جدا قصہ ہے بخلاف صورت اولے کے کہ وہاں ذات محل ہر چند قبول تاثیر سے انکار نہیں کرتی کیونکہ اکل و شرب میں تو فقط انتقال من محل الی محل آخر ہی ہوتا ہے تصرفات عظیمہ جتنے کہ ایجاد و اعدام تک قدرت قدیمہ سے اسپر طاری ہوتے ہیں پھر محل کو غیر قابل قدرت واجب کے نسبت کون عاقل کہہ سکتا ہے البتہ ذات فاعل چونکہ مقدور نہیں اسلئے افعال معلومہ کا صدور ممتنع ہو رہا ہے اور بغیر تصرف فی ذات الفاعل ان افعال کی تحقق کی کوئی صورت نہیں چاہئے غور ہے کہ ابو القاسم بلخی افعال ممکنہ کے مقدور باری ہونے کا منکر نہیں ہاں مثل فعل عبد کو غیر مقدور کہتا ہے اور وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ فعل عبد یا طاعت ہوتا ہے یا معصیت یا سفہ اور فعل باری میں اسکی گنجایش نہیں سو اہل سنت باوجودیکہ فعل واجب کو معصیت و طاعت وغیرہ سے منزہ اور مبرہ ہے مانتے ہیں مگر اس کی وجہ سے اسکو تسلیم نہیں کرتے کہ مثل فعل عبد مقدور باری نہیں بلکہ قول بلخی کی تردید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امور اعتباریہ تماثل فی الماہیۃ کے منافی نہیں علماے زمانہ حال سے تو کیا عجب ہے کہ بلخی کے ہمصفیر ہو جائیں انہوں نے تو فقط مماثلت ہی کا انکار کیا تھا یہ صاحب تو جملہ افعال جوارح اور افعال قبیحہ کو بالکلیہ غیر مقدور فرما رہے ہیں **شعر** اینکہ بغیضی نظر دوست کرد ؛ حیف کہ آن دشمن جانی کند ؛ اور فرق معروضہ احقر کے بعد جملہ افعال جوارح کے ممتنع الصدور ہونے کی کیفیت

toobaafoundation.com

ادنیٰ تامل سے ظاہر ہوسکتی ہے اور قدرت کاملہ قدیمہ میں شائبہ نقصان بھی متوہم نہیں
ہوتا اور مابین کذب مذکور وافعال اکل وشرب وغیرہ فرق ظاہر معلوم ہوتا ہے فعل اکل وشرب
وغیرہ حسب معروضہ سابق مقدوریۃ ذات واجب اور سلب وجوب عن ذات الواجب
کو مقتضی ہے جو کہ مستحیلات ذاتیہ میں محسوب ہیں اور جملہ غیر مطابق للواقع کے انعقاد
وتنزیل میں کوئی تغیر وتصرف ذات واجب تعالیٰ میں لازم نہیں آتا اور جب حق تعالیٰ
کا متکلم ہونا مسلم ہے تو نفس تکلم میں سب قضایا مساوی ہیں صادقہ ہوں یا غیر صادقہ
معنے تکلم دونوں جگہ یکساں ہیں حالت قیام زید میں جب حق تعالیٰ کو جملہ زید قایم کے
تکلم پر قدرت ہے اور اُس کی وجہ سے کوئی تغیر ذات باری میں ظاہر نہیں ہوتا۔ تو
اب انصاف کیجیے کہ حالت قعود زید میں وہ امکان ذاتی مبدل بامتناع ذاتی کیونکر
ہوسکتا ہے ورنہ انقلاب ذاتی کا قایل ہونا پڑیگا اور مثل بلخی بوجہ اختلاف اعتبارات
تماثل ماہیۃ کا انکار کرنا لازم آئے گا سو حالت قعود میں بالفرض اگر جملہ مذکور کو جناب باری
منعقد اور نازل فرماوے تو کونسا تغیر ذات واجب میں لازم آئیگا البتہ بوجہ حکمت
وتنزہ جناب باری جملہ مذکورہ کا ممتنع ہونا مسلم وہو المطلوب الحاصل مولانا شہید رحمہ
اللہ علیہ کا یہ استدلال عقلی بدیہی سراسر حق ہے اور شبہ مذکور کا مبنے سوء تدبیر یا التعصب
ہے پھر تعجب یہ ہے کہ اس خوش فہمی پر حضرت مولانا شہید کے استدلالات کو مخموران
نشہ فلسفہ اغلوطات سے تعبیر فرماتے ہیں جس سے علاوہ خوش فہمی کے ادب وعظمت
اکابر دین بھی مترشح ہے ولنعم ما قال العارف **بیت** از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب ۔ دوسرا خدشہ جو مولف ثانی نے استدلال مذکور پر
پیش کیا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اگر عقد کلام کاذب پر قدرت ہے تو اپنے
کلام پر قدرت ہے حق تعالیٰ کی کلام پر تو قدرت نہیں اور حق تعالیٰ کی قدرت سے
اگر خارج ہے تو کلام جناب باری خارج ہے اور دونوں کلام متبائن فی الحقیقۃ ہیں
اور کمی زیادتی دو قدرتوں میں مقدور واحد کے اعتبار سے محقق ہوتی ہے اور جب مقدور
ہی متبائن ہیں تو پھر اس تفاوت کے ظہور کی کوئی صورت نہیں اقول حاصل اس خدشہ

toobaafoundation.com

کی فقط یہ امر ہے کہ مولف نے کلام انسانی اور کلام ربانی کو مختلف الحقیقت و متبائن
النوع قرار دے کر اول کو مقدور عبد اور ثانی کو غیر مقدور باری کہا ہے اسلئے اسکے
جواب میں اتنا ہی کہدینا کافی ہے کہ یہ غلط ہے کیونکہ اگر کلام مذکور سے مؤلف
کی غرض کلام نفسی ہے جو کہ صفات وجودیہ ذاتیہ میں معدود ہے تو اُسکا متبائن فی
النوع ہونا مسلم مگر اسکو کیا کیجئے کہ وہ مبحث سے خارج ہے اور اگر کلام لفظی مراد ہے تو
اسکا اختلاف نوعی غیر مسلم پہلے اُسکا اختلاف نوعی کسی دلیل قوی سے ثابت کرنا چاہئے اسکے بعد کسیکے الزام
دینے کی امید کرنی مناسب ہے علاوہ ازیں یہ ننگ اہل سنت مقدمہ سویم کے ضمن
میں اس امر کو ثابت کر چکا ہے کہ صفات حقیقیہ ذاتیہ واجب تعالیٰ تو بیشک صفات
ممکنات سے مغایر فی الحقیقہ ہیں جیسے علم و قدرت وغیرہ لیکن صفات سلبیہ اور
اور صفات فعلیہ میں بجائے مخالفت مذکور اتحاد موجود ہے جیسے سلب جسمیتہ و
جوہریتہ یا ثبوت تعذیب و مغفرت و عدل و صداقت اور یہ بھی معروض ہو چکا ہے
کہ کذب متنازع فیہ صفات ذاتیہ میں داخل نہیں بلکہ صفات فعلیہ میں داخل ہے
پھر کلام لفظی حق تعالیٰ اور کلام انسانی کو بلا دلیل مختلف النوع کہنا کیونکر قابل تسلیم
سمجھا جاسکتا ہے البتہ کیفیت تکلم میں فرق مسلم ہے مگر اُس سے حقیقت کلام میں
فرق لازم نہیں آتا مع ہذا یہ امر بدیہی ہے کہ کلام لفظی واجب کی لیجئے یا ممکنات کی اُسکے
مفردات یہی حروف تہجی ہیں جن کی حقیقت کلام ربانی و انسانی ہر دو میں یکساں ہے
یہ نہیں کہ جو الف با تا کلام لفظی واجب تعالیٰ کے اجزا ہیں اُن کی حقیقت کچھ اَور ہے
اور جو کلام ناس کے اجزا ہیں اُن کی حقیقت کچھ اور ہے اگر فقط اضافات و اعتبارات
کے تغیر سے اختلاف نوعی لازم آتا ہے تو کلام ممکنات میں بھی بوجہ تغیر مذکور باہم اختلاف
نوعی ماننا پڑیگا بلکہ جملہ افعال منسوبہ الی الواجب اور منسوب الی الممکنات میں بوجہ مذکور
تغایر حقیقی ماننا ضرور ہوگا اور کسی فعل کے مقدور عبد ہونے کی وجہ سے مقدور واجب
ہونے پر استدلال نہو سکیگا حالانکہ علماء معتبرین کی کلام میں استدلال مذکور متعدد مواقع
میں موجود ہے شرح مواقف میں بحث صدق کلام باری میں فرماتے ہیں فانا نعلم

toobaafoundation.com

بالضرورة ان من علم شیئًا امکن لہ ان یخبر عنہ علیٰ ماھو علیہ
دیکھئے حق تعالیٰ کی نسبت قدرۃ علی الصدق بالقیاس علی قدرۃ العباد ثابت
فرماتے ہیں اور مولف مذکور کی بات تسلیم کی جاوے تو یہاں بھی یہی اعتراض ہوگا کہ
کلام باری اور کلام انسانی چونکہ مختلف النوع ہیں اسلئے ایک کے مقدور للعباد ہونے
سے دوسرے کا مقدور باری ہونا ثابت نہیں ہوسکتا حالانکہ عبارت مذکورہ کو مولف
نے خود اپنے استدلال میں ذکر کیا ہے اور اس سے بھی عجیب یہ امر ہے کہ عبارت مذکورہ
پر بطور اعتراض فاضل چلپی فرماتے ہیں انا نعلم بالضرورۃ ان من علم شیئًا
امکن لہ ان یخبر عنہ لا علی ماھو علیہ دیکھئے خود کذب کی نسبت یہ
کہتے ہیں کہ اسکا مقدور باری ہونا بدیہی ہے اور وجہ بداہۃ وہی قیاس مذکور ہے
پھر اسکے جواب میں فاضل موصوف کہتے ہیں اجیب عنہ بان قولہ من علم
شیئًا الخ ممنوع ودعوے الضرورۃ غیر مسموعۃ اذ لیس الکلام
فی الصدق والکذب اللفظیین حتی یمکنہ ذلک بل فی النفسانیین الخ
اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صدق و کذب لفظی میں یہ قیاس مسلم ہے تو اب
مولف مذکور کا یہ کہنا کہ دونوں کلامیں حقیقت میں متبائن ہیں اور در صورت تبائن
ایک کے مقدور عباد ہونے سے دوسرے کا مقدور باری ہونا لازم نہیں آتا صریح
اقوال علماء کے بھی مخالف ہے اب بجز اسکے کہ مؤلف مذکور اپنی عادت کے موافق
محقق شریف اور فاضل چلپی اور دیگر علماء کی بلا دلیل تغلیط کریں اور کوئی صورت سمجھ
میں نہیں آتی اور اس امر سے قطع نظر کر کے کہ یہ قول بداہۃ عقل و مسلمات علماء کے
مخالف ہے اس صورت میں یہ خرابی اور لازم آئیگی کہ جملہ صفات اضافیہ یعنے افعال
باری کو افعال عباد سے مختلف الحقیقۃ مانکر جس فعل ممکن و مقدور عبد کو چاہئے بسطور پر
قدرت قدیمہ سے خارج کر لیجئے اور یہی دلیل پیش کر دیجئے کہ صفات واجب فی ذاتیہ ہوں
یا اضافیہ جنکو افعال سے تعبیر کیجئے صفات و افعال ممکنات سے مغائر بالذات ہیں
اسلئے مقدور ہی وہ ہوگئے اور در صورت تعدد مقدور موازنہ بین القدرتین نکر ہوسکتا ہے

toobaafoundation.com

حالانکہ بلخی کے مقابلہ میں تردید اہل سنت جو خدشہ اول کے جواب میں عرض کر چکا ہوں
مغایرت مذکورہ کے بطلان کے لئے کافی ہے شرح مواقف و شرح مقاصد
وغیرہ میں بجواب بلخی مذکور ہے فالمقدور فی نفسہ حرکات وسکنات و
تلحقہ ھذہ الاحوال والاعتبارات بحسب قصد العبد و داعیتہ
ولیست من لوازم الماھیۃ فانتفائھا لا یمنع التماثل انتہی اس عبارت
سے صاف ثابت ہے کہ اہل سنت کے نزدیک افعال واجب اور افعال عباد متماثل
فی الحقیقۃ ہیں اور عقد کلام لفظی کا صفات اضافیہ فعلیہ میں محسوب ہونا مکرر معروض ہو چکا
ہے تو پھر ہر دو کلام کو مخالف فی النوع کون تسلیم کر سکتا ہے اور اگر بپاس خاطر صاحب
معقول ان سب خرابیوں سے قطع نظر کر کے ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ کلام لفظی واجب
تعالی اور کلام ممکنات متباین فی الحقیقۃ ہیں تو اس سے فقط نفس کلامین کا مختلف ہونا
لازم ہوگا صدق وکذب جو کہ کلام کے اوصاف عارضہ ہیں اُن کا مختلف ہونا کسی طرح
قابل تسلیم نہ ہوگا اور یہ امر یوں بھی بدیہی ہے کہ صدق وکذب مطابقت وعدم مطابقت
کلام کو کہتے ہیں کلام واجب ہو یا کلام ممکن اور یہ امر بھی کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا
کہ کلام صادق اور کلام کاذب مختلف الحقیقت ہیں سب جانتے ہیں کہ کلام واحد
اضافات واعتبارات مختلفہ کی وجہ سے کبھی صادق ہو جاتی ہے اور کبھی کاذب اور
جب یہ ہر دو امر ثابت ہو چکے کہ کذب منسوب الی الواجب اور منسوب الی الممکن
کی حقیقت واحد ہے ادھر کلام صادق اور کلام کاذب متحد بالذات والنوع ہیں تو
اب یہ فرق کرنا کہ بوجہ اختلاف نوعی انسان اپنے کلام کاذب کے انعقاد پر قادر رہے
اور واجب تعالی اپنے کلام کاذب پر قادر نہیں بالکل لغو ہو گیا کیونکہ یہ نزاع فقط کلام
کاذب میں ہے کلام صادق لفظی کے عقد وانزال کو تو کوئی غیر مقدور للباری نہیں کہتا
سو جب عقد کلام صادق مقدور باری ہے اور کلام صادق وکاذب متحد بالذات ہیں
تو کلام کاذب کے مقدور ہونے میں کیا تامل باقی رہ گیا مثلاً جب انعقاد قضیہ کورہ
زید قایم کو مقدور باری مان لیا اور حالت قیام زید وقعود زید میں جملہ مذکورہ کی حقیقت میں

toobaafoundation.com

کوئی اختلاف نہیں تو ایک حالت میں اسکو ممکن بالذات اور دوسرے موقع میں ممتنع بالذات
ہونے کی کیا صورت ہوگی تاوقتیکہ کلام صادق و کلام کاذب کو متغایر بالذات نہ کہا جاویگا
اسوقت تک کلام صادق کو ممکن اور کلام کاذب کو ممتنع بالذات کہنا کسی طرح درست نہوگا
حالانکہ تغایر مذکور باطل ہے بلکہ بالبداہتہ یہ امر قابل تسلیم ہے کہ جیسا انسان بوجہ قدرت علی
الکلام کسی جملہ کو ہر دو حالت مطابقت و عدم مطابقت میں بول سکتا ہے ایسا ہی واجب تعالی
بحیثیت قدرت اپنے کلام لفظی کو ہر ایک حالت میں عقد و انزال فرما سکتا ہے اگرچہ
بالفرض کلام لفظی واجب و ممکن متباین الحقیقت ہوں اب بجز اسکے کوئی مفر نہیں معلوم
ہوتا کہ کلام لفظی صادق کے عقد پر بھی ذات واجب تعالی کو قادر نہ مانا جاوے اور عجب
نہیں کہ بمقتضائے الضرورات تبیح المحظورات کوئی صاحب یہ بھی تسلیم کرلیں کہ کلام لفظی
صادق بھی غیر مقدور ہے مگر اول تو جواب اول مذکور سابق کا کیا جواب دوسرے اوامر
ونواہی شرعیہ جو کہ کلام لفظی سے مستفاد ہیں اور بالاتفاق مقدور و مراد باری ہیں ان سبکا
غیر مقدور ہونا لازم آئیگا تیسرے علماء کلام دربارہ کلام الٰہی جو بل انما یصیر احد
تلك الاقسام عند التعلقات وذلك فيما لا يزال واما في الازل فلا
انقسام اصلا اور الحادث هو التعلق وغیرہ فرما رہے ہیں جس سے صاف ظاہر
ہے کہ تعلقات کلام حادث ہیں اور خبریتہ و انشائیتہ بالبداہتہ بعد تعلق مذکور متحقق ہوتی
ہے اسکے بعد کہیں صدق و کذب کی گنجایش ہوگی ان عبارات کا بھی کوئی محمل صحیح
نکلیگا یا محض تغلیط ہی سے کارروائی ہوگی کیونکہ بذریعہ عبارات سابقہ یہ امر ظاہر ہوتا ہو
کہ صدق و کذب کلام باری میں حادث ہے اور جملہ حوادث کا ممکن و مقدور باری ہونا سبکے
نزدیک مسلم ہے پھر باوجود اسکے کسی صاحب کا بالعکس یہ فرمانا کہ کلام لفظی صادق بھی
مقدور باری نہیں کیونکر صحیح سمجھا جائیگا الحاصل خدشہ ثانیہ مولانا شہید کے استدلال
پر پیش کرنا سراسر بے اصل اور مفاسد عدیدہ کو متضمن ہے اگر ان سب کی اصلاح نہو سکے
تو معترض کے ذمہ اول یہ امر تو تصحیحاً للاعتراض ضروری ہے کہ منجملہ شقہائے ثلثہ میں جن دو
امروں کا دعوی کیا ہے اسکو مدلل کر دیا جائے اول تو یہ کہ کلام لفظی واجب و ممکن کو متباین

toobaafoundation.com

النوع ہونے کی کیا وجہ دوسرے درصورت تسلیم تباین مذکور فقط کلام کاذب کے غیر مقدور
اور ممتنع بالذات ہونے کی کیا صورت تاوقتیکہ یہ دونوں امر محقق نہونگے بروے انصاف
خدشہ مذکورہ کی جوابدہی ہمارے ذمہ نہ ہوگی اور یہ ہیچمدان تو تبرعًا ہر دو امر کی تغلیط مدلل
عرض کر چکا ہے پھر اس شوخ چشمی کو دیکھئے کہ ایسی دعاوی غیر مدللہ بلکہ باطلہ کے بھروسے
ایسے راسخین فی العلم کے استدلالات کو اغلوطات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور
عباد اللہ المخلصین کو سب و شتم سے یاد کیا جاتا ہے ولنعم ما قال العارف بیت چوں
خدا خواہد کہ پردہ کس درد * میلش اندر طعنۂ پاکاں برد * تیسرا خدشہ جو مؤلف مذکور نے
استدلال مرقومہ حضرت مولانا شہید پر پیش کیا ہے اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو عقد
کلام کاذب پر قادر کہنے سے اگر یہ مراد ہے کہ انسان قضیہ کاذبہ کا خالق ہے تو بالبداہتہ
غلط ہے کیونکہ اہل سنت کے نزدیک افعال عباد کا خالق حق تعالی شانہ ہے اور اگر یہ
مطلب ہے کہ انسان اُسکے لئے کاسب ہے تو مسلم مگر اب یہ کہنا کہ اگر حق تعالی شانہ
کلام کاذب پر قادر نہ ہوگا تو قدرت انسانی قدرت ربانی سے زاید ہو جائیگی بالکل غلط
ہو جائیگا کیونکہ اس صورت میں تو یہ مطلب ہوا کہ کلام کاذب کے لئے بندہ کاسب
ہے اور حق تعالی اُسکا خالق نہیں اور کسب اور خلق میں فرق ظاہر ہے خلق سے کسب
سہل اور ادون ہے قدرت بشر کا قدرت رب اکبر سے زاید ہونا تو جب لازم آتا کہ
جو قدرت ذات واجب سے مسلوب کی جاتی ہے وہی قدرت بعینہ انسان کو نسبت
کلام کاذب حاصل ہوتی اور یہاں قدرت علی الخلق جسکو قدرت حقیقیہ اور قدرت
تامہ کہیئے اُسکو ذات واجب سے مسلوب مانا ہے اور قدرت کاسبہ جسکو قدرت
مجازی اور قدرت ناقصہ کہیئے اسکو انسان کے لئے ثابت کیا ہے پھر قدرت بنی
آدم قدرت خالق عالم سے کیونکر زاید ہو سکتی ہے اقول یہ تو قدرت خداوندی کیا ہوئی نعوذ
باللہ نواب صدیق الحسن خان صاحب کی نوابی ہوگئی بوجہ خطاب نوابی لقب مولویت سے
کنارہ کشی کی ٹھنی بوجہ معزولی جب خطاب نوابی سے بھی معزول ہوگئے تو اب نواب رہے
نہ مولوی محض صدیق الحسن خان رہگئے ایسے ہی بوجہ کمال قدرت حق تعالی کے لئے قدرت

toobaafoundation.com

علی الخلق تسلیم کرکے اُسکی ذات پاک کو کسب سے جس میں واسطہ الات کے احتیاج ہوتی ہے
منزہ مانا گیا تھا اب علماء معقول نے بہ نسبت کذب وغیرہ قدرت علی الخلق کا بھی انکار کر دیا
اسلئے کسب باقی رہا نہ قدرت بندہ کو قدرت ناقصہ یعنی اختیار کسب تو اُن افعال پر حاصل
ہے ذات واجب کے لئے تو نہ قدرت کاملہ یہاں موجود ہے نہ قدرت ناقصہ افسوس ہے
کہ حقیقت شناسان معقول نے یہ عجب انداز اختیار کیا ہے کہ خلاف مذہب اہل سنت طرح
طرح سے عموم قدرت باری میں رخنہ اندازی کی جاتی ہے اور اصطلاحات معقول کے ذریعہ
سے بلا تدبر بتصریحات علماء اسلام کے خلاف پر کمر باندھی جاتی ہے کہیں فرقہ نظامیہ کے
ہمصفیر بنگئے کہیں جوش علمی میں آکر ابو القاسم بلخی اور اُسکے اتباع سے بھی کچھ آگے
بڑھ گئے حقیقت میں فرق مذکورہ کو بھی اتباع واعتماد عقل نے ہی اس خرابی میں مبتلا
کیا چنانچہ شروع رسالہ میں احقر اس امر کی تشریح کر چکا ہے مقتدایان اسلام نے انہیں وجوہ
سے لوگوں کو توغل فلسفہ بلکہ خوض علم کلام سے بھی روکا ہے شارح عقاید فرماتے ہیں
والمنع عنه فانما هو للمتعصب فی الدین والقاصر عن تحصیل الیقین
والقاصد الی فساد عقاید المسلمین والخایض فیما لا یفتقر الیه من
غوامض المتفلسفین انتهی ۔ دیکھئے تدقیقات فلسفیہ کی شہرت سے تو اکابر نے
علم کلام سے بھی لوگوں کو روکا ہے اور فلسفہ کی قباحت میں تو بکثرت اکابر کے اقوال موجود
ہیں یہ حضرات اقوال سلف اور نصوص شرعیہ کو اصل عقاید بنا کر نظر عقل کو اُسکا متبع اور
خادم کرتے تو ان وساوس کی وجہ سے کسی خرابی میں ہرگز مبتلا نہ ہوتے بلکہ بہدایۂ عقل
ان وساوس کو دفع فرماتے اور اتباع سلف سے سرمو بیرون نہ ہوتے اور امر متنازع فیہ میں یہی
سی بات یہی خیال فرما لیتے کہ کذب مذکور ممتنع بالذات ہے تو مقدور عباد ہونے کے کیا معنے
اور ممکن بالذات ہے تو قدرت قدیمہ سے خارج ہونے کی کیا صورت اور اکل و شرب وغیرہ
افعال جوارح کا خدشہ یا کلام لفظی واجب در کلام ممکنات کے تغائر نوعی کا شبہ گندا تھا تو بذریعہ
عقل حق شناس اُسکے ازالہ کی فکر فرماتے تھے چنانچہ احقر ہر دو امر کی نسبت عرض کر چکا ہے
یہ مناسب نہ تھا کہ شبہات مذکورہ کی وجہ سے قضیہ عموم قدرت ہی میں تخصیصات غیر مسلمہ

toobaafoundation.com

جاری ہونے لگیں اور بوسیلہ عقل شبہات مذکورہ کی تائید و تقویت میں سعی کرنے لگیں اور نیز
یہ امر بھی ثابت ہوچکا ہے کہ کلام صادق و کاذب میں اتحاد ذاتی اور تغایر اعتباری ہے پس
جب بحالت صدق اس میں امتناع ذاتی نہ تھا تو حالت کذب میں کلام مذکور میں امتناع
ذاتی کیونکر پیدا ہو گیا جسکو انقلاب ذاتی مستحیل کہتے ہیں اور کسب و خلق کے فرق سے
اگر یہ مان لیا جائے کہ ایک شے مقدور عبد اور غیر مقدور للباری ہوسکتی ہے تو مثل خدشہ
سابق یہاں بھی یہ خرابی لازم آئیگی کہ کسی فعل کا مقدور عبد ہونا مقدور باری ہونے کو مستلزم
نہ ہوگا اور مقدور عبد ہونے کی وجہ سے مقدور واجب ہونے پر استدلال نہ ہوسکیگا حالانکہ کلام
علما میں استدلال مذکور موجود ہے کما مر آنفا ساری خرابی کی وجہ یہ ہے کہ معنی خلق و کسب
میں تدبر نہیں کیا اگر حقیقت خلق و کسب کو سمجھتے تو ایسی بات کبھی نہ فرماتے خلق میں اعطاے
وجود ہوتا ہے اور کسب میں مباشرت اسباب جنکی وجہ سے بطریق جری عادت خالق
کائنات کی طرف سے ابتداءً افاضہ وجود کی نوبت آتی ہے چنانچہ کتب کلامیہ میں موجود
ہے افعال العباد الاختیاریۃ واقعۃ بقدرۃ اللہ تعالی وحدھا و
لیس بقدرتھم تاثیر فیھا دوسرے موقع میں فیخلق اللہ الفعل عقیبھا
عادۃً موجود ہے کہیں یستند جمیع الممکنات الی اللہ تعالی ابتداءً مذکور
ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ قدرت باری عز اسمہ دربارہ خلق کسب عباد کے
اصلا محتاج نہیں بلکہ کسب تحقق مطلوب میں خلق کا محتاج ہے چنانچہ کلام علماء اہل سنت
میں یہ امر صریح موجود ہے کیونکہ موثر حقیقی قدرت و خلق واجب تعالی ہے اور کسب عباد
فقط سبب عادی ہے تو اب یہ امر محقق ہوگیا کہ خلق اشیاء اور وجود ممکنات کے لئے قدرت
و خلق واجب علت مستقلہ ہے اور مباشرت اسباب یعنی کسب عباد محض سبب ظاہری
ہے تو اب کسی ممکن ذاتی کو غیر مقدور باری کہنا یا قدرت جناب باری کو اس کے ایجاد
میں محتاج کسب سمجھنا کیونکر عند العقلاء مسموع ہوسکتا ہے بالجملہ کسی امر کو مقدور یعنی مکتسب
عباد کہنا اور مقدور باری نہ کہنا اور یہ سمجھنے قدرت میں تفاوت نکالا اس کی تصحیح نہ کرنا
سراسر عقل سلیم اور اقوال قطعیہ شرعیہ کے مخالف ہے دیکھئے فاضل چلپی فرماتے ہیں

toobaafoundation.com

ان كل موجود سوى صفاته تعالى واقع بقدرته ابتداء بحيث لا موثر فيه سواه وان توقف تاثيره في البعض على شرط كتوقف ايجاده للعرض على ايجاده لمحله لامتناع قيامه بنفسه وسيجيئ في مباحث التوليد ان الاحتياج في الحقيقة للعرض لا ان سبحانه محتاج في ايجاده الى شيئ فلا محذور انتهى شارح مواقف فرماتے ہیں والتحقیق انه لا محذور لان الاحتیاج في الحقيقة راجع الى الفعل المتولد والعرض دیکھئے عموم قدرت باری اور استغناء ذات واجب پر جو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ خلق باری مثلاً ایجاد اعراض میں تحقق جواہر کی محتاج ہے اسکی وجہ سے حضرات اہل سنت نے یہ نہیں کیا کہ اس احتیاج کے قائل ہو جاتے یا عموم قدرت قدیمہ میں کسی تخصیص کو قبول فرما لیتے بلکہ یہ کیا کہ عموم مذکور اور استغناء معلوم کو علی حالہ رکھ کر اُس احتیاج کو اعراض اور فعل متولد کی طرف راجع کیا بشرط تدبر و انصاف ان عبارات سے ہر سہ خدشہ مذکورہ کی بیخکنی ہوتی ہے اہل معقول نے مانہ جال فیہ جیسا فعل اکل و شرب کی وجہ سے قدرت باری کے عموم میں تخصیص کر لی تھی یا خلق و کسب کے تفاوت کی وجہ سے بعض افعال کو صراحۃً قدرت قدیمہ سے خارج کر دیا تھا ایسا ہی ضرور خلق افعال متولدہ اور اعراض میں ذات واجب کی احتیاج کے قائل ہو جاتے خیر اب بھی کچھ نہیں گیا مقتضائے ایمانی اور تقاضاء انصاف یہی ہے کہ بعد تنبیہ قبول حق میں چون و چرا نہ ہو مگر کیا عجب ہے جو بعض حضرات ہماری مخالفت کی وجہ سے فاضل چلپی اور شارح مواقف کی تردید پر کمر بستہ ہوں لیکن ہمارا اس میں کچھ نقصان نہیں ہمکو تو فقط یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ حضرات اپنے اجتہاد کے روبرو کسی بڑے کی سنیں نہ چھوڑیگی اور بشرط توفیق الٰہی اُس وقت ہم بھی انشاء اللہ ظاہر کر دینگے کہ فاضل چلپی اور شارح ممدوح کی کلام بلا غبار ہے اب یہ التماس ہے کہ مؤلف ثانی نے جو یہ تین اعتراض مولانا شہید کے استدلال اول پر وارد کئے تھے واقع میں سب کا خلاصہ یہی ہے کہ اپنی ایجادات کے بھروسہ پر طرح طرح سے عموم قدرت واجب میں خلل اندازی کی ہے جو کہ مشرب اہل سنت کے مخالف ہے اور چند عبارات بطور نمونہ جو احقر نے نقل کی ہیں

طالبان حق انشاء اللہ تعالیٰ اُن کو ملاحظہ فرما کر سمجھ لیں گے کہ عموم قدرت واجب ایسا مسئلہ مسلمہ اہل سنت ہے کہ کوئی ممکن ذاتی اور مقدور عبد اُس سے خارج نہیں ہو سکتا البتہ فرق باطلہ مثل نظامیہ واسواریہ و بلخی وغیرہ نے شبہات عقلیہ کی وجہ سے عموم مذکور میں خلاف کیا ہے جسکو علماء سنت نے ہر طرح سے باطل فرمایا ہے پھر اس خوبی پر متبعان سنت کو مزدار یہ بنایا جاتا ہے اور حضرت مولانا شہید جیسے کامل فی العلم والعمل کو خارج از اہل سنت سمجھا جاتا ہے واللہ المستعان اسکے بعد حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو دوسرا استدلال بیان کیا تھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ کمال وخوبی اسی میں یہ ہے کہ باوجود قدرۃ علے الکذب متکلم اُس سے اجتناب کرے اور صدق کو اختیار کرے اور اس میں چنداں کمال نہیں کہ بوجہ مجبوری کلام کاذب کے صدور کی نوبت نہ آئی ورنہ اخرس وجماد اس خوبی کے اول مستحق ہونگے اسپر پروفیسر صاحب نے جو اعتراض کیا ہے اُسکا ماحصل یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ یعنی تمدح مقدوریۃ کو مستلزم ہے اور درصورت عدم قدرت فاعل لایق مدح نہیں ہوتا غیر مسلم ہے کیونکہ درصورت تسلیم اول تو یہ خرابی لازم آئے گی کہ کلام نفسی کے صدق کی وجہ سے ذات باری قابل مدح نہ ہو ورنہ صدق کلام نفسی بھی مقدور باری ہوگا جس سے کلام نفسی کے کذب کو بھی ممکن کہنا پڑیگا علاوہ ازیں لا تاخذہ سنۃ ولا نوم اور قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد اور ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ سے بھی تمدح باری حاصل نہ ہوسکیگا کیونکہ یہ جملہ امور غیر مقدور ہیں اور امام رازی اور قاضی عضد نے جو اپنی کلام میں بھی استدلال بیان فرمودہ حضرت شہید ذکر کیا تھا اُسکا ایک جواب تو فاضل ٹونکی نے یہ دیا ہے کہ یہ قاعدہ بنی آدم کے اوصاف کے ساتھ مختص ہے شان حق تعالیٰ میں جاری نہیں ہوسکتا اور دوسرا جواب یہ بیان کیا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال مذکور بطریق جدل اور بارادہ الزام خصم بیان فرمایا ہے خود حضرت امام کا یہ مذہب نہیں کیونکہ معتزلہ کے مقابلہ میں خود امام نے استدلال مذکور کو چند مواقع میں باطل فرمایا ہے مثلاً معتزلہ نے آیات دالہ علی نفی الظلم سے یہ استدلال کیا ہے کہ ظلم مقدور باری ہے کیونکہ

toobaafoundation.com

نفی ظلم کو حق تعالیٰ اپنی مدح کے موقع میں ذکر فرماتا ہے اور کسی فعل کا ترک اسی وقت لایق مدح گنا جاتا ہے کہ جب فاعل با وجود حصول قدرت اسکو ترک کردے اس کے جواب میں امام ممدوح نے آیۃ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کو ذکر فرما کر انکے استدلال مذکور کو باطل کیا ہے تو اب اس سے ظاہر ہو گیا کہ امام نے استدلال مذکور بوجہ الزام علی المعتزلہ ذکر فرمایا تھا اسکے بعد فاضل خیالی و فاضل لاہوری کی عبارت مؤلف ثانی نے اپنی تائید میں نقل کی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ حق یہی ہے کہ کسی شے کا فاعل سے ممتنع الصدور ہونا نفی تمدح کو مستلزم نہیں بلکہ امتناع مذکور سے تمدح میں مبالغہ ہو جاتا ہے تو اب مولانا شہید کا استدلال مذکور سے کذب کو ممکن فرمانا غلط ہو گیا **اقول بحولہ** اس جملہ تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا شہید نے جو عدم مقدوریۃ کذب کو منافی مدح فرمایا ہے اسپر مؤلف مذکور نے دو اعتراض کئے ہیں اول یہ کہ اگر استدلال مذکور تسلیم کر لیا جاوے تو پھر صدق کلام نفسی کو حق تعالیٰ کی مدح میں بیان کرنا درست نہ ہو گا کیونکہ صدق کلام نفسی واجب اور اس کا کذب ممتنع بالذات ہے مگر اسکا جواب تحقیقی تو یہی ہے کہ احقر بذریعہ عبارات متعددہ معتبرہ یہ امر ثابت کر چکا ہے کہ کلام نفسی دو معنی میں مستعمل ہے اور جو ان میں سے صفت حقیقیہ ذاتیہ بسیطہ ہے اس میں نہ تو احتمال کذب اور نہ گنجایش صدق سو اس کا ممتنع الکذب بمعنی المعلوم ہونا مسلم مگر اس امتناع کذب سے وجوب صدق کا کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا اور معنی ثانی جسکو الفاظ کے لیے مدلول وضعی کہتے ہیں اسکا صدق مقدور باری ہے پھر اسکی وجہ سے ذات واجب کو ممتنع التمدح کہنا کیونکر لازم آسکتا ہے اور اگر ہم دعوے مؤلف کو تسلیم کر لیں اور صدق کلام نفسی کو واجب بالذات اور غیر مقدور للباری تعالیٰ فرض کر لیں تو پھر بھی صدق مذکور کے ساتھ تمدح جائز ہونے سے استدلال مذکور پر انشاء اللہ کوئی خدشہ نہیں ہو سکتا چنانچہ تفصیل اس کی دوسرے امر کے جواب میں عرض کرونگا۔ دوسرے اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ اس صورت میں ایک خرابی عظیم یہ لازم آئیگی کہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وغیرہ نصوص مذکورہ کو محل مدح باری میں ذکر کرنا جائز نہ ہو گا کیونکہ ان میں امور غیر اختیاریہ موجود ہیں وہو باطل بالبداہۃ

toobaafoundation.com

سو اسکا جواب تحقیقی یہ ہے کہ تنزیہات باری تعالیٰ جنکو صفات سلبیہ بھی کہتے ہیں باوجود غیر متناہی ہونے کے تین اقسام میں منحصر ہیں کیونکہ مرجع اُس سلب کا یا ذات واجب تعالیٰ ہو گی یا صفات ہونگی یا افعال چنانچہ امام فخر الملۃ والدین اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں اقسام السلوب بحسب الذات وبحسب الصفات وبحسب الافعال غیر متناھیۃ - ادھر یہ امر بھی مسلمات بدیہیہ سے ہے اور احقر بھی مقدمہ میں عرض کر چکا ہے کہ امور ثلثہ مذکورہ میں سے ذات وصفات واجب تعالیٰ تو قدرت قدیمہ سے خارج اور ضروری الوجود ہیں لیکن افعال واجب البتہ مخلوق ومقدور ہیں اور یہ امر بھی واجب التسلیم ہے کہ جیسے احد النقیضین کے وجوب سے نقیض آخر کا امتناع اور امتناع سے وجوب ثابت ہوتا ہے اسی طرح پر امکان احد النقیضین ثانی کے امکان ومقدوریت کو مستلزم ہے تو اب یہ امر محقق ہو گیا کہ جمیع سلوب راجع الی الذات یا الی الصفات ہمیشہ واجب بالذات ہونگے یا ممتنع اور جن سلوب کا مرجع افعال باری ہونگے وہ ضرور ممکن بالذات اور مقدور ہونگے وجوب امتناع ذاتی کی گنجایش نہ نکلیگی البتہ امتناع غیری چونکہ امکان ذاتی کے منافی نہیں اُسکا تحقق ہو سکتا ہے اس عرض کے بعد انشاء اللہ ہر منصف فہیم سمجھ جائیگا کہ سلوب راجعہ الی الذات میں جیسے انہ تعالیٰ لیس بجوھر ولا جسم اور سلوب راجعہ الی الصفات میں مثلاً وما اللہ بغافل عما تعملون اور وما کان ربک نسیاً جسکا مرجع صفت علم ہے یا وما مسنا من لغوب اور وما نحن بمسبوقین جسکا مرجع صفت قدرت ہے تمدح ذات باری اس پر موقوف ہو گا کہ سلوب مذکورہ کو غیر مقدور کہا جاوے اور ان سلوب کو واجب الثبوت اور اُن کے نقایض کو ممتنع الثبوت بہ نسبت الی ذات الواجب مانا جاوے ورنہ در صورت تسلیم امکان علم وقدرت وغیرہ صفات کا سلب ذات واجب سے ممکن ہو گا وھو باطل اور سلوب راجعہ الی الافعال جیسے وما خلقنا السموت والارض وما بینھما باطلا اور وما خلقنا السموت والارض وما بینھما لاعبین اور افحسبتم انما خلقنکم عبثا اور ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین وغیرہ میں

toobaafoundation.com

تمدح مذکور جبھی حاصل ہوگا کہ ان سلوب کے مقدور باری اور ممکن بالذات ہونے کا
اقرار کیا جائے ورنہ امکان سلب قدرۃ عن الممکنات لازم آئیگا اور مدح واجب تعالی
اور توصیف ممکنات سب میں یہی قاعدہ جاری ہے چنانچہ زید شریف النسب یا
جمیل الوجہ میں مدح اسی کو مقتضی ہے کہ یہ اوصاف بلا تکلف و تصنع اصل سے اس میں
موجود ہوں اگر بہ تصنع ایسا بنجائیگا تو بجائے مدح ذم کا مستحق ہوگا اور فلان یعطی الجزیل
یا حلیم یا صادق اسی صورت میں داخل مدح ہوگا جب افعال مسطورہ بالا اختیار اس
سے صادر ہوں۔ بالجملہ اہل فہم کو اس قاعدہ بدیہی کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے اور کلام علما بھی
اسکی طرف مشیر ہے آخر یہ بات تو کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ تمدح ہر حال میں مقدوریۃ
یا عدم مقدوریۃ کو مقتضی ہے ہم بالبداہۃ دیکھتے ہیں کہ مواقع کثیرہ میں توصیف افعال اختیاریہ
کی وجہ سے کی جاتی ہے اور بہت جگہ امور غیر اختیاریہ منشا مدح ہو رہے ہیں اور کہیں
مقدوریۃ خلاف مدح سمجھی جاتی ہے اور کہیں عدم مقدوریۃ پھر اس اختلاف کی کیا وجہ ہے
لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وغیرہ میں تمدح امتناع کو مقتضی ہے تو لا یرید بکم
العسر اور لا یضیع اجر المحسنین اور لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا میں تمدح
مقدوریۃ پر موقوف ہے ہاں جو صاحب مطلقاً تمدح باری کو امتناع پر موقوف فرمانے
لگیں وہ ان نصوص میں بھی امتناع کے قائل ہو جائیں تو عجب نہیں جب یہ قاعدہ
معلوم ہو چکا تو اب کذب متنازع فیہ اور اشباہ مردودہ صاحب عجالہ کو بنظر انصاف دیکھنا
ضرور ہے کہ کون کس نوع میں داخل ہے تا کہ یہ بات محقق ہو جائے کہ خدام حضرت مولانا
شہید رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال حق ہے یا فاضل ٹونکی کا اعتراض بجا ہے سو اول تو مؤلف
مذکور نے لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کو پیش کیا ہے مگر عقلاً اور نقلاً یہ امر ضروری التسلیم
ہے کہ سلب سنۃ اور سلب نوم جو اس آیت میں مذکور ہے اسکا مرجع صفت علم ہے
کیونکہ سنۃ اور نوم جو مستلزم غفلت ہے اضداد علم میں محسوب ہے گو حسب قاعدہ معروضہ
اسکا سلب ضروری الصدق ہوگا اور اس کا غیر مقدور ہونا لازم التسلیم کہا جائیگا۔ بلکہ
قاعدہ مذکورہ کے موافق تمدح یہاں عدم مقدوریۃ نوم کو مقتضی ہوگا اور امام رازی فرماتے ہیں

toobaafoundation.com

اما ما یکون من باب الضد فالعلم فاقسام احدها نفی النوم قال تعالیٰ
لا تاخذہ سنۃ ولا نوم توجب عقل ونقل اس امر پر شاہد ہے کہ نوم ضد علم ہے
تو اب سلب مذکور کا مرجع صفت علم کو کہا جائیگا اور حسب عرض سابق اسکی عدم
مقدوریت مسلم ہے پھر اسکی عدم مقدوریت سے استدلال مذکور پر اعتراض کرنا
فرق مذکور کے معلوم نہ ہونے کا ثمرہ ہے دوسرا شاہد مؤلف مذکور نے سورۂ اخلاص کو
پیش کیا ہے جس میں لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد صفات سلبیہ مذکور
ہیں مگر امام التفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب صفات کا مرجع صفت وحدت ہے
واما السلوب العائدۃ الی صفۃ الواحدۃ وھو مثل نفی الشرکاء والاضداد
والانداد فالقران مملو منہ امام رازی کا ارشاد ہے اسلئے ان کی عدم مقدوریت
سے بھی ہم پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا بلکہ حسب قاعدہ معروضہ یہاں بھی کمال ممدوح
عدم مقدوریت کو مستلزم ہے تیسرا شاہد آیۃ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ ہے مگر اول تو
یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آیت مذکورہ میں ظلم کون سے معنی میں مستعمل ہے جاننے والے
جانتے ہیں اور احقر بھی مقدمہ کتاب میں عرض کرچکا ہے کہ لفظ ظلم دونو معنوں میں
مستعمل ہوتا ہے اول تصرف فی ملک الغیر جسکو ظلم حقیقی بھی کہتے ہیں دوسرے ضد
عدل یعنی فعل ما لا ینبغی وترک ما ینبغی جیسے تعذیب طائع یا کسی کے حسنات کو ناقص
اور معاصی کو زاید کردینا جسکو صورۃً اور مجازاً ظلم سے تعبیر کرتے ہیں سو اگر آیت مذکورہ میں
ظلم سے معنی ثانی مراد لئے جائیں چنانچہ ارشاد آیندہ وان تک حسنۃ یضعفھا الخ
اور ذوق سلیم اس پر شاہد ہے اور علماء تفسیر مثل قاضی بیضاوی وصاحب معالم التنزیل
ومدارک وابو سعود وخفاجی وقنوجی وغیرہ نے اسی معنے کو اختیار فرمایا ہے تو اب تو آیت
مذکور کو پیش کرنے سے کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا مقدمہ کتاب میں ثابت ہوچکا ہے
اور نیز مسلم جمیع اہل سنت ہے کہ ظلم بالمعنی الثانی مقدور باری ہے ہاں البتہ معتزلہ جو کہ وجوب
عدل کے قایل ہیں وہ البتہ ظلم مذکور کے امتناع کے قایل ہونگے متبعین طریقۂ سنت
میں ایسا کون ہوگا جو تعذیب طائع یا نقصان ثواب یا زیادتی العقاب کی عدم مقدوریت اور

toobaafoundation.com

امتناع کا قایل ہوا اور اگر ان وجوہ سے قطع نظر کر کے آیۃ مذکورہ میں ظلم بمعنی الاول مراد
لیا جائے تو اسکا بہ نسبت الی الباری غیر منصور لو قوع ہونا مسلم مگر سب جانتے ہیں کہ
اسکے امتناع کی علت ملک جناب باری ہے جسکو صفت لازم ذات واجب اور خاصہ
مختصہ مکون عالم کہنا چاہیئے۔ الحاصل ظلم بالمعنی الاول کے امتناع کی وجہ یہی ہے کہ اسکا
مرجع صفت ملک اور تکوین ہے تو اب جیسا بوجہ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وغیرہ
ہم پر کوئی الزام بوجہ عدم مقدوریت نوم وارد نہیں ہو سکتا تھا ایسے ہی آیت ان اللہ
لا یظلم کی بنا پر بوجہ عدم مقدوریت ظلم بالمعنی الاول ہمارے مطالب میں کوئی خلل نہیں
ہو سکتا اور تقاریر سابقہ سے بشرط تامل ظلم بالمعنے الاول کے ممتنع ہونے کی مفصل کیفیت
سمجھ میں آسکتی ہے بالجملہ قاعدہ معروضہ احقر کے بعد یہ امر ظاہر ہے کہ مولف عجالہ نے جو
آیات اپنے اثبات مدعا کے لئے ذکر فرمائی تھیں ان سے کوئی خلل استدلال فرمودۂ
مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ میں نہیں آسکتا کما مر مفصلاً اور نقل آیات کے بعد مولف مذکور نے
اپنی تائید مطلوب میں فاضل خیالی اور فاضل لاہوری کی کلام بھی نقل کی ہے چنانچہ فاضل
اول کی یہ عبارت ہے والحق ان امتناع الشئ لا یمنع التمدح بنفیہ اذ قد ورد
التمدح بنفی الشریک واتخاذ الولد الخ مگر جیسا مولف عجالہ قاضی عضد اور سید سند
کے مقابلہ میں جو کہ اس بارہ میں مولانا شہید کے موافق ہیں لردہ شاھد الایات
فرما رہے ہیں ایسا ہی ہم بھی فاضل خیالی کی عبارت مذکور کے جواب میں یردہ
بداھۃ العقل عرض کر سکتے ہیں حالانکہ مؤلف مذکور کا یہ کہنا بے اصل تھا کما مر اور
انصاف سے دیکھئے تو فاضل خیالی کی عبارت مولانا شہید کی مخالف ہی نہیں جو کسی
کے ذمہ جوابدہی ضرور ہو کیونکہ حسب بیان سابق مولانا شہید کا یہ مطلب ہے کہ افعال حادثہ
کا امتناع تمدح کے منافی ہے یہ مطلب نہیں کہ امتناع مطلقاً خواہ صفات میں ہو یا افعال
میں وہ منافی تمدح ہے جسکا حاصل ایجاب جزئی ہوتا ہے اور فاضل خیالی کے ارشاد
کا بشرط انصاف یہ خلاصہ ہے کہ امتناع شئے ہر ایک محل میں منافی تمدح نہیں جس کا
ماحصل سلب جزئی ہے یہی وجہ ہے جو دلیل میں اذ قد ورد الخ فرما رہے ہیں جس کا مفاد

toobaafoundation.com

ایجاب جزئی یعنی نقیض سلب کلی ہے اور جب یہ امر محقق ہو گیا کہ مولانا شہید کا مقصد ایجاب جزئی اور فاضل ممدوح کا مطلوب سلب جزئی ہے تو دونوں قول میں منافات و تعارض ہی نہ ہوا جو کسی کو تکلیف جواب سر دھرنی پڑے اور فاضل لاہوری کا ارشاد جو مؤلف نے پیش کیا ہے یہ ہے الحق ان امتناع الشیٔ لا یمنع التمدح بنفیه اذا کان من صفات النقص بل الامتناع یدل علی کمال المدح فانه اذا کان المنفی من صفات النقص فکلما کان النفی اقوی کان التمدح اقوی انتہی ۔ سو اسکے دو جواب تو بعینہ وہی ہیں جو ابھی استدلال اول کے ذیل میں عرض کر چکا ہوں اسکے سوا عبارت مذکورہ سے بشرط فہم یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاضل لاہوری بحمد اللہ بالکل ہمارے ہم زبان ہیں اور قضیہ امتناع الشیٔ لا یمنع التمدح بنفیه کو جو مؤلف مذکور کا عین مقصود ہے صفات کے ساتھ مخصوص فرما رہے ہیں چنانچہ جملہ اذا کان من صفات النقص اسپر شاہد ہے اور قوت نفی سے تمدح کا اقوی ہونا بھی اسپر دال ہے جملہ مذکورہ سے اخراج افعال منظور ہے ورنہ در صورت تعمیم اس قید زائد کی کیا حاجت تھی اور یہ مطلب ہے کہ نفی صفات صورت نقص کی صورت میں کمال مدح اسی کو مقتضی ہے کہ نفی اقوی یعنے صفت منفی ممتنع الصدور ہو اور یہی بعینہ ہمارا مطلب ہے لیکن افعال کو اسپر قیاس نہیں کر سکتے جو حضرات افعال میں بھی یہی قاعدہ جاری فرماویں ان کو کوئی استدلال لایق اعتبار پیش کرنا چاہیئے فاضل لاہوری کے ارشاد سے تو افعال کا حال حسب مدعاے مؤلف ثابت نہ ہوا اور جب یہ خیال کیا جاوے کہ فاضل لاہوری یہ مضمون فاضل خیالی کی شرح کلام میں فرما رہے ہیں تو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ فاضل لاہوری بھی کلام خیالی کا وہی مطلب سمجھے جو ہم عرض کر آئے ہیں وہو المطلوب جب یہ امر ظاہر ہو چکا کہ مؤلف عجالہ نے جو باستشہاد آیات و استناد عبارات حضرت شہید رحمہ اللہ علیہ کے استدلال پہ خدشہ وارد کیا تھا وہ بحمد اللہ بے اصل نکلا تو اس کے بعد یہ مناسب ہے کہ حضرت امام رازی اور قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہما نے جو اپنی تصنیفات میں استدلال مرقومہ مولانا شہید بیان کیا ہے اور اس کے جوابات مؤلف عجالہ نے دیے ہیں

toobaafoundation.com

ان کی کیفیت بھی ہدیہ ناظرین کی جاوے اس لئے عرض ہے کہ مبحث عصمت انبیا علیہم السلام میں جو امام رازی اور قاضی عضد نے استدلال مذکور پیش کیا ہے اُسکا جواب تو مولف مذکور یہ دیتے ہیں کہ امتناع کا منافی تمدح ہونا امور متعلقہ بنی آدم میں ہے شان خالق عالم میں یہ قاعدہ جاری نہیں مگر اول تو یہ دعوے محض بے دلیل ہے وجہ فرق کوئی معلوم نہیں ہوتی علاوہ ازیں یہ امر شاہد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی مدح میں جیسا مقدورات و ممتنعات دونوں حسب موقع معلوم بیان کئے جاتے ہیں بعینہ اسیطرح مدح بنی آدم میں امور اختیاریہ و غیر اختیاریہ بلا نکیر مذکور ہوتے ہیں مگر یہ یاد رہے کہ اختیار و عدم اختیار بہ نسبت ممدوح مراد ہے ایسا نہ ہو کہ ممدوح تو انسان ہو اور اختیار و عدم اختیار بہ نسبت واجب تعالیٰ لے لیا جاوے چنانچہ ارشاد امام و قاضی عضد دربارہ عصمت انبیا علیہم السلام میرے مدعا پر شاہد عدل ہے جسکو خود مولف ثانی نقل فرما رہے ہیں بالجملہ امام رازی و قاضی عضد کے کلام کی یہ توجیہ کرنی خلاف واقع اور بے اصل ہے توجیہ واقعی وہی ہے جو احقر عرض کر چکا ہے اور مبحث رویت میں جو حضرت امام نے بھی استدلال بیان فرمودہ مولانا شہید تحریر فرمایا ہے اُس کے جواب میں مؤلف ثانی یہ فرماتے ہیں کہ خود امام کا یہ مذہب ہرگز نہیں ۔ بلکہ بطریق الزام وجدل معتزلہ کے مقابلے میں استدلال مذکور پیش کیا ہے اور الزامی ہونے کا قرینہ یہ ہے کہ مبحث تکلم میں خود امام بشہادۃ ارشاد لا تاخذہ سنۃ ولا نوم استدلال مذکور کی تضعیف فرما رہے ہیں مگر اس جواب کو وہ شخص کہ جس نے کلام امام کو مطالعہ نہ کیا ہو شاید درست سمجھ لے اور جس نے کلام امام کو بنظر فہم ملاحظہ کیا ہو گا وہ انشاء اللہ کبھی استدلال مذکور کے الزامی ہونے کا قایل نہ ہو گا۔ امام نے مبحث رویت جناب باری میں استدلال مذکور کو مواقع متعددہ میں مدلل بیان کیا ہے جس سے صاحب ذوق سلیم بالبداہۃ کہہ سکتا ہے کہ عند الامام امتناع فعل تمدح کو مانع ہے جسکا دل چاہے تفسیر امام کو ملاحظہ کر لے ایک موقع پر ضمن تقریر میں فرماتے ہیں و تمام التحقیق فیہ ان الشئ اذا کان فی نفسہ بحیث یمتنع رویتہ فحینئذ لا یلزم من عدم

toobaafoundation.com

رویته مدح وتعظیم للشی اما اذا کان فی نفسه جایز الرویة ثم انه قدر علی حجب الابصار عن رویته وعن ادراکه کانت هذه القدرة الکاملة دالة علی المدح والعظمة الخ دوسری جگہ فرماتے ہیں ثم نقول ان النفی یمتنع ان یکون سبباً لحصول المدح والثناء وذلک لان النفی المحض والعدم الصرف لایکون موجبا للمدح والثناء والعلم به ضروری بل اذا کان النفی دلیلا علی حصول صفة ثابتة من صفات المدح والثناء قیل بان ذلک النفی یوجب المدح ومثاله ان قوله لا تاخذه سنة ولا نوم لا یفید المدح نظرا الی هذا النفی فان الجماد لا تاخذه سنة ولا نوم الا ان هذا النفی فی حق الباری تعالی یدل علی کونه تعالی عالماً بجمیع المعلومات ابدا من غیر تبدل ولا زوال وکذلک قوله وهو یطعم ولا یطعم یدل علی کونه قائما بنفسه غنیا فی ذاته لان الجماد ایضاً لا یاکل ولا یطعم اذا ثبت هذا فنقول قوله لا تدرکه الابصار یمتنع ان یفید المدح والثناء الا اذا دل علی معنی موجود یفید المدح والثناء وذلک هو الذی قلناه فانه یفید کونه تعالی قادراً علی حجب الابصار ومنعها عن ادراکه ورویته انتہی صاحبان فہم سلیم ملاحظہ فرمالیں کہ امام کے یہ بیانات مدلل استدلال مذکور کے الزامی ہونے پر دال ہیں یا تحقیقی ہونے پر حضرت امام تو بالتصریح اس استدلال کو تحقیق تام اور مذہبی فرما رہے ہیں باوجود اسکے پھر اُس کو الزام وجدل کہنا قصہ تعجب خیز ہے اس سینہ زوری کا تو یہ جواب ہے کہ امام نے مسئلہ رویت اور بیان عصمت میں جو کچھ فرمایا ہے بطریق تحقیق فرمایا ہے اور مبحث ظلم میں جو ارشاد کیا ہے وہ بطور الزام ارشاد کیا ہے کیونکہ جب امام کے دو قول مخالف ہوئے تو کسی خاص قول کو بلا دلیل الزامی کہنا کب قابل تسلیم ہو سکتا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ دوسرا قول الزامی ہو دوسرے قول امام ویمدح بانه لا تدرکه الابصار واما یدل ذلک عند المعتزلة علی انه یصح ان تدرکه الابصار جس کو خود مؤلف

toobaafoundation.com

ثانی نقل کرتے ہیں اس مدعی پر دال ہے تو اب بروے انصاف اگر احد القولین کے الزامی بنانے کی ہی ٹھیرے تو پھر اسی قول کو الزامی بنانا مناسب ہے اور ہم سے پوچھئے تو ہم تو یہی عرض کرینگے کہ حضرت امام کے کسی قول کو الزامی کہنے کی ضرورت نہیں بلکہ حسب قاعدہ معروضہ سابق عصمت انبیا علیہم السلام اور رویت جناب باری کا مرجع چونکہ ذات وصفات نہیں اسلئے اُن کی امتناع کو حضرت امام منافی تمدح فرما رہے ہیں اور ثبوت ولد اور نوم اور ظلم حقیقی کا مرجع چونکہ صفات کمالیہ ہیں اسلئے وہاں امتناع کو منافی تمدح نہیں فرماتے بلکہ کمال تمدح یہاں امتناع ہی کو مقتضی ہے تو اس صورت میں ہر دو قول بجاے خود صحیح قابل تسلیم اور سراسر موافق قول حضرت مولانا شہید ہیں والحمد للہ اور مولف کا یہ کہنا کہ قول امام اور قول قاضی عضد کی اگر یہ توجیہ نہ کی جائے گی تو بوجہ مخالفت ارشاد لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وغیرہ ہر دو قول مردود ہونگے کسی طرح قابل قبول نہ رہا اور استدلال مولانا شہید پر مولف ثانی نے جو کلام نفسی کی وجہ سے الزام لگایا تھا جسکا جواب تحقیقی مذکور ہو چکا ہے اب اگر ہم کلام نفسی کے صدق کو واجب اور اس کے خلاف کو ممتنع بھی مان لیویں تو بھی کوئی خدشہ لازم نہیں آتا اور کسی طرح ہمارے قاعدہ کے موافق یہ امتناع منافی تمدح نہیں ہوسکتا کیونکہ کلام نفسی داخل صفات حقیقیہ ہے اور کلام لفظی داخل افعال ہے کما مر اسلئے اول صورت میں امتناع منافی تمدح نہ ہوگا البتہ صورت ثانیہ میں حسب بیان سابق امتناع منافی تمدح سمجھا جائیگا وہو المطلوب۔ ان جملہ امور کے بعد بحمد اللہ ہمارا مدعا باحسن وجوہ ثابت ہو چکا اور جملہ خدشات مخالفین کی جوابات معلوم ہو گئے اسلئے ہر چند ہم کو تائید مدعا کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں لیکن تبرعاً زیادت اطمینان کے لئے دو چار حوالہ معتبرہ عرض کئے دیتا ہوں تاکہ استدلال فرمودہ حضرت مولانا کی تصدیق میں ادنے اہل انصاف اور متوسط الفہم کو بھی تامل باقی نہ رہے محقق دوانی شرح عقاید جلالی میں فرماتے ہیں وما تبا من التمدح لیس فیہ دلیل علی مطلوبہم بل ہو حجۃ لنا لانہ لو امتنع الرؤیۃ لم یکن فیہ مدح

انما انہ مدح للمتمنع المعتز حیث لا یرے فی الدنیا انتہی علی ھذا القیاس قاضی عضد اور سید السند دونوں صاحب فرماتے ہیں بل فیہ الحجۃ علی صحۃ الرویۃ لانہ لو امتنعت رویتہ لما حصل المدح بنفیہا عنہ اذ لا مدح للمعدوم بانہ لا یرے حیث لم یکن لذلک وانما المدح فیہ فی عدم الرویۃ للمتمنع المعتز بحجاب الکبریاء کما فی الشاھد انصاف سے دیکھیے کہ علامہ دوانی اور قاضی صاحب اور سید صاحب وہی فرما رہے ہیں جو مولانا شہید نے فرمایا تھا اور صاحبان فہم سلیم کو اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ فاضل ٹونکی نے جو یہ فرمایا تھا کہ قاضی عضد اور سید صاحب جو امتناع کو منافی تمدح کہتے ہیں یہ تمدح انسانی کے ساتھ مخصوص ہے تمدح باری میں یہ قاعدہ نہیں یہ توجیہہ خود ہر دو حضرات کے ارشاد کے مخالف ہے دیکھئے ارشاد کما فی الشاھد اس امر پر شاہد ہے تو قطع نظر اس سے کہ یہ فرق غلط ہے کما مر یہ دوسری خرابی ہے کہ خود ہر دو صاحب اسکے خلاف کی تصریح فرماتے ہیں توجیہہ الکلام بما لا یرضی بہ قائلہ اسی کا نام ہے علاوہ ازیں مقاصد و شرح عقاید نسفی میں بعینہ یہی استدلال موجود ہے اور سنئیے علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں قال المحقق ھو لا یفعل الظلم لمنافاتہ الحکمۃ لا القدرۃ لان الظاھر من قولنا فلان لا یفعل کذا فی الافعال التی ھی اختیاریۃ فی نفسہا وانہ ترکہ باختیارہ والقادر علی الترک قادر علی الفعل والتمدح بترک الفعل الاختیاری لا یکون الا حیث یمکن فعلہ بخلاف غیر الاختیاریۃ مثل لا تاخذہ سنۃ ولا نوم فان التمدح بتنزھہ عنہ وعدم اتصافہ بہ مبناہ علی ان مدلول الکلام الترک لا عدم الاتصاف انتہی اس عبارت سے چند امور ہمارے مفید مدعا ثابت ہوتے ہیں اول ظلم غیر حقیقی کا مقدور ہونا دوسرے افعال غیر اختیاری کا منافی تمدح ہونا جو مقصود بالبیان ہے تیسرے یہ کہ یہ قاعدہ امور اختیاریہ یعنی افعال میں جاری ہے امور غیر اختیاریہ یعنی صفات کمالیہ میں معتبر نہیں چنانچہ

toobaafoundation.com

ارشاد والتمدح بترک الفعل الاختیاری الخ بشرط فہم اسپر دال ہے اور یہ وہی قاعدہ
ہے جو احقر اوپر عرض کر چکا ہے کہ دربارہ تمدح افعال وصفات میں باہم فرق ہوا فعال
میں اگر امتناع تمدح کے منافی ہے تو صفات مذکورہ میں زیادت تمدح کا باعث ہے باقی
رہا یہ امر کہ اکثر علماء نے استدلال فرمودہ حضرت مولانا مسئلہ رویۃ باری میں بیان کیا ہو
تاوقتیکہ رویۃ کا داخل افعال ہونا ثابت نہ ہو اسوقت تک اس موقع میں اس استدلال
کی صحت مسلم نہیں ہوسکتی تو بروئے انصاف ہمکو اس قصہ سے کیا مطلب ہمارا مدعا
تو فقط یہ تھا کہ افعال میں عدم اختیاریت منافی تمدح ہے اور کلام لفظی کا داخل افعال ہونا
ملکر ثابت ہو چکا ہے باقی رویۃ مبحوث عنہا ہماری طرف سے کچھ ہو داخل افعال ہو
یا صفات ہمارا ثبوت مدعا اسپر موقوف نہیں لیکن استحساناً ہم اس امر کو بھی طے کئے
دیتے ہیں شارح مقاصد فرماتے ہیں ودفع بان امتناع الزوال انما ھو
فیما یرجع الی الذات والصفات واما ما یرجع الی الافعال فقد یزول
بحدوثہا والرویۃ من ھذا القبیل فقد یخلقہا اللہ فی العین وقد
لا یخلق انتہی یہی بعینہ علامہ چلپی کہہ رہے ہیں والجواب ان ذلک فیما یرجع
الی الصفات والتمدح بنفی الرویۃ یرجع الی التمدح بخلق ضدھا و
ھو من قبیل الافعال کما ان خلق الرویۃ ایضا منہا اہل فہم کو اسی قدر
کافی ہے اور ہر دو صاحبوں کا ارشاد بشرط انصاف فرق صفات وافعال معروضہ احقر
پر دال ہے بالجملہ بشہادۃ عقل ونقل یہ امر محقق ہو گیا کہ افعال میں امتناع منافی تمدح
ہے اور صفات میں یہ امتناع تمدح کے معارض نہیں اور کذب کلام لفظی اور رویۃ
باری چونکہ داخل افعال ہیں اس لئے اُن کے سلب کے ساتھ کسی کی مدح کرنا
مثبت امکان اور منافی امتناع ہوگا اور سلب نوم وغیرہ چونکہ معدود فی الصفات ہیں
اسلئے مثبت امکان ومنافی امتناع نہ ہونگے یہی وجہ ہے کہ علماء کلام وغیرہ نے امتناع
کو منافی تمدح علی العموم نہیں فرمایا بلکہ جہاں یہ استدلال بیان کیا ہے رویۃ وغیرہ کسی
فعل کے ساتھ مقید کر کے بیان کیا ہے چنانچہ عبارات مرقومہ بالا اس پر شاہد ہیں لیکن

toobaafoundation.com

پروفیسر صاحب نے غالباً بوجہ غفلت یا بوجہ تغافل اس قاعدہ کو عام طور پر بیان کیا ہے چنانچہ اُن کی عبارت بجنسہ یہ ہے ان تمدح الشی بالشی لا یصح الا اذا کان صالحاً لضدہ و قادراً علیہ سو اس قاعدہ کو عام سمجھنا اور پھر اسکو آیات و کلام علما کے مخالف کہنا اسکا الزام اُن کے ذمہ ہے مولانا شہید کے استدلال اور ہمارے مدعا کو اس سے کوئی ضرر نہیں مگر مجھ کو اہل زمانہ کی انصاف پرستی سے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اول تو عبارات منقولہ کی تغلیط پر کمر باندھینگے اور تطبیق کا خیال ہوگا تو جملہ عبارات مذکورہ کو ایک طرف سے جواب الزامی پر محمول کرنے کا حکم لگا دیا جائیگا مگر ان اکابر کی تغلیط کی وجہ بجز اسکے اور کوئی سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ جملہ حضرات اس بارہ میں حضرت مولانا شہید کے ہمزبان ہو رہے ہیں اسلئے کچھ عجب نہیں کہ بوجہ مخالفت حضرت مولانا بداہتہ عقل و ارشادات اکابر کو بے تکلف پس پشت ڈالا جاوے چنانچہ ہر دو رسالوں کے ملاحظہ سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ جب علما اعلام کی کلام اُنکے خلاف ہوتی ہے تو بے تکلف بلا وجہ وجیہہ اُسکی تغلیط کی جاتی ہے اور اگر حسن اتفاق سے تطبیق دی جاتی ہے تو جو قول مخالف معلوم ہوتا ہے بلا دلیل معتبر اُسکو الزام جدل پر محمول فرمایا جاتا ہے اور بزور معقول اُسکے الزامی ہونے پر کوئی قرینہ بھی بیان کر دیا جاتا ہے یہی امر مولف اول نے کلام سید شریف میں پہلے بیان فرمایا تھا اور مولف ثانی نے کلام قاضی عضد اور سید شریف میں یہاں ارشاد فرمایا ہے۔ پھر اس خوبی پر اس بے باکی کو ملاحظہ فرمائیے کہ پروفیسر موصوف آیت لا تاخذہ سنۃ ولا نوم وغیرہ اپنے استدلال میں تحریر فرما کر مولانا شہید اور اُن کے موافقین پر کہ جن میں سید شریف اور قاضی عضد اور امام رازی اور علامہ سعد الدین اور محقق دوانی وغیرہ رحمہ اللہ علیہم سب شامل ہیں بطور تعریض آیت ولقد انزلنا الیک آیات بینات وما یکفر بھا الا الفاسقون نقل فرما رہے ہیں ان گستاخیوں کے مقابلہ میں حمایۃً للاصفیا جو کچھ ان صاحبوں کو کہا جائے بروئے انصاف تھوڑا ہے مگر ہمارے جو صاحب کو دیکھیئے کہ ہم ایسے امور کے جواب میں حسب ارشاد خداوندی سلام علیکم

لا نبتغی الجاهلین ہی پر قناعت کرتے ہیں اور بوجہ اخوت اسلامی تنبیہاً عارف
کا شعر سنائی دیتے ہیں۔ **شعر** گنج قارون کہ فرو میرود از قہر ہنوز + خوانده باشی کہ ہم
از غیرت درویشان است + فقط

اب قابل اظہار یہ امر ہے کہ ہم نے ضمن مقدمات و تمہید کتاب و ذیل تقریرات
میں یہ بیان کیا ہے کہ کلام لفظی اہل سنت کے نزدیک حادث و مخلوق ہے مگر صاحب
تنزیہہ و مولف عجالہ شد و مد کے ساتھ اسکے منکر ہیں اور بجائے حدوث کلام لفظی کی قدیم
و غیر مخلوق ہونے کے مدعی ہیں بالخصوص مؤلف ثانی نے اس امر میں بہت سعی و
جانفشانی کی ہے اگر بحث مذکور کو اُن کے رسالہ کا لُب لباب اور جزو اعلیٰ کہا جائے
تو درست ہے مؤلف اول نے تو صاحب مواقف اور اُنکی تبعیت میں شارح عقاید
کو اور میر سید شریف ہی کو اپنا طرف دار کہا ہے مگر مولف ثانی نے بزور ملکہ معقول حضرت
امام ابو حنیفہؒ و حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عن آبائہ الکرام اور امام محمد اور
امام احمد حنبل اور شیخ داؤد طائی اور ابو الحسن اشعری اور محمد بن عبد الکریم شہرستانی
رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔ اور جملہ سلف صالحین کا مذہب بھی قرار دیا ہے اور فقط اسیقدر
پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعض قرائن و شواہد عقلیہ سے بھی قدم کلام لفظی کو مدلل کرنے میں
سعی کی ہے اور ہم اس امر کے مدعی ہیں کہ صاحب مواقف کی عبارت کا اگر یہی مطلب
لیا جائے جو بظاہر مفہوم ہوتا ہے اور جو ہر دو مؤلف سمجھے ہیں تو انشاء اللہ متاخرین
و متقدمین علماء معتبرین اہل سنت میں سے کوئی بھی اُن کا موافق نہ نکلیگا سوا اول تو
مبحث معلوم یعنے حدوث و قدم کلام لفظی کو ثبوت امکان و امتناع کذب معلوم میں
مداخلت تامہ اسکے سوا ہم میں اور ہر دو صاحبان معقول میں یہ اختلاف عظیم کہ وہ جملہ
سلف صالحین اور اعلام موصوفین کو کلام لفظی جناب باریتعالیٰ کے قدم کا قائل بتلاتے
ہیں اور ہمارے نزدیک اور حضرات تو درکنار صاحب مواقف بھی بنظر غور انشاء اللہ ہمارے
ہی موافق نظر آتے ہیں اسلئے اہل فہم کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ مبحث مذکور کو بنظر
غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں اور کسی قدر طول سے نہ گھبرائیں ہم مؤلف ثانی کے شکر گذار

toobaafoundation.com

ہیں کہ انہوں نے اپنے حوصلہ کے موافق نقلیات وعقلیات کے جمع کرنے میں مؤلف اول کی طرح کوتاہی نہیں فرمائی یہ اُن کی عرقریزی ہی کا ثمرہ ہے کہ اول دعوے عظیم کرکے اسکے بعد چند عبارات وقراین بیان فرماکر صورت مجموعی ایسی بنادی کہ جس سے بنظر ظاہری اگر کوئی یہ سمجھ جائے کہ جماعۂ سلف صالحین قدم کلام لفظی کے قایل ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا اور مؤلف موصوف تو اپنے استدلالات وتحقیقات کو لیسا لاجواب سمجھ رہے ہیں کہ اسکے مقابلہ میں ہماری بات کو اوھن من بیت العنکبوت فرمارہے ہیں مگر مقتضائے عقل وانصاف یہ ہے کہ ناظران حق پسند ہمارے اور انکے دعوے سے قطع نظر کرکے دلایل جانبین کو بلا رعایت ملاحظہ فرماکر حق کو باطل پر ترجیح دیں اور قایل کی شہرت یا گمنامی پر اصلا خیال نہ کریں۔ لا تنظر الی من قال بزرگوں کا ارشاد ہے اول بنام خدا علماء معتبرین متقدمین ومتاخرین کے چند اقوال نقل کرتا ہوں جس سے صاحب فہم وانصاف بالبداہۃ سمجھ جائے کہ مذہب اہل سنت سلف وخلف یہی ہے کہ کلام لفظی حادث ومخلوق ہے اسکے بعد انشاء اللہ دلایل مخالفین کی کیفیت اپنے فہم کے موافق عرض کرونگا باقی یہ بات ظاہر ہے کہ متنازع فیہ فقط یہ امر ہے کہ ہم حدوث کلام لفظی کو مذہب اہل سنت کہتے ہیں اور ہمارے مقابلین ازلیتہ وقدم کلام مذکور کے قایل ہیں دیکھئے صدر الشریعۃ والاسلام تنقیح میں فرماتے ہیں لان القرآن یطلق علی الکلام الازلی وعلی المقرو جس سے صاحب طبع سلیم سمجھ سکتا ہے کہ مقرو قدیم نہیں اور مقرو سے مراد الفاظ مقروہ ہیں پھر توضیح میں لکھتے ہیں فان القرآن لفظ مشترک یطلق علی الکلام الازلی الذی ھو صفۃ للحق عز وعلا ویطلق ایضا علی ما یدل علیہ وھو المقرو اس سے بھی مقرو یعنے کلام لفظی کا غیر ازلی اور کلام قدیم پر دال ہونا معلوم ہوتا ہے جس کی تصریح صاحب تلویح اس طرح فرماتے ہیں وھی صفۃ قدیمۃ منافیۃ للسکوت والآفۃ لیست من جنس الحروف والاصوات لا یختلف الی الامر والنہی والاخبار ولا یتعلق

بالماضی والحال والاستقبال الا بحسب التعلقات والاضافات کالعلم والقدرۃ وھذا الکلام اللفظی الحادث المؤلف من الاصوات و الحروف القائمۃ بمحالھا یسمی کلام اللہ تعالی والقرآن علی معنی انہ عبارۃ عن ذلک المعنی القدیم انتہی اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی قدیم ہے اور کلام لفظی حادث اور دال علی النفسی کا نام ہے مولانا نظام الملۃ والدین شرح مسلم میں فرماتے ہیں والکلام الالٰھی لیس لفظیا حادثا بل ھو کلام قایم بذات اللہ تعالی لیس من جنس الحروف و الاصوات لایختلف الی الامر والنہی والاخبار ولایتعلق بالماضی والحال والاستقبال الا بحسب التعلقات والاضافات کالعلم والقدرۃ وھذا الکلام اللفظی الحادث المولف من الاصوات و الحروف القائمہ بمحالھا یسمی کلام اللہ تعالی والقرآن علی معنی انہ عبارۃ عن ذلک المعنی القدیم انتہی اس سے بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی قدیم ہے اور کلام لفظی حادث اور دال علی النفسی کا نام ہے مولانا نظام الملۃ والدین شرح مسلم میں فرماتے ہیں والکلام الالٰھی لیس لفظیا حادثا بل ھو کلام قایم بذات اللہ تعالی لیس من جنس الحروف والصوت وھو قدیم کسائر صفاتہ انتہی عمر نسفی عقاید میں فرماتے ہیں وھو متکلم بکلام ھو صفۃ لہ ازلیۃ لیس من جنس الحروف والاصوات اور شارح عقاید نسفی ایک موقع پر فرماتے ہیں ولا یقال القرآن غیر مخلوق لئلا یسبق الی الفھم ان المولف من الاصوات والحروف قدیم کما ذھب الیہ الحنابلہ جھلا او عنادا دوسری جگہ فنحن لانقول بقدم الالفاظ والحروف فرماتے ہیں آگے چلکر فرماتے ہیں واما استدلالھم بان القرآن متصف بما ھو من صفات المخلوق وسمات الحدوث من التالیف والتنظیم والانزال والتنزیل وکونہ عربیا مسموعا فصیحا معجزا

الی غیر ذلک فانما یقوم حجۃ علی الحنابلہ لا علینا لانا قائلون بحدوث النظم انتہی ایک اور موقع پر لکھتے ہیں نحیث یوصف القران بما ھو من لوازم القدیم کما فی قولنا القران غیر مخلوق فالمراد حقیقتہ الموجودۃ فی الخارج وحیث یوصف بما ھو من لوازم المخلوقات والمحدثات یراد بہ الالفاظ اسکے بعد دوسری جگہ فرماتے ہیں قلنا التحقیق ان کلام اللہ تعالی اسم مشترک بین الکلام النفسی القدیم ومعنی الاضافۃ کونہ صفۃ لہ تعالی وبین اللفظی الحادث المولف من السور والآیات ومعنی الاضافۃ انہ مخلوق اللہ تعالی۔ انتہی جملہ عبارات مسطورہ کو دیکھیے کہ بالتصریح کلام لفظی کے حدوث پر ناطق ہیں بلکہ قائلین قدم کلام لفظی کو منسوب بجہل وعناد کیا جاتا ہے اور اگر مذہب سلف یہ ہوتا تو پھر علامہ اسکو منسوب بجہل وعناد کرتے اور حاشیہ خیالی وحاشیہ مولوی عبدالحکیم کو ملاحظہ فرمایئے کہ ہر دو فاضل مواقع متعددہ میں اسی امر کی تائید وموافقت فرما رہے ہیں طریقہ محمدیہ میں جو کہ معتبر ومشہور کتاب ہے عقاید اہل سنت کے بیان میں والکلام الذی لیس من جنس الحروف والاصوات موجود ہے علی ہذا القیاس تبر مسبوک مصنفہ حضرت امام غزالی کے ترجمہ عربی میں موجود ہے والتوریۃ والقران والانجیل والزبور والکتاب المنزلۃ من السماء علی الانبیاء علیہم السلام جمیعہا کلامہ وکلامہ صفتہ وکل صفاتہ قدیمۃ لم تزل وکما ان الکلام عند الآدمی حرف وصوت فکلام اللہ تعالی منزہ عن الحرف والصوت انتہی شیخزادہ حاشیہ بیضاوی میں مذکور ہے وبانہ ذکر ھو المرکب من الحروف والاصوات وحدوثہ مما لا نزاع فیہ وانما النزاع فی قدم کلام اللہ تعالی عز وجل بمعنی آخر انتہی دوسرے موقع میں لکھتے ہیں ونحن لا ننکر ما اثبتوہ من الکلام اللفظی بل نقول بہ وبکونہ حادثا غیر قائم بذاتہ تعالی علی ہذا القیاس اور چند جگہ ایسا ہی فرمایا ہے ان حضرات کا ارشاد بھی ہمارے مدعا کے

toobaafoundation.com

مطابق ہے قاضی بیضاوی طوالع الانوار میں فرماتے ہیں وکلامہ لیس بحرف
ولا صوت یقوم ان بذاته خلافا للحنابلہ والکرامیہ شرح طوالع
میں مذکور ہے واتفق اصحابنا علی ان کلامہ تعالی لیس بحرف
ولا صوت یقوم ان بذاته تعالی لان الاصوات والحروف محدثۃ
ویمتنع ان یکون محلا للحوادث خلافا للحنابلہ والکرامیۃ فانہم
قالوا کلام اللہ تعالی اصوات وحروف قائمۃ بذاته تعالی انتہی
اس سے بھی یہ معلوم ہوا کہ حدوث حروف اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ
ہے اور اس میں مخالف بعض حنابلہ اور کرامیہ ہوئے ہیں محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ
شرح عقاید جلالی میں فرماتے ہیں والاشاعرۃ قالوا کلامہ معنی واحد
بسیط قایم بذاته تعالی قدیم فھم منعوا ان کلامہ مولف
من الحروف والاصوات ولا نزاع بین الشیخ والمعتزلہ فی حدوث
الکلام اللفظی انما نزاعھم فی اثبات الکلام النفسی وعدمہ انتہی
مقاصد میں مذکور ہے ثم کلامہ عندنا صفۃ ازلیۃ منافیۃ للسکوت
والافۃ یدل علیھا بالعبارۃ او الکتابۃ لیست من جنس الاصوات
والحروف وخالفنا فی ذلک جمیع الفرق ذھابا الی ان المعقول من
الکلام ھو الحسی دون النفسی ولم یقل بقدمہ الا الحنابلہ و
الحشویۃ جھلا منھم او عنادا اس کی تشریح شرح مقاصد میں
اس طرح کی ہے فعند اھل الحق کلامہ لیس من جنس الاصوات
والحروف بل صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذات اللہ تعالی منافیۃ للسکوت
والافۃ کما فی الخرس والطفولیۃ ھو بھا آمر ناہٍ مخبر وغیر ذلک
یدل علیھا بالعبارۃ او الکتابۃ او الاشارۃ فاذا عبر عنھا بالعربیۃ
فقران وبالیونانیۃ فانجیل وبالعبرانیۃ فتوراۃ وبالسریانیۃ فزبور
فالاختلاف فی العبارات دون المسمی کما اذا ذکر اللہ تعالی بالسنۃ

toobaafoundation.com

متعددة ولغات مختلفة وخالفنا فی ذلك جميع الفرق وزعموا انه
لا معنى للكلام الا المنتظم من الحروف المسموعة الدال على المعانى
المقصودة وان الكلام النفسى غير معقول ثم قالت الحنابلة و
الحشوية ان تلك الاصوات والحروف مع توالیها وترتب بعضها
على البعض وكون الحرف الثانی من كل كلمة مسبوقًا بالحرف
المتقدم عليه كانت ثابتة فی الازل قائمة بذات البارى تعالى
وتقدس وان المسموع من اصوات القراءة والمرئی من اسطر
الكتاب نفس كلام الله تعالى القديم وكفى شاهدًا على جهلهم
ما نقل عن بعضهم ان الجلدة والغلاف ازليان ان عبارات سے بتصریح
تام یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت اور اہل حق کے نزدیک بلا خلاف یہ امر محقق ہے کہ
حروف حادث ہیں اور اس میں خلاف کرنے والے جاہل ومعاند ہیں بلکہ صاحب
فہم سلیم اس عبارت سے یہ بھی سمجھ جائیگا کہ اصل میں کلام نفسی صفت باریتعالی ہے
اور حروف اور نقوش اور اشارات اُسکے لئے معبر اور اس پر دال ہیں اور دال ہونے
اور کلام ازلی سے مغائر ہونے میں تساوی الاقدام ہیں تو اب اگر کوئی حروف الفاظ
کو قدیم یا قایم بذات الباری کہے گا اُسکو من حیث لا یحتسب ضرور نقوش قرآنی کو
بھی قدیم وقایم ماننا پڑے گا علاوہ ازیں مقاصد وشرح مقاصد میں چند مواقع میں
حدوث الفاظ وحروف کی تصریح موجود ہے ایک موقع میں فرماتے ہیں والمنتظم
من الحروف حادث يمتنع قيامه بذات الله تعالى اور یہ بھی لکھ رہے
ہیں فمنعنا المعتزلة كونه من صفات الله تعالى والكرامية كون
كل صفة قديمة والاشاعرة كونه من جنس الاصوات والحروف
اسکے بعد ہیں فلا نزاع لنا فی حدوث الكلام الحسى فرماتے ہیں آگے
چلکر وكون المنتظم من الحروف المسموعة مترتب الاجزاء ممتنع
البقاء ثابت ضرورة بیان فرماتے ہیں اسکے سوا چند مواضع میں اسی مضمون

toobaafoundation.com

کی تصحیح موجود ہے سب کی نقل کرنے میں اور زیادہ طول ہوا جاتا ہے اگر ناظران معقول کو کتب کلامیہ کے مطالعہ کا دماغ و مہلت ہوئی تو بروئے انصاف اس بدیہی مسئلہ کے اثبات میں اس قدر عبارات کا نقل کرنا بھی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن ہم تو ان صاحبوں کے انداز سے یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر کسی دن کو بھی جوش آ گیا وَمَا فِيهِمْ دِنیٌّ تو اپنی تحریف ولا نسلم کے روبرو کسی کی بھی شنوائی نہ ہو گی مگر ہرچہ بادا باد ہم اپنا کام پورا کئے دیتے ہیں انشاء اللہ جو اہل انصاف ہیں ان سے تو امید قبول قوی ہے اس پر چند سندیں معتبر اور بھی عرض کئے دیتا ہوں دیکھئے خود صاحب مواقف کہ جنکے بھروسے پر یہ حضرات جملہ اہل حق کے خلاف پر کمر بستہ ہو رہے ہیں فرماتے ہیں۔ ثم قال الحنابلة کلامه حرف وصوت یقومان بذاته وانه قديم وقد بالغوا فيه حتى قال بعضهم جهلاً الجلد والغلاف قديمان وهذا باطل بالضرورة الخ آگے چلکر فرماتے ہیں

اذا عرفت هذا فاعلم ان ما يقوله المعتزلة وهو خلق الاصوات والحروف وكونها حادثة قايمة فنحن نقول به ولا نزاع بيننا و بينهم في ذلك وما نقوله من كلام النفس فهم ينكرون نبوته ولو سلموه لم ينفوا قدمه فصار محل النزاع نفي المعنى واثباته فاذن الادلة الدالة على حدوث الالفاظ انما تفيدهم بالنسبة الى الحنابلة واما بالنسبة الينا فيكون نصباً للدليل في غير محل النزاع واما ما دل على حدوث القران مطلقاً فحيث يمكن حمله على حدوث الالفاظ لا يكون لهم فيه حجة علينا ولا يجديهم عليهم الا ان يبرهنوا على عدم المعنى الزايد على العلم والارادة انتهى اسکے بعد قاضی صاحب موصوف نے معتزلہ کی وہ دلیلیں جن سے قرآن کا حادث ہونا معلوم ہوتا ہے ذکر فرمائی ہیں پھر ان کے جواب میں فرماتے ہیں والجواب انها تدل على حدوث اللفظ وهو غير المتنازع فيه صاحب مواقف کی یہ عبارات بلا خفا اس امر پر

وال ہیں کہ اہل سنت حروف والفاظ کو حادث کہتے ہیں اور اُن کے حدوث میں معتزلہ کے ساتھ اصلا نزاع وخلاف نہیں کرتے اور یہی مضمون صاحب مواقف کی دیگر عبارات سے بھی مفہوم ہوتا ہے اور سید السند بھی بلانکیر یہی ارشاد فرما رہے ہیں اور سنیئے علامہ تونجی مذہب اہل سنت کے بیان میں فرماتے ہیں والاشاعرۃ قالوا ان کلامہ لیس من جنس الحروف والاصوات بل ھو معنی قائم بذاتہ تعالی یسمی بالکلام النفسی وھو مدلول للکلام المرکب من الحروف وھو قدیم انتہی۔ آگے چلکر معتزلہ کی اعتراضات کے جواب میں لکھتے ہیں وجوابھا انہ لانزاع فی اطلاق اسم القران وکلام اللہ تعالی بطریق الاشتراک علی ھذا المؤلف الحادث وھو المتعارف عند العامۃ والقراء والاصولیین والفقھاء والیہ یرجع الخواص التی ھی من صفات الحروف وسمات الحدوث انتہی اسکے بعد فرماتے ہیں فالکلام القائم بذات الحق تعالی لایجوز ان یکون ھو الحسی اعنی المنتظم من الحروف المسموعۃ لانہ حادث الخ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر میں مواقع کثیرہ میں حدوث کلام لفظی کی تصریح فرمائی ہے چنانچہ تفسیر ومن من اصدق من اللہ حدیثا کے ذیل میں استدلال معتزلہ کا یہ جواب بیان فرمایا ہے وجوابنا عنہ انکم انما تحکمون بحدوث الکلام الذی ھو الحروف والصوت ونحن لانناز ع فی حدوثہ انما الذی ندعی قدمہ شیٔ اخر غیر ھذہ الحروف والاصوات الخ دوسری جگہ حتی یسمع کلام اللہ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں واما الحشویۃ والحمقی من الناس فقالوا ثبت بھذہ الاٰیۃ ان کلام اللہ لیس الا ھذہ الحروف والاصوات وثبت ان کلام اللہ قدیم فوجب القول بقدم الحروف والاصوات الخ دوسرے موقع میں فرماتے ہیں احدھا الحنابلۃ الذین قالوا بقدم ھذہ الحروف وھولاء اخس من ان یذکروا فی زمرۃ العقلاء آگے چلکر فرماتے ہیں واما العقلاء من الناس فقد اطبقوا علی ان ھذہ الحروف والاصوات کائنۃ بعد ان لم تکن حاصلۃ بعد ان کانت

toobaafoundation.com

معدومة انتہیٰ اور اسی بحث میں یہ بھی بیان فرمایا ہے اجمعت الامۃ علی
ان اللہ تعالی متکلم ومن سوی الاشعری واتباعہ اطبقوا علی ان کلام اللہ
ہو ہذہ الحروف المسموعۃ والاصوات المولفۃ واما الاشعری واتباعہ
فانہم زعموا ان کلام اللہ تعالی صفۃ قدیمۃ یعبر عنہا بہذہ الحروف
والاصوات امام کے ارشادات سے ثابت ہوتا ہے کہ قائلین قدم حروف اس
قابل بھی نہیں کہ زمرۂ عقلا میں مذکور ہوں اور ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے
اتباع اور جمیع عقلا کا اس پر اتفاق ہے کہ حروف مخلوق وحادث ہیں وہو المطلوب
دوسرے موقع میں حضرت امام بجواب معتزلہ ارشاد فرماتے ہیں لا اول قول ابی منصور
الماتریدی وائمۃ ما وراء النہر وہو ان الکلام القدیم القائم بذات اللہ تعالی
غیر مسموع انما المسموع ہو الصوت والحروف وذلک کان مخلوقاً فی
الشجرۃ ومسموعاً منہا وعلی ہذا التقدیر زال السوال انتہیٰ سورہ انبیا میں
حدوث الفاظ کے باب میں لکھتے ہیں وذلک مما لا نزاع فیہ بل حدوثہ معلوم
بالضرورۃ ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہو گیا کہ امام ابو منصور رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
حروف حادث ومخلوق ہیں اور اہل سنت ان کے حدوث پر متفق ہیں اور حدوث
مذکور بدیہی ہے بالجملہ نقول معتبرہ اس پر شاہد وناطق ہیں کہ اشاعرہ وماتریدیہ ودیگر طائفہ
اہل سنت سلف وخلف حدوث الفاظ کے قائل اور اس پر متفق ہیں اور ناظرین تفسیر
کبیر خوب جانتے ہیں کہ حضرت امام نے بہت سے مواقع میں حدوث کلام لفظی کی
تصریح کی ہے جن میں سے چند اقوال حقر نے نقل کئے ہیں اور لیجیے حضرت امام ہمام
کمال الدین محمد بن ہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں انہ تعالی متکلم بکلام قدیم قائم
بذاتہ لیس بحرف ولا صوت اور اس کی شرح میں صاحب مسامرہ تحریر فرماتے ہیں
واعلم ان کلامہ النفسی لا یوصف بانہ متبعض ولا متجزء ولا یوصف بانہ عبری
ولا سوری ولا عربی انما العبری والسوری والعربی ہو اللفظ الدال علیہ ثم
المخالف فی صفۃ الکلام فرق منہم مبتدعۃ الحنابلۃ قالوا کلامہ تعالی

toobaafoundation.com

حروف و اصوات تقوم بذاته وهو قديم و بالغوا حتی قال بعضهم جهلا الجلد والغلاف قديمان فضلا عن المصحف وهذا القول باطل بالضرورة دو سطر کے بعد پھر فرماتے ہیں ومنهم المعتزلة قالوا کلامه تعالى اصوات وحروف يخلقها في غيره كاللوح المحفوظ وجبريل والرسول وهو حادث عندهم خلافا للحنابلة وهذا الذي قالته المعتزلة لا ننكره نحن بل نقول به ونسميه كلاما لفظيا ولكنا نثبت امرا وراء ذلك وهو المعنى القائم بالنفس ونقول هو الكلام حقيقة فهو قديم قائم بذاته وهو غير العبارات كما قدمناه انتهى اخیر بحث میں حضرت امام ہمام اور شارح دونوں فرماتے ہیں فوجب اعتقاد انه تعالى متكلم بهذا المعنى رهو قيام المعنى المسمى بالكلام النفسي بذاته المقدسة تعالى واما كونه متكلما بالمعنى الاخر اي اللفظي وهو قيام الحروف بذاته تعالى على تقدير الاعم اي كون الكلام مطلقا اعم من اللفظي والنفسي فيجب نفيه عنه تعالى لامتناع قيام الحوادث به تعالى والقول بان الحروف قديمة كما قال الحشوية وبعض الحنابلة مكابرة للحس لا يلتفت اليه الى اخر كلامهما الشريف ناظرین بانصاف خود ملاحظہ فرمالیویں کہ یہ ارشادات مدعای احقر کے کس وضاحت و تاکید کے ساتھ موید ہیں ابن تمجید رحمۃ اللہ علیہ بمقابلہ معتزلہ حاشیہ بیضاوی میں فرماتے ہیں واجاب الاصحاب عنه بان كونه ناسخا ومنسوخا انما هو من عوارض الالفاظ و العبارات ولا نزاع في حدوثها الخ صاحب تفسیر نیشاپوری تحریر فرماتے ہیں واحتجت المعتزلة بالاية على ان القران محدث واجاب الاشاعرة بانه لا نزاع في حدوث المركب من الاصوات والحروف لانه متجدد في النزول و انما النزاع في الكلام النفسي الذي لا يصح عليه الاتيان والنزول انتهى صاحب تمہید فرماتے ہیں وقالت المعتزلة ان القران مخلوق لانه كلام والكلام لا بد له من التكلم والحروف والبداية والنهاية والله تعالى منزه عن ذلك الجواب قلنا الكلمة تقطيع الاصوات والحروف وحركة الاعضاء بالاصوات

toobaafoundation.com

والکلام بدون ہذہ الاشیاء کلاما لان الکلام المعنی الذی یفہم والدلیل علیہ قولہ تعالی الخ دوسرے موقع میں فرماتے ہیں واما من قال ان الحروف والکلمات لیس بمخلوق فہذا یؤدی الی الکفر اسکے بعد فرماتے ہیں والاصح ان نقول ان القرآن کلام اللہ تعالی غیر مخلوق ولیس لہ حروف ولا صوت ولا کلمۃ ولا آیۃ ولا سورۃ ولا تقطیع ولا تفصیل ولا بدایۃ ولا نہایۃ الی اخر ما قال یہ عبارات بھی اسی پر دال ہیں کہ الفاظ وحروف اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق حادث ہیں اور اُن کا قدیم کہنا مؤدی الی الکفر بتاتے ہیں والعیاذ باللہ الکریم اگر مذہب سلف یہی ہے تو یہ تکفیر کیسی۔ افضل المتاخرین عمدۃ المحققین مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت یہ احقر دربارہ تحقیق کلام نفسی مقدمہ کتاب میں عرض کر چکا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا بحر العلوم فقط مبدء تکلم کو صفات ذاتیہ میں شمار کرتے ہیں اور اُس میں استکمال بالغیر کو محال کہتے ہیں جس سے حق شناس سمجھ سکتا ہے کہ کلام لفظی صفات ذاتیہ اور اوصاف کمالیہ میں داخل نہیں بلکہ حسب ارشاد مولانا مرتبہ اولی کے تابع اور اُسپر متفرع ہے وہو المطلوب اور سنئے عمدۃ الواصلین زبدۃ الکاملین صاحب القدر السامی مولانا عبد الرحمن جامی اپنی مثنوی مسمی بسلسلۃ الذہب میں ارشاد فرماتے ہیں اشعار کمن از حق گراں چو معتزلی لا یزالیش دان ولم یزلی + حرف وصوتے کہ نو بنو حادث۔ بیشو نیست چون مع ال لا بث باشد آن پیش عقل خوردہ شناس۔ مر کلام قدیم را چو لباس + دمبدم چون شود لباس بدل۔ شخص بیح حسب لباس را چہ خلل + ان اشعار سے بوضاحت قدم کلام نفسی اور حدوث الفاظ ثابت ہوتا ہے دوسرے موقع میں مثنوی کے حضرت موصوف نے اور زیادہ شرح وبسط سے اس مضمون کو تحریر فرمایا ہے اور اُس میں اصل کلام کو بسیط فرماکر پھر اُسکے مدارج منزلہ کی تفصیل کی ہے بخوف طول اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں شیخ شہاب الدین خفاجی حاشیہ بیضاوی میں فرماتے ہیں والاشاعرۃ قالوا کلام قدیم نفسی قایم بذاتہ لا باصوات و حروف ولا نزاع بینہم وبین المعتزلۃ فی حدوث کلامہ اللفظی انما النزاع فی اثبات النفسی انتہی اسمعیل قنوی تحریر فرماتے ہیں ای قولہ محدث صفۃ جرت علی غیر

ما هی له ولم یصرف الحدوث الی نفسه لرعایة الادب فان نظم القران و انکان حادثا عند جمهور اهل السنة لکنه یتحاشی عن الاطلاق علیه تادبا انتہی ہر دو کلام اسی امر پر دال ہیں کہ اہل سنت حروف و نظم کو حادث فرماتے ہیں اور کلام ثانی سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بوجہ ادب واحتیاط اطلاق مذکور سے اجتناب مناسب ہے تو اب کلام لفظی کے حادث کہنے کی ممانعت بھی اگر کسی معتبر کی کلام سے مفہوم ہوگی تو حسب ارشاد علامہ قنوی اسکو ادب اور احتیاط پر محمول کرنا چاہئے یہ نہیں کہ کلام مذکور سے قدم کلام لفظی پر استشہاد لایا جائے فلیحفظ اور سنئے ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں مرقوم ہے فالمذکور وھو القران قدیم والذکر حادث لانتظامه من الحروف الحادثة فلا تمسك للمعتزلة بهذه الاية علی حدوث القران انتہی دیکھ لیجئے حدوث حروف کی تصریح فرما رہے ہیں اور کوئی صاحب کلام منقول میں ذکر بالمعنی المصدری لینے کا ارادہ نہ فرماویں ورنہ بجز اظہار خوش فہمی نشاہد اور کوئی فایدہ نہ ہوگا بلکہ ذکر سے کلام لفظی مراد ہے کما لا یخفی علامہ ابن حجر فتح الباری میں ارشاد فرماتے ہیں وقال بعضهم القران یطلق ویراد به المقروء وهو الصفة القدیمة ویطلق ویراد به القراءة وهی الالفاظ الدالة علی ذلك وبسبب ذلك وقع الاختلاف اس عبارت سے ایک امر تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ و حروف صفت قدیم پر دال ہیں خود صفت قدیم نہیں دوسرے یہ کہ قراءۃ سے الفاظ مقروء مراد ہیں بلکہ یہ اصطلاح قابل یادداشت ہے کہ ملفوظ و مقروء جب بولتے ہیں تو اکثر معانی نفسیہ مراد ہوتے ہیں اور قراءۃ ولفظ و ذکر سے الفاظ و حروف متبادر ہوتے ہیں پھر اسکے بعد علامہ ممدوح بیان مذہب اشاعرہ کے ذیل میں فرماتے ہیں واما قولهم انه منزه عن الحروف والاصوات فمرادهم الکلام النفسی القائم بالذات المقدسة فهو من الصفات الموجودة القدیمة واما الحروف فان کانت حرکات ادوات کاللسان والشفتین فهی اعراض وان کانت کتابة فهی اجسام وقیام الاجسام والاعراض بذات الله تعالی محال۔ دوسرے موقع میں علامہ

موصوف تحریر فرماتے ہیں واختلف اهل الکلام فی ان کلام الله هل هو بحرف
وصوت اولا فقالت المعتزلة لایکون الکلام الا بحرف وصوت والکلام
المنسوب الی الله قایم بالشجرة وقالت الاشاعرة کلام الله لیس بحرف
ولاصوت واثبت الکلام النفسی وحقیقته معنی قائم بالنفس وان اختلفت
عنه العبارة کالعربیة والعجمیة واختلافهما لایدل علی اختلاف
المعبر عنه والکلام النفسی هو ذلك المعبر عنه الخ ان عبارات سے صاف
ظاہر ہوتا ہے کہ کلام نفسی قایم بذات الباری اور قدیم ہے اور حروف واصوات حال
اور غیر قایم بذات الباری
الباری ہیں۔ اسکے سوا اور بھی چند مواقع میں علامہ ابن حجر نے اس مسئلہ کے
متعلق بحث کی ہے انشاء اللہ آئندہ جب استدلالات ہر دو مولف کا ہم جواب
دینگے اس موقع پر اسکو پیش کرینگے۔ اور علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ بھی کلام
قدیم باریتعالے کو حروف سے منزہ بتلا رہے ہیں فیسمعون عند ذلك الکلام
القدیم القایم بذاته الذی لایشبه کلام المخلوقین اذ لیس بحروف
ولا تقطیع الخ اس سے معلوم ہوگیا کہ کلام قدیم قایم بذات الباری کو کلام مخلوقات
سے تشابہ نہیں اور حروف وتقطیعات کی وہاں گنجایش نہیں ملا علی قاری رحمۃ اللہ
علیہ شرح امالی میں فرماتے ہیں واتفق المسلمون علی اطلاق لفظ المتکلم
علی الله لکنهم اختلفوا فی معناه فذهب اهل الحق الی ان کلامه معنی قائم
بذاته لیس بحرف ولاصوت۔ جملہ مذاہب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں
دلیل اهل الحق ان الحروف والصوت مخلوقان وکلام الله غیر مخلوق
لامتناع قیام الحوادث بذاته تعالی اذ هو من امارات الحدوث نعم
القرآن مقروء بالسنتنا محفوظ فی صدورنا مکتوب فی مصاحفنا کما ان
الله مذکور بالسنتنا معبود فی مساجدنا مسجود فی محاریبنا غیر حال
فیه ولا فیها شرح فقہ اکبر میں مواقع متعددہ میں حدوث الفاظ کو بیان کیا ہے

toobaafoundation.com

ایک جگہ فرماتے ہیں فانما الحادث ادلۃ کلامہ وھی الحروف والکلمات لا حقیقۃ کلامہ القدیم بالذات فان کلام الحق لا یشبہ کلام الخلق کسایر الصفات آگے چلکر فرماتے ہیں ومبتدعۃ الحنابلۃ قالوا کلامہ حروف واصوات یقوم بذاتہ وھو قدیم وبالغ بعضھم جھلا حتی قال الجلد والقرطاس قدیمان فضلا عن المصحف وھذا القول باطل بالضرورۃ ومکابرۃ للحس انتھٰی اسی پر اور مواقع کو قیاس فرمالیجئے ارشادات مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حق حدوث الفاظ کے قایل اور ان کے مخالف مبتدع اور جاہل ہیں اور الفاظ کو قدیم کہنا باطل اور خلاف بداہت ہے اونیٰ صاحب فہم بھی جانتا ہے کہ اگر سلف صالحین کا یہ مذہب ہوتا تو ایسے الفاظ ہرگز نہ فرماتے۔ امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی ملل ونحل میں فرماتے ہیں وکلامہ واحد ھو امر ونہی وخبر واستخبار ووعد ووعید وھذہ الوجوہ ترجع الی اعتبارات فی کلامہ الازلی لا الی عدد فی نفس الکلام والعبارات والالفاظ المنزلۃ علی لسان الملائکۃ الی الانبیاء علیھم السلام دلالات علی الکلام الازلی والدلالۃ مخلوقۃ محدثۃ والمدلول قدیم ازلی والفرق بین القراءۃ والمقروء والتلاوۃ والمتلو کالفرق بین الذکر والمذکور فالذکر محدث والمذکور قدیم وخالف الاشعری بھذا التدقیق جماعۃ من الحشویۃ اذ قضوا بکون الحروف والکلمات قدیمۃ والکلام عند الاشعری معنی قائم بالنفس سوی العبارۃ بل العبارۃ دلالۃ علیہ من الانسان فالمتکلم عندہ من قام بہ الکلام وعند المعتزلۃ من فعل الکلام غیر ان العبارۃ یسمی کلاما اما بالمجاز واما باشتراک اللفظ انتھی۔ اس عبارت سے بھی بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ امام اشعری الفاظ کو حادث فرماتے ہیں البتہ حشویہ حروف وکلمات کے قدیم کے قایل ہیں اور ملاحظہ فرمائیے حامی شریعت وطریقت جامع معرفت وحقیقت امام ربانی حضرت شیخ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکتوبات میں

toobaafoundation.com

ایک موقع میں فرماتے ہیں " قرآن کلام خداست جل سلطانہ کہ بلباس حرف وصوت درآوردہ
بر پیغمبر ما علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام منزل ساختہ است وعباد را بآں امر ونہی فرمودہ چنانچہ
ما کلام نفسی خود را توسط کلام ومخارج در لباس حرف وصوت درآوردہ ظاہر می سازیم و
مقاصد خفیہ خود را درعرصہ ظہور مے آریم ہمچناں حضرت حق سبحانہ کلام نفسی خود را بے
توسط کلام وزبان بقدرت کاملہ خود لباس حرف وصوت عطا فرمودہ بر عباد فرستادہ است و امر
ونواہی خفیہ خود را درضمن حرف وصوت آوردہ بر منصہ ظہور جلوہ دادہ است انتہی جملہ بلباس حرف
وصوت درآوردہ اور ارشاد بقدرت کاملہ خود لباس حرف وصوت عطا فرمودہ - اور
تشبیہ بکلام انسان بالتصریح مقدوریت وحدوث الفاظ وحروف پر دال ہے دوسرے موقع
میں فرماتے ہیں والحال کہ بتلاحق افکار منقح شدہ است گوئیم کہ محل نزاع اگر حروف
وکلمات اند کہ دال اند بر کلام نفسی شک نیست کہ حادث اند ومخلوق واگر مدلولات
مراد باشد قدیم وغیر مخلوق است ایں تنقیح از برکات تلاحق افکار است انتہی ایک اور
مکتوب میں تحقیق فرماتے ہیں - وایضاً از سخنان ایں جماعت معلوم میگردد کہ آن کلام
را می شنوند ونسبت آن بحضرت حق سبحانہ ہمچو نسبت کلام بمتکلم مے دانند وایں
عین الحاد است حاشا وکلا کہ از حضرت حق سبحانہ کلامے صادر شود بطریق تکلم کہ در
وے ترتیب باشد وتقدیم وتاخیر بود کہ آں علامات حدوث است سخنان مشائخ کبار
ایشاں را در غلط انداختہ است چہ مشائخ نیز اثبات کلام ومکالمہ باں حضرت جل
سلطانہ نمودہ لیکن باید دانست کہ مشائخ نسبت آن کلام را بحضرت حق سبحانہ ہمچو
نسبت کلام بمتکلم نمے توانند بلکہ ہمچو نسبت مخلوق بخالق یقین میکنند واینجا ہیچ
محظور نیست حضرت موسےٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ از شجرہ مبارکہ کلام حق
شنید جل شانہ نسبت آں کلام بحق جل سلطانہ ہمچو نسبت مخلوق بود بخالق نہ ہمچو نسبت
کلام بمتکلم وہمچنیں کلامیکہ از حضرت جبرئیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام شنید نسبت
آں کلام بحضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ہمچو نسبت مخلوق بود بخالق غایت مافی الباب آں
کلام نیز کلام حق است جل سلطانہ ومنکران کافر وزندیق گویا کلام حق مشترک است

toobaafoundation.com

درمیان کلام نفسی و کلام لفظی کہ بے توسط امرے حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایجاد آں نمایدپس
کلام لفظی نیز بحقیقت کلام حق باشد جل وعلا پس ناچار منکر آں کافر بود فافہم فان ھذا
التحقیق ینفعك فی کثیر من المواضع واللہ سبحانہ الموفق انتہی اس کلام سراپا
رشد وہدایة کو بنظر تدبر دیکھنا چاہیئے کہ کس شرح وبسط کے ساتھ حروف والفاظ کی مخلوقیت
وحدوث کو بیان فرمایا ہے اور بہ نسبت کلام لفظی حق تعالیٰ شانہ کے متکلم کہنے کو عین الحاد
فرمایا ہے مگر یہ ملحوظ رہے کہ حضرت مجدد کلام مسموع مولف من الحروف والالفاظ کی نسبت
یہ فرما رہے ہیں کہ اسکے لحاظ اور اعتبار سے حق تعالیٰ شانہ کو حقیقۃً متکلم بالمعنی المتبادر
کہنا الحاد ہے علی الاطلاق حق تعالیٰ کو بہ نسبت کلام مسموع متکلم کہنے پر حکم الحاد جاری
نہیں فرماتے جس سے مجوزین سماع کلام نفسی کا ملحد ہونا سمجھ میں آتا ہے چنانچہ اُن کی
عبارت سے یہ مطلب خوب مفہوم ہوتا ہے اور ایک مکتوب میں جو دربارہ استماع
کلام باری لکھا ہے اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے اُسکی اخیر کی عبارت یہ ہے وگروہے کہ
گمان بردہ اند کہ ما حروف وکلمات را از آں حضرت جل سلطانہ استماع مینمائیم دو فریق اند
یکے ازاں فریق کہ احسن حال اند میگویند کہ ایں حروف وکلمات حادثہ مسموعہ دوال اند
براں کلام نفسی قدیم وفریق دیگر اطلاق قول بسماع کلام حق جلشانہ مینمایند وہمیں حروف
وکلمات مترتبہ را کلام حق میدانند جل وعلا وفرق نے کنند درمیان آنکہ لائق بشان
او تعالیٰ کدام است کہ شایان جناب قدس اونیست سبحانہ وھم الجہال البطال لم
یعرفوا مایجوز علیہ ومالا یجوز علیہ تعالیٰ انتہی علی ہذا القیاس حضرت
شیخ کا ایک اور مکتوب عربی جو اس بحث میں لکھا ہے موجود ہے حضرت شیخ
نے اول یہ فرمایا ہے کہ جو عبد خطاب خداوندی اور اس سے اخذ کرنے کی استعداد
وقابلیت تام رکھتا ہو وہ خطاب الٰہی کو اول تلقی روحانی سنتا ہے اور توسط صوت
وندا کی اصلا احتیاج نہیں ہوتی پھر وہ معنے قوت خیالیہ میں بصورت حرف وصوت
متمثل ہو جاتے ہیں کیونکہ عالم شہادت میں افادہ اور استفادہ بلاواسطہ حرف و
صوت کبھی نہیں ہوتا اُسکے بعد فرماتے ہیں فصح انہ یجوز ان یسمع کلام تعالیٰ

toobaafoundation.com

المجرد من الحروف والصوت بلا کیف ثم بعد ذالک تمثل ذالک الکلام فی الخیال بصورة حرف وکلمة لیحصل الافادة والاستفادة فی عالم الاجسام ایضاً ومن لم یطلع علی هذه الدقیقة زعم بعض منهم وهم احسن حالاً انهم یسمعون کلامه تعالی لکن بتوسطها حروف وکلمات حادثة دالة علیه وبعضهم اطلقوا القول بانهم یسمعون کلامه تعالی ولم یفرقوا بین ما یلیق بشانه تعالی وما لا یلیق وهم الجهال البطال لم یعرفوا ما یجوز علی الله تعالی عما لا یجوز والحق ما حققت بفضل الله سبحانه واحسانه تعالی انتہی ۔ ورن کلام کے ملاحظہ سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ کلام جناب باری حرف و صوت سے منزہ ہے اور بالقاے روحانی بلا توسط حروف وہ کلام مستعد تام کو مسموع ہوتی ہے لیکن مرتبہ ثانیہ میں بعد سماع وہ کلام سامع کے مخیلہ میں بصورت حروف و کلمات متمثل ہو جاتی ہے اور سب جانتے ہیں کہ حروف منطوقہ کا درجہ اسکے بھی بعد میں ہے سو سامع متوسط الحال جب اُن کلمات متمثلہ کو اپنے اندر مرتسم پاتا ہے اور اُس کلام لفظی کا سماع اسکو محسوس ہوتا ہے تو اُسکو اصل کلام خیال کرکے یہ سمجھ جاتا ہے کہ حقیقت کلام یہی حروف و کلمات ہیں حالانکہ یہ حروف و کلمات کلام متلقی کے صور خیالیہ ہیں اسلئے جو شخص اس کلام لفظی کو بعینہ حق تعالی کی کلام سمجھتا ہے اسکو حضرت شیخ جاہل و بطال فرمارہے ہیں اور یہ ہر دو مکتوب قابل ملاحظہ ہیں احقر نے باندیشہ طول اسیقدر پر اکتفا کیا اسی مضمون کی طرف رئیس المحققین مقدام الراسخین خاتم ولایت محمدیہ شیخ محی الدین ابن عربی المعروف بشیخ اکبر فتوحات مکیہ میں اشارہ فرماتے ہیں فظهر فی قلبه علی صورة لم یظهر بها فی لسانه فان الله جعل لکل موطن حکماً لا یکون لغیره فظهر فی القلب احدی العین نجره الخیال وقسمه فاخذه اللسان فصیر ذا حرف وصوت وقید به سمع الاذان وابان انه مترجم عن الله لا عن الرحمن لما فیه من الرحمة والقهر والسلطان فقال تعالی ماجی حتی یسمع کلام الله فتلاه رسول الله صلی الله علیه وسلم بلسانه اصواتاً وحروفاً سمعه الاعرابی بسمع اذنه فی حال ترجمته والکلام لله بلاشک

والترجمۃ للمتکلم بہ کان من کان فلا یزال کلام اللہ من حین نزولہ یتلی حروفا
واصواتا الی اخر کلامہ الشریف اول عبارت کا وہی مطلب ہے جو حضرت شیخ مجدد فرما
چکے ہیں اور اخیر جملہ اسپر شاہد ہے کہ حروف و اصوات ذریعہ تلاوت کلام الٰہی ہیں دوسری فصل
میں ارشاد فرماتے ہیں اعلم ان اللہ انزل ھذا القران حروفا منظومۃ من
اثنین الی خمسۃ احرف متصلۃ ومفردۃ وجعلہ کلمات وایات وسورا
ونورا وھدی وضیاء وشفاء ورحمۃ وذکرا وعربیا ومبینا وحقا وکتابا
ومحکما ومتشابھا ومفصلا پھر اس کی تفصیل میں تحریر فرماتے ہیں فمن ذلک
کونہ حروفا والمفھوم من ھذا الاسم امران الامر الواحد المسمی قولا وکلاما
ولفظا والامر الاخر یسمی کتابۃ ورقما وخطا والقران یخط فلہ حروف الرقم
وینطق بہ فلہ حروف اللفظ الخ اول کلام میں لفظ انزال وجعل ومنظوم اور نیز عطف
سور وآیات کلمات کے حدوث پر دال ہیں اور عبارت ثانیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
کلام الٰہی کو جیسا بوجہ خط مرقوم ومنقوش کہتے ہیں ایسا ہی بوجہ نطق حروف ملفوظہ کہہ سکتے
ہیں دوسری فصل میں حضرت شیخ آیہ کریمہ ما یاتیھم من ذکر من الرحمٰن محدث کی تفسیر میں
فرماتے ہیں یعنی عندھم وان کان قد تکلم بہ مع غیرہ قبل ھذا مثل التوراۃ
وغیرھا مما ھو فی القران ھذا اذا قلنا انہ یرید کلام اللہ الذی ھو
صفۃ لہ وان کان الظاہر ان السامع انما سمع کلام اللہ المترجم عن اللہ
کما قال ان اللہ قال علی لسان عبدہ سمع اللہ لمن حمدہ
انتہی یعنے لفظ محدث جو آیہ میں ہے بظاہر معتزلہ کے موافق ہے اہل سنت جو کلام الٰہی
کو قدیم کہتے ہیں اُن کے مخالف معلوم ہوتا ہے تو حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس کی
دو توجیہ کی طرف اشارہ فرمایا توجیہ اول کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم ذکر سے مراد ذکر نفسی صفۃ
باری مرادلیں تو اگرچہ خلاف ظاہر ہے مگر اُسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ کلام مذکور فی نفسہ
قدیم ہے مگر اُسکا تعلق مخاطبین کے ساتھ حادث ہے چنانچہ جملہ یعنی عندھم وان کان
قد تکلم بہ مع غیرہ الخ کا یہی مفاد ہے اور اگر بوافق ظاہر اس سے کلام لفظی مراد لی جائے

جسکو کلام مترجم کہتے ہیں تو پھر کوئی خلجان ہی نہیں رہتا کیونکہ اسکا حدوث مسلم ہے چنانچہ
اس مضمون پر جملہ ھذا اذا قلنا انہ یرید کلام اللہ الذی ہو صفۃ لہ الخ شاہد ہے
دوسرے موقع میں فرماتے ہیں فکل ذی کلام موصوف بانہ قادر علی ان یتکلم
متمکن فی نفسہ من ذلک والحق لایوصف بانہ قادر علی ان یتکلم فیکون
کلامہ مخلوقا وکلامہ قدیم فی مذھب الاشعری وعین ذاتہ فی مذھب
غیرہ من العقلاء فنسبۃ الکلام الی اللہ مجھولۃ لا تعرف کما ان ذاتہ لا
تعرف ولا یثبت الکلام للہ الا شرعا لیس فی قوۃ العقل ادراکہ من حیث
فکرہ انتہی صاحب ذوق سلیم جانتا ہے کہ یہ جملہ اوصاف کلام نفسی پر صادق ہیں کلام لفظی انکا
مصداق نہیں ہو سکتی دیکھئے کلام مذکور کو غیر مخلوق کہنا اور بعض کا قدیم اور بعض کا اسکو
عین ذات سمجھنا اور اسکی نسبت کا مجہول و غیر معلوم ہونا اور اسکے ادراک سے عقل کا
قاصر ہونا اسپر شاہد ہے کہ کلام نفسی مراد ہے سب اہل علم پر روشن ہے کہ جمیع متبعین عقل
نے بوجہ اتباع عقل اگر انکار کیا ہے تو کلام نفسی کا انکار کیا ہے کلام لفظی کو بوجہ شہادت
عقل سب تسلیم کرتے ہیں چنانچہ عبارات سابقہ اسپر شاہد ہیں فافہم ولا تکن من
القاصرین ولا من العقلاء الجاھلین بلکہ بشرط فہم مدلولات وضعیہ بھی اس کا
مصداق نہیں ہوسکتے اور حضرت شیخ اکبر رحمہ اللہ علیہ نے فتوحات میں جس مقام میں
حقیقت حروف تہجی کو بیان فرمایا ہے وہاں بھی حروف کے حدوث بلکہ کیفیت احداث
کی بھی مکرر سہ کرر تصریح فرمادی ہے اور حضرت شیخ ابو محمد روزبہان رحمہ اللہ علیہ جو محققین
صوفیہ کرام میں ہیں اپنی تفسیر عرائس البیان میں تحقیق فرماتے ہیں وان اللہ سبحانہ
اذا اراد ان یسمع کلامہ احدا من الانبیاء والاولیاء یعطیہ سمعا من اسماعہ
فیسمع بہا کلامہ کما حکی علیہ السلام عنہ تعالی فاذا احببتہ کنت سمعہ
الذی یسمع بہ الحدیث اسمعہ کلامہ ولیس ھناک الحروف والاصوات انتہی
حضرت شمس المفاخر والمعالی امام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ علیہ احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں
الاصل السادس انہ سبحانہ وتعالی متکلم بکلام وھو وصف قائم بذاتہ لیس

toobaafoundation.com

ليس بصوت ولا حرف بل لا يشبه كلامه كلام غيره كما لا يشبه وجوده وجود
غيره والكلام بالحقيقة كلام النفس وانما الاصوات قطعت حروفا
للدلالات كما يدل عليها تارة بالحركات والاشارات وكيف التبس هذا
على طائفة من الاغبياء ولم يلتبس على جهلة الشعراء حيث قال قائلهم شعر
ان الكلام لفي الفؤاد وانما ٭ جعل اللسان على الفؤاد دليلا ٭ ومن لم يعقله
عقله ولا نهاه نهاه عن ان يقول لساني حادث ولكن ما يحدث فيه بقدرتي
الحادثة قديم فاقطع عن عقله طمعك وكف عن خطابه لسانك و
من لم يفهم ان القديم عبارة عما ليس قبله شيء وان الباء قبل السين
في قوله بسم الله فلا يكون السين المتاخر عن الباء قديما فنزه عن الالتفات
اليه قلبك فلله سبحانه سر في ابعاد بعض العباد ومن يضلل الله فما
له من هاد انتهى كلامه الشريف دیکھیے حضرت امام جو افاضل اشاعرہ میں معدود
ہیں کس قدر تصریح اور تنبیہ کے ساتھ ہمارے مدعا کو ثابت فرما رہے ہیں اور حدوث
الفاظ میں خلاف کرنے والوں کو کیسے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں حضرت مولانا شاہ ولی اللہ
صاحب رحمہ اللہ علیہ نے ثبوت قدم قرآن مجید کی جو تحقیق بیان فرمائی ہے آپ تحریر
فرما رہے ہیں "بعد از آنکہ حضرت پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث شدند آں
علوم بجد و غیبی کہ از مطلب حظیرۃ القدس برخاستہ است و ہمہ ملاء اعلیٰ ہمہ آں را التعین کردہ
و جبرئیل مقدم ایشان است دریک تعین در لطیفہ عقلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لباس
لفظ عربیت و اسلوب بدیع شعر و آیات پوشیدند و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آں
بمردماں رسانیدند و در تبلیغ آں جارحہ شدند از جوارح الٰہی و بقوت غیبی آں کار را سرانجام
دادند" آگے چلکر فرماتے ہیں پس در موطنی از عالم مثال کہ متوسط است در عالم علوی
و سفلی و برکات ارض و سماء ہر دو در آنجا جمع مے شود صورت ظرفہ و معنے پیدا کرد پس
قرآن قدیم است باصل خود و حدث است باعتبار نزول در حرفی است و کلام حضرت
حق است و منزل بواسطہ ملک کریم و متلو بالسنہ عباد و مکتوب در مصاحف انتہیٰ

toobaafoundation.com

اس کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن باعتبار اصل قدیم ہے اور منزل و عربی اور مکتوب اور متلو ہونا حادث ہے حضرت امام المسلمین و رئیس المجتہدین افضل الائمہ و ہادی الامۃ امامنا الاعظم حضرت ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ و عن اتباعہ فقہ اکبر میں ارشاد فرماتے ہیں وصفاتہ کلہا بخلاف صفات المخلوقین یعلم لا کعلمنا و یقدر لا کقدرتنا و یرے لا کرؤیتنا و یتکلم لا ککلامنا و یسمع لا کسمعنا نحن نتکلم بالآلات والحروف واللہ سبحانہ یتکلم بلا آلۃ و حروف والحروف مخلوقۃ و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق انتہی حضرت امام ممدوح وصیت نامہ میں تحریر فرماتے ہیں نقر بان القران کلام اللہ تعالٰی و وحیہ و تنزیلہ و صفتہ لا ھو و لا غیرہ بل ھو صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حال فیہا والحروف والحبر والکاغذ والکتاب کلہا مخلوقۃ لانہا افعال العباد و کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق لان الکتابۃ والحروف والکلمات والآیات کلہا آلۃ القران لحاجۃ العباد الیہ و کلام اللہ تعالٰی قایم بذاتہ و معناہ مفہوم بہذہ الاشیاء انتہی۔ دیکھیے دونوں عبارتوں میں بالتصریح حضرت امام الائمہ حروف کو مخلوق فرما رہے ہیں۔ اب یہ ہیچمدان لبس کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اگرچہ اس بارہ میں عبارات بہت کثرت سے اور بھی موجود ہیں لیکن ہمارے مقابل اگر بنظر فہم و تدبر ملاحظہ فرماوینگے تو عبارات منقولہ ہی کو دیکھ کر انشاء اللہ یہ کہیں گے مصرع تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم۔ بلکہ فی الواقع یہ مسئلہ ایسا مسلم ہے کہ اسقدر عبارات کا نقل کرنا بھی طول سے خالی نہیں معلوم ہوتا مگر فقط اس اندیشہ سے کہ ہر دو فاضل معقول چونکہ قدم کلام لفظی کے حق ہونے پر زور دے رہے ہیں اور بالخصوص مولف ثانی جملہ سلف صالحین کا یہی مشرب بتلا رہے ہیں اور قول حدوث کلام لفظی کو اوہن من نسج العنکبوت فرما رہے ہیں اسلئے عبارات متعددہ کا پیش کرنا ضروری معلوم ہوا سو جب احقر نے علماء معتبرین اصولیین و مفسرین و متکلمین و اعلام محققین کی تصریحات سے حدوث کلام مذکور پورے طور پر ثابت کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ قدم حروف و الفاظ مسلک اہل سنت ہرگز نہیں بلکہ تو حشویہ

toobaafoundation.com

کا یہ مذہب ہے جن کو اعلام اہل سنت سخت الفاظ سے یاد فرماتے ہیں نواب بروے
انصاف ہمکو کسی دلیل مخالفین کا جواب دینا ضروری نہیں ہمارا مدعا بحمد اللہ باغبار
ہے بالخصوص جب ہم اس امر کو دیکھتے ہیں کہ اکابر امت ایسے لوگوں کے قول کی طرف
توجہ اور التفات سے بھی منع فرما رہے ہیں کما مر اور ساتھ ہی میں یہ بھی خیال کرتے ہیں
کہ ہر دو مولف نے اپنے موافق مدعا ایک دو عبارت کو دیکھکر بلا تدبر اسکو ثبوت مدعا
کے لئے کافی سمجھ لیا اور جمہور علماء رشد و ہدی کے ساتھ اسکے منکر ہیں اُن کے خلاف کا
اصلا خیال نہیں کیا اور نہ کچھ فکر جواب فرمایا تو پھر تو کسی درجہ میں بھی ہمارے ذمہ
مخالفین کے خیالات کی جوابدہی لازم نہیں ہو سکتی تعجب ہے کہ مسایل فقیہہ ظنیہ
میں بھی راجح مرجوح مفتی بہ غیر مفتی بہ کی تمیز ضروری ہے ہر خاص و عام کو یہ اجازت نہیں
کہ اپنی خواہش کے موافق جس روایت پر چاہے عمل کرے پھر امور اعتقادیہ متعلقہ ذات
وصفات میں بالفرض اگر ایک دو عبارت فضلاء معقول کی قسمت سے اُن کے موافق
بھی نکل آئی تو بلا ترجیح دلیل معتبر جمہور کے مقابلہ میں ہرگز وہ اسکو کیونکر معتقد علیہ بنا سکتا
ہے بالجملہ بوجوہ مذکورہ بالا ہر چند ہم کو اُن خیالات کی طرف توجہ کرنا ہرگز ضروری نہ تھا مگر
نظر بعض مصالح یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ استدلالات منقولہ ہر دو مولف کی کیفیت بھی حسب
موقع عرض کر دی جاوے تاکہ تحقیق مدعا اور اطمینان ناظرین میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہجاے
سو مولف تنزیہہ نے تو اس بارہ میں بہت ہی کوتاہی کی ہے وہ تو شاید جملہ عالم کو اپنا
شاگرد یا معتقد خیال فرماتے ہیں کہ غلط صحیح جو کچھ میرے قلم سے نکلیگا اُسکے مقابلہ میں
نہ متقدمین کے قول کو کوئی معتبر سمجھیگا نہ متاخرین کے ارشاد کو البتہ مولف عجالہ نے
ظاہر میں چند نقلیات اور عقلیات ملا کر اپنے دعوے کو مدلل کر دیا ہے گو سمجھنے والے
سمجھتے ہیں کہ بالکل ملمع کاری ہے کام کی باتیں ہرگز نہیں فقط ایک عبارت صاحب
مواقف علیہ الرحمہ کی دوسری میر سید شریف نے جو اُسکی تائید فرمائی ہے جسکو مولف
اول نے بھی پیش کیا ہے اُسکے سوا جو کچھ لکھا ہے کھلم کھلا دعوے بے اصل بلکہ
دعوے خلاف دلیل ہے اسلئے مولف ثانی کے دلایل کی کیفیت عرض کئے دیتا ہوں

toobaafoundation.com

مولف اول کے جملہ امور کا جواب اُس سے مع شئے زائد انشاء اللہ معلوم ہو جائیگا لیکن
یہ مناسب ہے کہ اول اُن نقلیات کی کیفیت بیان کی جاوے جو مؤلف ثانی نے
محض اپنی عرقریزی اور قوت طبع سے ایجاد فرمائی ہیں اُس کے بعد صاحب موافقف
کی کلام کی تفصیل جو کہ اس بارہ میں اصل اصول سمجھی جاتی ہے عرض کرونگا باقی یہ امر
پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر دو مولف کلام لفظی کو جو کہ حروف و کلمات سے مرکب ہے قدیم
اور قایم بذات الباری فرماتے ہیں اور یہی سلف صالحین کا مشرب بتلاتے ہیں اور
ہمارا دعوے یہ ہے کہ کلمات و حروف اور جو کلام اُن سے مرکب ہے سب مخلوق بارِ تعالٰے
ہیں اور علمار معتبرین متقدمین و متاخرین کا یہی مذہب ہے درحقیقت ما بہ النزاع فقط
یہی امر ہے سو ہماری دلایل قطعیہ نقلیہ جو کلام مذکور کی مخلوقیت پر دال ہیں محققین اعلام
اور علمار کرام کی کلام سے منقول ہو چکی جو علاوہ مخلوقیت کلام مذکور کے اس امر پر بھی
بالتصریح دال ہیں کہ قائلین قدم کلام لفظی جاہل و باطل مبتدع اور معاند ضال وغیرہ قابل
نا التفات ہیں اور صاحب تمہید نے تو کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی لیکن اب اُن دلایل
کو بھی بنظر فہم دیکھنا چاہیئے جو مولف عجالہ نے بڑے دعوے کے ساتھ نقل فرمائی
ہیں اور جنکے اعتماد پر دعوے مخلوقیت کلام لفظی کو اوہن من نسج العنکبوت بتلا رہے ہیں
اور جملہ سلف کا یہی عقیدہ قرار دے رہے ہیں سو اول تو مولف موصوف نے میر سید شریف
اور قاضی عضد کی عبارت نقل فرمائی ہے جسکا جواب اخیر میں معروض ہوگا اُس کے بعد
حضرت مولانا بحر العلوم کی دو عبارتیں نقل کی ہیں اول عبارت جس میں صاحب مواقف کے
کلام کی تائید و تحقیق موجود ہے اس کی کیفیت مفصلہ صاحب مواقف کے کلام
کے جواب میں عرض کرونگا البتہ کلام ثانی بقدر حاجت نقل کر کے اُس کی کیفیت
اول عرض کرتا ہوں وہو ہذا و مسئلۃ کون الکلام صفۃ لہ تعالی غیر مخلوقۃ
قطعیۃ لا وجہ للریب والارتیاب فیہ الا تری کیف قال الامام ابو حنیفہ
رحمہ اللہ تعالی من قال بخلق القرآن فہو کافر قالوا ہو من الکفران
لا من الکفر و کیف صبر الامام احمد علی ایذاء المعتزلۃ بیانات و لم یجر

toobaafoundation.com

خلافها على اللسان فضلاً عن الانكار وانظر الى ما قال الامام الشيخ
داؤد الطائی عند حلول هذه الحادثة قاه احمد مقام الانبیاء وسئل
الامام الهمام جعفر بن محمد الصادق کرم الله وجهه ووجوه ابائه الکرام
عن القران هل هو خالق او مخلوق فاجاب القران کلام الله غیر مخلوق
وبالجملة مسئلة عدم خلق القران وکونه صفة قدیمة مجمع علیه
اجماعاً قطعیاً لا یعتبر مخالفة الحمقاء وکذا لا یضر مخالفة الکرامیة
فی امتناع قیام الحوادث به تعالی فتدبر انتهی اس عبارت کے نقل
کرنے کے بعد مؤلف ثانی فرماتے ہیں کہ یہ عبارت اس بات پر شاہد صادق ہے
کہ حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ
عنہ وعن آبائہ الکرام کا مسلک بھی وہی ہے جو ہم نے دعوے کیا تھا یعنی کلام لفظی قدیم
ہے کیونکہ سایل نے کلام لفظی کی ہی نسبت دریافت کیا تھا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ
اگر کلام نفسی کی نسبت سوال ہوتا تو سایل یہ نہ کہتا کہ قران مخلوق ہے یا غیر مخلوق
بلکہ یہ کہتا کہ قران موجود ہے یا نہیں کیونکہ قران نفسی کی نسبت جو اہل سنت والجماعۃ
اور معتزلہ میں خلاف ہے تو اُس کے تحقق اور عدم تحقق میں خلاف ہے اور قائلین
کلام نفسی سب قدم کے قایل ہیں اور جملہ منکرین قدم کلام نفسی کے منکر ہیں یہ
نہیں کہ معتزلہ کلام نفسی کو مانکر پھر قدیم ہونے کا انکار کرتے ہوں تو اب منشا نزاع
مابین الفریقین فقط ثبوت کلام نفسی اور عدم ثبوت کلام نفسی ہے اور قدم وحدوث
محض اس پر متفرع ہے اسلئے کلام نفسی کی نسبت سوال کرنا منظور ہوتا تو سائل کلام
نفسی کے وجود اور عدم ثبوت سے سوال کرتا قدم وحدوث خود بخود اُس سے معلوم
ہو جاتا انتہٰی ۔ اقول بحو مدہم اس عبارت کو دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ
اس کلام سے صاحب عجالہ کا مدعی جسکے بڑے شد ومد سے مدعی تھے کس طرح ثابت
ہوتا ہے کلام مذکور سے کلام لفظی کا قدیم سمجھنا بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسا
کسی شائق نے غلبہ اشتیاق ہیں وارد وکے جواب میں چار روٹیں کہا تھا مولانا بحر العلوم

toobaafoundation.com

کے ارشاد سے تو فقط یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کلام کا صفت الٰہی اور غیر مخلوق ہونا امر قطعی و یقینی ہے اس میں مخالفت کرنی حمقا کا کام ہے اور اس ارشاد کی تائید میں حضرت امامنا الاعظم اور شیخ داود طائی اور حضرت ہادی عالم امام جعفر صادق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اقوال اور حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا حال فرمایا ہے سو اس امر کا اہل سنت میں سے کون منکر ہے کلام لفظی مرکب من الحروف والاصوات کا قدم ثابت کرنا تھا جس سے یہ جملہ ارشادات ساکت وخالی ہیں فواتح الرحموت دیکھ لیجئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بحر العلوم نے معتزلہ اور کرامیہ کے مقابلہ میں یہ ارشاد فرمایا ہے جو کہ کلام الٰہی کو صفت قایم بذات الباری نہیں کہتے یا ذات واجب تعالیٰ کو محل حوادث کہنے سے انکار نہیں کرتے مگر کلام نفسی کے انکار میں دونوں فریق موافق ہیں سو چونکہ یہ دونوں فریق کلام نفسی کے منکر ہیں اور کلام الٰہی کے حادث کہنے میں موافق ہیں اس لئے اُن پر رد کرنے کے لئے مولانا بحر العلوم نے یہ اقوال نقل فرمائے ہیں جس سے بالبداہتہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بحر العلوم کی غرض ان اقوال کی نقل سے ثبوت قدم کلام نفسی ہے جسکو تمام اہل حق تسلیم فرماتے ہیں اور معتزلہ و کرامیہ اس کے منکر ہیں جملہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال مشہور و معروف تھا مگر یہ برعکسی ابھی دیکھنے میں آئی ہے کہ جانب مخالف کے ثبوت پر اگرچہ قرائن قویہ دال ہوں تو بھی استدلال میں خامی نہیں آتی بالجملہ ہر صاحب فہم ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ ان اقوال میں کلام نفسی کا قدم ثابت کرنا مقصود ہے کلام لفظی سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ ایسی عبارات کو موقع استدلال میں پیش کرنا دلیل عجز ہے اور یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ مؤلف موصوف نے فقط نقل عبارت پر قناعت کی اور کوئی وجہ ایسی بیان نہیں کی جو انکے ثبوت مدعا پر دال ہو فقط حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب کے ساتھ ایک قرینہ خیالی بیان کیا جسکا جواب عرض کرونگا باقی اور حضرات کی کلام میں اتنا بھی نہیں کیا دیکھئے حضرت امامنا الاعظم کا تو فقط یہ جملہ ہے من قال بخلق القرآن فہو کافر جس میں کلام لفظی کا نام ونشان بھی نہیں بلکہ فہم سلیم ہو تو

toobaafoundation.com

حضرت امام اعظم کا قائلین خلق قران کو کافر فرمانا خود اس پر دال ہے کہ قران سے
کلام نفسی مراد ہے ورنہ مولف عجالہ کو بھی حسب ارشاد امام جملہ متاخرین اہل سنت
کی تکفیر تسلیم کرنی پڑے گی لاحول الخ اور حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا
خلاصہ حسب ارشاد صاحب عجالہ صرف یہ ہے کہ جب حضرت امام احمد کو مسئلہ
خلق قران کے قصہ میں طرح طرح کے مصائب و شدائد جھیلنے پڑیں اور جناب امام
رحمۃ اللہ علیہ نے اُن پر تحمل فرماکر بوجہ اندیشہ حبس و قتل امر حق کا سرمو خلاف نہ کیا
تو اُس وقت شیخ داؤد طائی نے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں قام احمد
مقام الانبیاء فرمایا سو حقیقت الامر تو یہ ہے کہ اول تو شیخ داؤد طائی کا یہ مقولہ
ہی نہیں ہو سکتا ابن خلکان وغیرہ تواریخ معتبرہ میں ملاحظہ فرما لیجئے کہ حضرت امام احمد
کو یہ قصہ سنہ دو سو میں پیش آیا ہے اور شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام
ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں اور اُن کی وفات سنہ ایک سو ساٹھ یا پینسٹھ میں ہو چکی
ہے جو حضرت امام احمد کے قصہ سے ساٹھ برس مقدم ہے باوجود اسقدر تقدم کے
قول مذکور کو حضرت کو حضرت شیخ کی طرف منسوب کرنا کیونکر قابل تسلیم ہو سکتا ہے
ہاں یہ احتمال کوئی نکال سکتا ہے کہ بطور کرامت قبل از وقوع حضرت شیخ نے ایسا
فرمادیا ہو اور بوجہ وثوق کامل بجائے یقوم لفظ قام کہا ہو مگر احتمال قابل قبول اہل فہم
یہ ہے کہ غالباً یہ مقولہ داؤد ظاہر کا ہے جنکا مولد سن دو سو دو یا ایک و کم ہے اور سن
وفات دو سو ستر ہیں اور ظاہر کا طائی لکھ دینا قلم نساخ سے کچھ بعید نہیں واللہ اعلم
اور اگر بپاس خاطر صاحب عجالہ شیخ داؤد طائی کا ہی ارشاد تسلیم کر لیجئے تو حسب معروضہ
سابقہ غایتہ مافی الباب یہ امر ثابت ہو گا کہ مسئلہ مذکورہ میں حضرت شیخ امام کی موافق
ہیں مگر اتنی بات سے مدعیان قدم کلام لفظی کو کیا نفع تا وقتیکہ یہ امر محقق نہ ہو جائے کہ
حضرت امام کلام مرکب من الحروف والکلمات کو قدیم فرماتے ہیں اور مؤلف عجالہ
نے تمام رسالہ میں بھی کوئی نقل ایسی بیان نہیں فرمائی جس سے یہ امر محقق ہو جائے
کہ حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ حروف و کلمات کے قدیم ہونے کے قایل ہیں

toobaafoundation.com

ہاں آگے چل کر بزور معقول بعض قرائن عقلیہ سے اس امر کو ثابت فرمایا ہے جسکی حقیقت
نقلیات سے فراغت پاکر انشاء اللہ عرض کرونگا اور اگر حسن اتفاق سے یہ امر کسی دلیل سے
ثابت ہو جائے کہ خود حضرت امام کا بھی مذہب یہ ہرگز نہیں کہ کلمات و حروف قدیم
ہیں تو پھر تو مولف موصوف کو خود بخود یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت شیخ واور بھی حروف و کلمات
کو قدیم نہیں فرماتے اور انشاء اللہ بہدایت ایزدی بہ تمامہ انھیں حضرات کے ارشاد سے
کہ جنکے کلام سے مولف مذکور سند لا رہے ہیں ظاہر کرونگا کہ حضرت امام کلمات و الفاظ
کو قدیم نہیں فرماتے اب فقط حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد باقی
رہگیا جسکا ماحصل یہ ہے کہ سایل نے مسئلہ خلق قرآن کی نسبت دریافت کیا تو انھوں
نے جواب میں القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ارشاد فرمایا سو ہم کو اسکے جواب میں اس قدر
عرض کردینا کافی ہے کہ کلام لفظی جو متنازع فیہ ہے اسکا قدیم ہونا اس سے ثابت نہیں
ہوتا بلکہ جملہ مذکور کلام نفسی کے بارہ میں ہے یہی وجہ ہے جو حضرت امام ابن امام نے
جواب میں لفظ کلام اللہ اور بڑھا دیا کیونکہ حسب تصریحات علماء لفظ قرآن اکثر قرآن
لفظی پر بولا جاتا ہے اور کلام اللہ صفت باری تعالیٰ یعنی کلام نفسی میں شائع الاستعمال ہے
اسلئے حضرت امام ممدوح نے قرآن کو غیر مخلوق نہ فرمایا تاکہ کلام لفظی کو کوئی غیر مخلوق نہ
سمجھ بیٹھے بلکہ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق فرمایا یعنے قرآن بمعنی کلام الٰہی جو کہ صفت واجب
تعالیٰ ہے وہ غیر مخلوق ہے چنانچہ علامہ سعد الدین وغیرہ اس جملہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں
وعقب القرآن بکلام اللہ تعالی لما ذکر المشایخ من انه یقال القرآن کلام
اللہ تعالی غیر مخلوق ولا یقال القرآن غیر مخلوق لئلا یسبق الی الفهم
ان المولف من الاصوات والحروف قدیم کما ذهبت الیه الحنابلة
جهلا او عنادا انتهی بالجملہ حسب تصریحات علماء حضرت امام المسلمین نے اس
جہل و عناد کے خوف سے یہ لفظ اور زیادہ فرمادیا تھا تو جو صاحب اب بھی جناب امام
کی طرف قدم کلام مولف من الاصوات والحروف کو منسوب کرتے ہیں گویا حسب
ارشادات علماء در پردہ جہل و عناد کی نسبت جہلا یا عنادا حضرت امام ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے

toobaafoundation.com

خدام کی طرف کر رہے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ مگر مؤلف ثانی نے ان جملہ امور سے قطع
نظر کر کے کلام حضرت امام کو کلام لفظی ہی پر محمول کیا اور قرینہ یہ بیان کیا کہ سایل کو اگر
کلام نفسی کا پوچھنا ہوتا تو اُسکے ثبوت و انتفا سے سوال کرتا مخلوقیت و عدم مخلوقیت کو
دریافت نہ کرتا چنانچہ عبارت صاحب عجالہ کے ذیل میں اس امر کی تفصیل معروض ہو چکی
ہے سو مولف کے طرز کے موافق تو الزاماً اسکا یہی جواب ہے کہ اگر حضرت امام کلام
لفظی کی نسبت جواب دیتے اور حسب بیان مؤلف عجالہ سایل کی بھی یہی غرض ہوتی
تو القرآن کلام اللہ غیر مخلوق نہ فرماتے بلکہ الفاظ القرآن غیر مخلوق فرماتے اور تفصیل مطلوب
ہے تو جواب اس وہم کا اول تو یہی ہے کہ معلوم نہیں سایل کون تھا کیا عجب ہے جو عوام
مسلمین میں سے ہو سُنی سُنائی جو اس مسئلہ میں خدشہ ہوا اُس نے حضرت امام سے استفسار
کیا حضرت امام نے اُسکے مناسب جواب سہل بیان فرما دیا کہ کلام الٰہی غیر مخلوق ہے
اُسکو کلام لفظی و نفسی کے خلجان میں ڈالنا ہرگز مناسب نہ تھا اس فرق کو عوام کے سمجھانے
میں اندیشہ غلط فہمی ہے دیکھئے حضرت امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما
میں جو مدت تک اس مسئلہ میں گفتگو رہی اُسکی وجہ علمار کرام نے یہ لکھی ہے کہ چونکہ فرق
مابین الکلامین ظاہر نہ تھا اسلئے اتنا تامل ہوا چنانچہ حضرت امام ربانی شیخ مجدد الف
ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام اعظم و امام ابی یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما تا شش ماہ
در مسئلہ خلق قرآن با یکدیگر مناقشہ داشتند و رد و بدل می کردند بعد از شش ماہ متشخص شد
کسے کہ قرآن را مخلوق گوید کافر گردد ایں طول منازعت بواسطہ عدم تنقیح ایں مسئلہ بودہ
است دریں وقت والحال کہ بتلاحق افکار منقح شدہ است گوییم کہ محل نزاع اگر حروف و
کلمات اند کہ دوال اند بر کلام نفسی شک نیست کہ حادث اند و مخلوق و اگر مدلولات مراد
باشد قدیم و غیر مخلوق است ایں تنقیح از برکات تلاحق افکار است انتہی۔ اور یہ امر کچھ
مستبعد نہیں بہت سے امر ایسے موجود ہیں کہ ابتدا میں بوجہ عدم تفصیل اکابر کو خلجان
کی نوبت آئی پھر بوجہ برکات افکار متوسطین بھی اسکو سمجھنے لگے اسلئے ظاہر تو یہ ہے
کہ سایل کو بالخصوص جبکہ عوام میں سے ہو اُس مقدم زمانہ میں اس تفصیل کی یقیناً خبر

toobaafoundation.com

نہ ہوئی وہ بیچارہ سوال فرمودہ مولف ثانی کس طرح پیش کرتا بلکہ وہ متوسط الحال کہ جس نے ابحاث علم کو نہ دیکھا ہو وہ بھی اس زمانہ میں یہ سوال کرے گا تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ اس نے صرف قرآن کی مخلوق و غیر مخلوق ہونے کو دریافت کیا ہوگا فرق کلام نفسی و لفظی کا اسکو خیال بھی نہ ہوگا پھر ایسے شخص کو ایسے خلجان میں ڈالنا کہ جس میں اندیشہ غلط فہمی اقرب ہو اور جسکی وجہ سے بڑے بڑے صدمات اکابر امت کو جھیلنے پڑے ہوں۔

حضرت امام المسلمین جیسے حکیم امت کو کب شایان تھا بلکہ سایل مذکور اگر داخل خواص ہو جب بھی بوجہ اندیشہ اختلاف و غلط فہمی و خوف فتنہ یہی جواب ضروری مناسب تھا جو امام علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا اور اگر بپاس خاطر مولف عجالہ یہی مان لیا جاوے کہ سائل مذکور فرق کلام نفسی و لفظی اور اختلاف اہل سنت و معتزلہ کو خوب سمجھے ہوئے تھا تو بھی ہم کو کچھ دشوار ہی نہیں چونکہ سایل کی غرض فقط تحقیق مسئلہ خلق قران تھی اسلئے اسی کو دریافت کیا اور امام کے ارشاد سے سمجھ گیا کہ آپ کے نزدیک رای اہل سنت حق ہے اور حضرت امام کو بھی سایل کے علم و واقفیت کی اطلاع ہو اسلئے تفصیل کی حاجت نہوئی اور ان جملہ امور سے قطع نظر کرنے کے بعد اگر حسب الحکم مولف موصوف یہی مان لیا جائے کہ سایل نے بالخصوص کلام لفظی ہی کی نسبت سوال کیا تھا تو پھر اسکی کیا ضرورت ہے کہ حضرت امام نے جواب بھی اسی کی نسبت ارشاد فرمایا ہو کیا عجب ہے جو حضرت امام رحمہ اللہ تعالی علیہ نے شورش عوام اور فتنۂ حساد سے بچنے کے لئے یا عوام کو فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے سوال سایل سے اعراض فرما کر علے اسلوب الحکیم جواب مذکور ارشاد فرمایا ہو مطالعہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ کے مخلوق کہنے پر اکابر دین امام بخاری و مسلم وغیرہ کو سخت مخالفتیں اور دقتیں اٹھانی پڑی ہیں دیکھئے اسی قسم کے دھوکا دینے توہمات کی وجہ سے حضرت امام اعظم وغیرہ اکابر دین اعتزال و ارجا تک کی تہمتیں لگ چکی ہیں علے ہذا القیاس قران کے مخلوق فرمانے میں اگرچہ حضرت امام کی مراد الفاظ ہی ہوتی یہ بڑا اندیشہ تھا کہ قران اصلی اور کلام نفسی کو کوئی ایسا نہ سمجھ جائے چنانچہ بعض کو تو یہ قصہ پیش بھی آچکا ہے تو اسلئے گو سایل نے کلام لفظی ہی سے سوال کیا ہو مگر حضرت امام ہمام نے اسکا جواب دینا مناسب نہ سمجھا ہو بلکہ اشارہ اس سوال سے

toobaafoundation.com

بھی منع فرمادیا پھر ایسے قراین خفیہ وہمیہ کی وجہ سے یہ یقین کر لینا کہ حضرت امام جعفر صادق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ الفاظ کے غیر مخلوق ہونے کے معتقد ہیں مدعیان معقول ہی کا حصہ ہو وہ
امر کہ جسکو اکابر شریعت وطریقت کھلم کھلا بالاتفاق عناد و جہالت بدعت و ضلالت وغیرہ
فرما رہے ہوں ایک امر خیالی و قیاسی کے بھروسے ایسے مقتدائے امت کے ذمہ لگانا
روایت و درایت و دیانت کے صریح مخالف ہے اور یہ امر اور بھی تعجب خیز ہے کہ
مولف صاحب کی عبارت منقولہ میں جن اکابر کا ذکر ہے اُن میں اکثر سے صراحۃً مدعاے
مولف کے خلاف ثابت ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول منقول ہو چکا
ہے اور حضرت امام احمد اور مولانا بحر العلوم کا مسلک اس مسئلہ میں خود انہیں حضرات
کے اقوال سے آگے عرض کرونگا بالجملہ عبارت منقولہ مولف ثانی کو اُن کے مدعا سے
بنظر فہم و انصاف کوئی علاقہ نہیں بلکہ جہانتک دیکھا جاتا ہے ہر پہلو سے ہماری
موافقت مترشح ہوتی ہے کما مر مفصلاً - اسکے بعد مولف موصوف نے اپنے اثبات
مدعا کے لئے صاحب تمہید اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کلام نقل فرمائی ہے
قال صاحب التمهيد قال ابو يوسف ناظرت ابا حنيفة في القرآن ستة
اشهر حتى اتفق رأي ورأيه على ان القرآن كلام الله ووحيه وتنزيله
غير مخلوق قال علي القاري وقد صح هذا القول عن محمد اس عبارت
کے نقل کرنے کے بعد مولف مذکور فرماتے ہیں کہ اس سے بالتخصیص یہ معلوم ہوتا
ہے کہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک کلام منزل علی النبی علیہ الصلوٰۃ
والسلام غیر مخلوق ہے اور یہ امر خود بدیہی ہے کہ منزل کلام لفظی ہے نہ نفسی انتہےٰ اقول
اول تو ہم یہی کہتے ہیں کہ مولف کا یہ کہنا کہ منزل کلام نفسی نہیں ہو سکتی بلکہ کلام لفظی ہوتی
ہے قابل تسلیم نہیں کیونکہ کلام نفسی کا ممتنع التنزول ہونا ہے تو بوجہ اسکے ہے کہ وہ صفت
حقیقی قایم بذات الباری ہے جب صاحبان معقول نے الفاظ کو بھی قدیم قایم بذات
الباری مان لیا تو اُس کا نزول بھی کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے اسکے بعد یہ عرض ہے
کہ مولف موصوف کا یہ استدلال بھی قابل دید ہے فقط لفظ تنزیل کی وجہ سے

toobaafoundation.com

موٴلف نے دھوکہ کھایا اور یا اوروں کو دینا چاہتے ہیں بحمد اللہ عالم آباد ہے خود حضرت امام کی کلام اور تمہید و شرح فقہ اکبر بکثرت موجود ہیں اول اُن کو ملاحظہ فرمایئے کہ یہ جملہ حضرات اس امر میں کیا ارشاد فرما رہے ہیں دیکھئے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تو صریح نحن نتکلم بالآلات والحروف واللہ سبحانہ یتکلم بلا آلۃ و حروف والحروف مخلوقۃ و کلام اللہ تعالی غیر مخلوق لان الکتابۃ والحروف والکلمات والآیات کلھا آلۃ القرآن لحاجۃ العباد الیہ و کلام اللہ تعالی قائم بذاتہ و معناہ مفہوم بھذہ الاشیاء وغیرہ فرما رہے ہیں چنانچہ ان حضرات کی چند عبارات احقر عرض کر بھی چکا ہے تو اب بروئے انصاف ہماری طرف سے جواب کافی تو یہی ہے کہ جن حضرات کی کلام میں لفظ تنزیل دیکھکر ارباب معقول قدم کلام لفظی کا خیال جما رہے ہیں وہی حضرات بتصریح تمام حروف و کلمات کو مخلوق و حادث فرما رہے ہیں سو پہلے اُن کے کلام میں موافقت پیدا کیجئے اُسکے بعد اُنکی کلام سے کسی پر حجت قائم کیجئے موٴلف نے لفظ تنزیل سے وہ مطلب نکالا کہ خود حضرت امام اعظم کی تصریحات باطل ہوئی جاتی ہیں اور صاحب تمہید اور علی قاری کو بھی در پردہ گویا یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ کلام امام کا مطلب نہیں سمجھے خدا خیر کرے اگر ان صاحبوں کی یہی ناظرپرستی ہے تو کیا عجب ہو کہ جیسا لفظ تنزیل کو دیکھکر حروف منزلہ کو قدیم فرما رہے ہیں اسی طرح قول حضرت امام والقرآن کلام اللہ تعالی فی المصاحف مکتوب الخ کو ملاحظہ فرما کر حروف و نقوش کتابی کے قدیم ہونے کا فتویٰ بھی جاری کر دیں اور تھوڑی سی ترقی کے بعد جلد و غلاف تلک نوبت پہنچاویں مگر الحمد للہ یہ بھی غنیمت ہے کہ تنزیل بمعنے منزل تو لے رہے ہیں چلو معنی نہ سہی لفظ ہی سہی اگر تنزیل کے معنے مصدری حقیقی مراد لینے لگتے تو کوئی کیا کر سکتا تھا اس کے بعد یہ عرض ہے کہ ہر چند استدلال موٴلف کے مقابلہ میں بالفعل ہم کو کسی اور جواب کی ضرورت نہیں جو کچھ عرض کیا ہے کافی ہے مگر بغرض کشف حقیقت صاحب تمہید و علی قاری رحمۃ اللہ علیہما کے مطلب کی توضیح کسیقدر مناسب معلوم ہوتی ہے

toobaafoundation.com

جس سے ثابت ہو جائے کہ لفظ تنزیل سے حضرت امام کی کیا غرض ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ لفظ تنزیل کا جو مطلب مؤلف نے نکالا ہے جیسا خود تصریحات امام کے مخالف ہے ایسا ہی ان حضرات کے ارشاد سے معارض ہے اسلئے عرض ہو کہ صاحب تمہید کی غرض فقط یہ ہے کہ اشاعرہ کے نزدیک چونکہ کلام اللہ معنی قایمہ بذات الباری کا نام ہے اسلئے وہ اس کو منزل اور مکتوب اور مسموع اور محفوظ و متلو کچھ نہیں کہتے بلکہ ان جملہ صفات کو الفاظ و حروف والہ علے کلام الباری کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ماتریدیہ کلام باری کو منزل و مکتوب وغیرہ فرماتے ہیں چنانچہ خود حضرت امامنا الاعظم کا ارشاد اسی جانب مشیر ہے والقرآن کلام اللہ تعالیٰ فی المصاحف مکتوب وفی القلوب محفوظ وعلی الالسنۃ مقروء وعلی النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام منزل اور اس مدعا کے اثبات کے لئے صاحب تمہید نے نزل بہ الروح الامین علی قلبک اور انا انزلناہ قرآنا عربیا آیات پیش کر کے قول حضرت امام ابو یوسف القرآن کلام اللہ تعالیٰ ووحیہ وتنزیلہ غیر مخلوق جسکو مولف عجالہ استدلال میں پیش فرماتے ہیں ذکر کیا ہے اس کے بعد اشاعرہ پر چند اعتراض کرنے کے بعد فرماتے ہیں فثبت ان الکلام ھو المعنی المفہوم ثم یفہم ذلک المعنی بالقراءۃ والکتاب والسماع والحفظ ولو قرء بالف لغات او کتب بالف مصاحف فانہ یکون واحدا لانہ یفہم من جمیع اللغات والکتابۃ معنی واحد او مفہوما واحدا فصح ما قلنا اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب و منزل وغیرہ سے اس موقع میں معانی منزلہ و مکتوبہ مراد ہے الفاظ و حروف ہرگز مراد نہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ گو الفاظ و حروف دالہ ہی اصل میں مکتوب و منزل وغیرہ ہیں مگر ان کی وجہ سے معانی مدلولہ پر بھی منزل وغیرہ کا اطلاق ہوتا ہے جس سے خوب محقق ہو گیا کہ کلام حضرت امام میں تنزیل سے مراد معانی منزلہ ہیں جو بواسطہ نزول الفاظ منزلہ کہلاتے ہیں الفاظ منزلہ ہرگز ہرگز مراد نہیں جیسا کہ مولف صاحب خیال فرماتے ہیں اور جب اسی تقریر

toobaafoundation.com

کے مطابق معانی کو منزل کہا گیا تو اسپر یہ خدشہ ہوسکتا تھا کہ تنزیل و نزول انتقال و انفکاک کو مستلزم ہے اور ظاہر ہے کہ معانی نفسیہ کا نقل و انتقال کسی طرح متصور نہیں تو اُسکے جواب میں صاحب تمہید ارشاد کرتے ہیں ثم التنزیل لا یوجب الانفکاک لان القرآن لیس بشیٔ منقول حتی ینقل من موضع الی موضع بل هو کلام مفهوم وذلك مما لا یجوز تنزیله وکتابته وهذا کما نقول بان من کتب علی کتاب او علی لوح الف دینار فان الدینار لا ینقل من موضع الی موضع ولکن یفهم ویعلم من الکتابة ولهذا المعنی قلنا انه مکتوب فی المصاحف غیر حال فیه کالدنانیر مکتوبة فی القرطاس غیر موضوعة فیه انتهی اس سوال وجواب سے عرض سابق اور بھی مدلل و مفصل ہوگئی اور ثابت ہوگیا کہ کلام مذکور میں منزل سے معانی مراد ہیں الفاظ وحروف ہرگز نہیں اگر الفاظ مراد ہوتے تو صاحب تمہید کلام مذکور کو سرے سے محل استدلال میں پیش ہی نہیں کرسکتے تھے کما ہو ظاہر الغرض یہ مضمون ایسا نہیں کہ جس میں اہل فہم کو کسی قسم کا تامل ہو نواب صاحب عجالہ کا یہ فرمانا کہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک کلام منزل علی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر مخلوق ہے بیشک صحیح ہے لیکن یہ کہنا کہ کلام منزل بجز کلام لفظی اور کسی کو نہیں کہہ سکتے جو اُن کی دلیل کا مقدمہ ثانیہ ہے بالکل غلط ہے۔ ارشاد امام اور تصریحات اعلام سے یہ امر محقق ہے کہ کلام منزل سے یہاں کلام نفسی مراد ہے چنانچہ صاحب تمہید کی کلام بالبداہت اسپر شاہد ہے عبارت منقولہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرات ماتریدیہ کلام نفسی کو بواسطہ الفاظ وحروف مکتوب ومتلو ومسموع ومنزل فرماتے ہیں ولا مضایقة فیه کما مر تو اب ارشاد ائمہ کرام ان القرآن کلام اللہ ووحیه وتنزیله میں موحی اور منزل سے لامحالہ معانی نفسیہ مراد ہونگے وہو المطلوب علی ہذا القیاس مع نفی صاحب نے علی قاری کی عبارت جو موقع استدلال میں نقل فرمائی ہے اُسکو بھی ہم آخر تلک نقل کئے دیتے ہیں جس سے اہل نظر کو خود معلوم ہوجائے گا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کس کے موافق ارشاد فرما رہے ہیں وقال فخر الاسلام قد صح عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ

toobaafoundation.com

انه قال ناظرت ابا حنیفه رحمہ اللہ تعالی فی مسئلہ خلق القران فاتفق رائی و رایہ علی ان من قال بخلق القران فھو کافر وصح ھذا القول ایضا عن محمد رحمہ اللہ تعالی وقد ذکر المشائخ رحمھم اللہ تعالی انہ یقال القران کلام اللہ غیر مخلوق ولا یقال القران غیر مخلوق لئلا یسبق الی الفھم ان المولف من الاصوات والحروف قدیم کما ذھب الیہ جھلۃ من الحنابلۃ انتھی

اول امر قابل لحاظ یہ ہے کہ مولف صاحب کا مبنی استدلال لفظ تنزیل تھا جس کا کلام علامہ قاری میں پتہ بھی نہیں اور علی قاری نے جو صح ہذا القول عن محمد نقل فرمایا ہے ظاہر ہے کہ ہذا القول سے جملہ سابقہ یعنی من قال بخلق القران فھو کافر مراد ہے جو کہ موئف کا مستدل ہی نہیں سو اسکی تدبیر مولف موصوف نے یہ کی کہ اول صاحب تمہید کی عبارت نقل کی اُسکے بعد فقط جملہ صح ھذا القول عن محمد عبارت علی قاری سے نقل کر دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قول منقولہ صاحب تمہید جس میں لفظ تنزیلیہ موجود ہے وہی اسکا مشار الیہ ہے والغیب عند اللہ العلیم الغرض ہم کو علامہ قاری کے کلام کا جواب دینا کسی طرح ضروری نہیں بلکہ اُسکا نقل کرنا بظاہر دھوکا ہی دینا ہے اور انصاف سے دیکھئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ قاری نے اس اندیشہ سے کہ مبادا کوئی صاحب مثل مولف عجالہ حضرات ائمہ کے ارشاد مذکور سے کلام لفظی کو قدیم بتلانے لگیں جملہ وقد ذکر المشائخ الخ ذکر فرما دیا اس پر بھی کوئی مرغی کی ایک ہی ٹانگ کہے جائے تو اُسکا جواب یہی ہے **شعر** فہم سخن اگر نکند مستمع ۔ قوت طبع از متکلم مجوی اور دیکھئے جملہ وعلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم منزل جو در بارۂ قران مجید فقہ اکبر میں موجود ہے اُس کی شرح میں علامہ موصوف فرماتے ہیں والمعنی انہ نزل علیہ بواسطۃ الحروف المفردات والمرکبات فی الحالات المختلفات وھذا معنے قولہ سبحانہ ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ وھم یلعبون ای محدث فی الانزال والا فکلام النفسی منزہ عن الانتقال یہ کلام بھی با علی ندا یہی کہتی ہے کہ حضرت امام کی مراد لفظ منزل سے کلام نفسی ہے

نفظی اور نزول مذکور بواسطہ حروف مفردہ و مرکبہ محقق ہو رہا ہے ورنہ خود کلام نفسی انتقال
کو جو کہ نزول کو لازم ہے ہرگز قبول نہیں کر سکتی اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ خود
حضرت امام الائمہ فرماتے ہیں نقربان القرآن کلام اللہ تعالی ووحیہ وتنزیلہ
وصفتہ لاھو ولا غیرہ بل ھو صفتہ علی التحقیق اہل فہم تو انشارہ سے لاہو
لا غیرہ اور صفتہ علی التحقیق کو دیکھ کر ہی یقین کر لینگے کہ جناب امام نفسی کو کلام الٰہی فرماتے
ہیں کوئی ذی فہم و انصاف الف با تا ثا وغیرہ حروف مفردہ یا مرکبہ کو بہ نسبت ذات پاک
خداوندی لا غیرہ اور صفات حقیقیہ میں شمار نہیں کریگا اسکے بعد فرماتے ہیں مکتوب فی
المصاحف مقروء بالالسن محفوظ فی الصدور من غیر حال فیہا اس سے معلوم
ہو گیا کہ کلام الٰہی جسکو صفت حقیقی اور لا غیرہ اور موحیٰ اور منزل کہا تھا وہ مکتوب و مقروء
محفوظ بھی ہے جس سے یہی ذہن نشین ہوتا ہے کہ یہ اوصاف اسکی ذاتی نہیں بلکہ بواسطہ
الفاظ و حروف ان کی عروض کی نوبت آتی ہے ورنہ اول تو یہ کہنا ہو گا کہ گویا ذات اقدس
حق تعالے شانہ میں بھی مکتوب و منزل وغیرہ ہونے کی نعوذ باللہ گنجایش ہے دوسرے
مکتوب یعنی نقوش کتابت کو بھی صفت باری اور قدیم وغیرہ سب کچھ کہنا پڑیگا اور لفظ
غیر حال فیہا نے تو بالتصریح تبلادیا کہ حضرت امام کا یہ مطلب ہے کہ معنی نفسی کے مکتوب
و منزل ہونے سے یہ مطلب ہے کہ معنی مذکور بواسطہ حروف و الفاظ مکتوب و منزل ہوتے
ہیں لیکن چونکہ کلام نفسی کے منزل و مکتوب فی المصاحف کہنے سے اس کے انتقال
و انفکاک کی طرف خیال پختہ ہوتا تھا تو اسلیے حضرت امام الائمہ نے اس خلجان کی دفعیہ
کے لئے یہ فرما دیا کہ معانی نفسیہ کے لئے مصاحف و السن و صدور محل و ظرف نہیں
تاکہ ان میں موجود ماننے سے معنی نفسیہ کا انتقال و انفکاک لازم آئے اس کے بعد
حضرت امام نے والحروف والحبر والکتاب والکاغذ کلہا مخلوقۃ الخ فرما کر
ان تمام اشیاء کے حدوث کی تصریح فرما دی اور اخیر میں جا کر پھر وکلامہ مقروء و مکتوب
و محفوظ من غیر مزایلۃ عنہ فرما کر مضمون سابق کی تاکید و تصریح کردی جسکی وجہ سے
مصرح اور محقق ہو گیا کہ حضرت امام اگرچہ معنی نفسی کو منزل و مکتوب فرماتے ہیں مگر ان کا

مطلب یہ ہے کہ بواسطہ الفاظ و حروف معنی مذکور منزل وغیرہ ہوئے ہیں وہ بھی اس طرح
پر کہ یہ نقوش و الفاظ موجودہ فی المصاحف و مقرو بالالسن ان پر دال ہیں اور وہ
معنی بجنسہ قایم بذات الباری ہیں مصاحف و صدور و السن میں حلول نہیں کیا اب
باوجود اس قدر تصریحات و تاکیدات کے صاحب عجالہ کا یہ فرمانا کہ جناب امام کے
نزدیک الفاظ قدیم ہیں اور تنزیل و منزل سے کلام لفظی مراد ہے قصہ تعجب خیز ہے
مگر سابق میں بعض متعصبین نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اس وجہ سے کہ انہوں نے
کلام لفظی کو حادث فرمایا تھا فرقہ معتزلہ میں شمار کیا تھا اور اپنی غلطی یا تعصب سے
یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ مثل معتزلہ قرآن کے حدوث کے قایل ہیں حالانکہ حضرت امام اعظم
کی یہ مراد تھی کہ قرآن کلام الٰہی قدیم ہے ہاں الفاظ و حروف دالہ البتہ حادث ہیں سو
اسکے پاداش میں اس زمانہ اخیر کے بعض مہربانوں نے حضرت امام کو بعض حنابلہ
اور حشویہ کا ہمزبان بنا دیا ان لوگوں کی تفریط کے مقابلہ میں ان حضرات نے پورا افراط
کر دیا اور امر واقعی یہ ہے کہ حضرت امام دونوں سے بری ہیں بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا
وہی مسلک ہے جیسا جملہ اہل سنت بین بین فرماتے ہیں اور حضرت امام نے اس
احتیاط کے لئے اس مضمون کو مکرر سہ کرر بیان فرما دیا ہے تا کہ کوئی ناواقف متعصب
ایک جانب بالکل مائل ہو کر افراط تفریط میں مبتلا نہ ہو جائے چنانچہ بعد مطالعہ کلام
حضرت امام یہ امر ظاہر ہوتا ہے اسی وجہ سے علامہ قاری فرماتے ہیں ولعل تکرار
ھذہ المسئلۃ فی تالیف الامام لکمال الاھتمام فی مقام المرام اور جو اس پر بھی
نہ سمجھے تو اسکا کچھ علاج ہی نہیں لفظ منزل و مکتوب کے جو معنے اہل معقول لیتے ہیں
تصریحات علماء بلکہ خود ارشادات حضرت امام کی صریح مخالف و معارض ہے کما مر
نیز ان صاحبوں کی وجہ سے طول تو ہوا ہی ہے ایک سند صاحب شرح عقاید کی
کلام سے اور نقل کئے دیتا ہوں ومن اقوی شبہ المعتزلۃ انکم متفقون علی
ان القرآن اسم لما نقل الینا بین دفتی المصاحف تواترا وھذا یستلزم
کونہ مکتوبا فی المصاحف مقروا بالالسن مسموعا بالاذان وکل ذلک

toobaafoundation.com

من سمات الحدوث بالضرورة فاشار الى الجواب بقوله وهو اى القرآن الذي هو كلام الله تعالیٰ مكتوب في مصاحفنا اي باشكال الكتابة وصور الحروف الدالة عليه محفوظ في قلوبنا اي بالفاظ مخيلة مقروءٌ بالسنتنا بحروف الملفوظة المسموعة مسموع باذاننا بتلك ايضا غير حال فيها اى مع ذلك ليس حالاً في المصاحف ولا في القلوب ولا في الالسنة ولا في الاذان بل هو معنى قديم قايم بذات الله تعالى يلفظ ويسمع بالنظم الدال عليه ويحفظ بالنظم المخيل ويكتب بنقوش واشكال موضوعة للحروف الدالة عليه كما يقال النار جوهر مضئ محرق يذكر باللفظ ويكتب بالقلم ولا يلزم منه كون حقيقة النار صوتا وحرفا انتهى

دیکھیے معتزلہ نے جو اہل سنت پر یہ شبہ کیا تھا کہ جب تم قرآن کے مکتوب و مسموع و مقروہونے کے قایل ہو جو کہ علامات حدوث ہیں تو پھر اس کے قدیم کہنے کے کیا معنے تو اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہم کلام اللہ کو مکتوب و مسموع وغیرہ نقوش و الفاظ کی وجہ سے کہتے ہیں نفس کلام کو مکتوب وغیرہ نہیں کہتے اور نہ کلام اللہ کو ہم مصاحف و السن وغیرہ میں حال کہتے ہیں بلکہ حروف و الفاظ وغیرہ کو اسپر دال مانتے ہیں یعنی اثار حدوث کو نقوش و الفاظ کے ساتھ مخصوص رکھتے ہیں کلام جو کہ صفت واجب تعالیٰ ہے وہاں تک ان امور کو بذاتہ رسائی نہیں جو اس کا حدوث لازم آئے اور ہم اسی کو قدیم کہتے ہیں اگر علماے کرام اہل سنت و الجماعۃ کا وہ مسلک ہوتا جسکو صاحبان معقول حق فرما رہے ہیں اور مکتوب اور منزل کے وہ معنے سمجھتے جو یہ صاحب سمجھ رہے ہیں تو پھر یہ جواب کس طرح بیان نہ فرماتے بلکہ اول تو اس قضیہ مسلمہ بدیہیہ کا انکار فرماتے کہ کتابت و قرارت وغیرہ سمات حدوث ہیں اور صاف یہ کہتے کہ مکتوب و ملفوظ ہونے سے حدوث لازم نہیں آتا اور پھر اسکا اقرار کر لیتے کہ الفاظ مخیلہ اور منطوقہ بلکہ نقوش مکتوبہ سب کے سب قدیم ہیں بالجملہ منزل او مکتوب وغیرہ اوصاف سنکر معتزلہ نے تو حدوث قران پر دلیل قایم کی تھی

اور فلسفی خیال صاحبوں نے اُسکا کفارہ یہ کیا کہ حروف و الفاظ منزلہ ہی کو قدیم کہنے
لگے اور بسبب خرابی ہر دو فریق کو بنظر فہم ایک ہی امر ہوا ہے کیونکہ باتفاق اہل سنت
جب یہ امر مسلم ہے کہ کلام اللہ منزل ہے اور سب جانتے ہیں کہ منزل و تنزیل کلام
نفسی کی صفت نہیں ہو سکتی اگر ہوگی تو الفاظ و حروف کی صفت ہوگی تو اسپر معتزلہ
نے یہ کہا منزل و تنزیل بالبداہتہ حادث ہے جس سے بوجہ اتحاد مسلمہ اہل سنت
کلام الٰہی کا حدوث لازم آئیگا چنانچہ شرح مواقف میں بذیل اعتراضات معتزلہ
موجود ہے السابع انہ اعنی القرآن موصوف بانہ منزل و تنزیل وذلک
یوجب حدوثہ لاستحالۃ الانتقال بالانزال والتنزیل علی صفاتہ القدیمۃ
القائمۃ بذاتہ تعالی انتہی۔ اور اس زمانہ کے معقولیوں نے یہ کیا کہ بوجہ تقلید
اہل سنت کلام اللہ کے قدیم ہونے کے تو قایل ہی تھے اب منزل کو بھی لا محالہ قدیم
کہنا پڑا اور اپنی خوش فہمی سے منزل سے وہی مراد لے بیٹھے جو معتزلہ خذلہم اللہ نے
سمجھا تھا جس کی وجہ سے دونوں فریق موافقت اہل سنت سے محروم رہے کیونکہ حضرات
اہل سنت اگرچہ کلام الٰہی کو منزل اور قدیم فرماتے ہیں مگر یہاں منزل سے معنے نفسی اُنکی
مراد ہے سو اس امر سے تو فریق ثانی کی تغلیط ہوگئی کیونکہ اُن کا مطلب یعنی قدم الفاظ
اس کلمہ سے ثابت ہوتا جب منزل سے الفاظ منزلہ مراد ہوتے اور ساتھ ہی میں یہ
فرما دیا کہ کلام اللہ کو منزل حروف و الفاظ کی وجہ سے کہتے ہیں جو کہ اُسپر دال ہیں اس ارشاد
سے رائے معتزلہ کا ابطال ہوگیا اسلئے کہ انزال و تنزیل سے اگر حدوث ثابت ہوتا ہے
تو اُسکا حدوث ثابت ہوتا ہے جو کہ منزل بالذات ہو اور جس شے کو اس کے دال کے منزل
ہونے کی وجہ سے منزل کہا جاوے اور وہ شے اس دال میں حلول کئے ہوئے بھی
نہ ہو تو اُسکا حدوث کیونکر لازم آسکتا ہے اہل علم سے یہ امر سخت نازیبا ہے کہ اپنے
خیال کی تقلید سے اقوال و تصریحات علماء دین کو اعتقادی جیسے امور میں پس پشت ڈالدیا
جاوے اور خلاف عقل و نقل سے پرہیز نہ کیا جائے بلکہ ایسے خیالات کے اعتماد پر اقوال
ائمہ دین و تصریحات علماء راسخین کو اوہن من نسج العنکبوت سمجھا جائے۔ بالجملہ جب

toobaafoundation.com

تصریحات ائمہ سے یہ امر محقق ہو گیا کہ مکتوب و مقرو و مسموع و منزل سے ان عبارات میں
معنی نفسی مقصود ہیں کلام لفظی ہرگز مراد نہیں ہو سکتی جیسا کہ مولف عجالہ نے بوجہ قلت
تدبر سمجھ لیا تو اب مولف مذکور کا فقط وہ استدلال ہی باطل نہ ہوگا جو کہ انہوں نے لفظ
تنزیل کی وجہ سے بیان کیا تھا بلکہ بعض عبارات آئندہ میں بھی اس امر کے ملحوظ رکھنے
سے امر حق منکشف ہو جائیگا اور اہل معقول کی ظاہر پرستی خوب ظاہر ہو جائیگی واللہ الموفق
انہیں وجوہ سے حقیر نے قول امام اعظم اور چند عبارات معتبرہ سے اس قصہ کو مدلل کر دیا ہے
تاکہ استدلالات آئندہ میں بھی نافع ہو اسکے بعد ہم اُس عبارت قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ
کی کیفیت عرض کرتے ہیں جو کہ دربارہ ثبوت قدم کلام لفظی بر دو ماہران معقول کے
نزدیک تکیہ گاہ بے حجت اور استدلال بے کلفت ہے اور جسکے بھروسے پر ارشادات
اکابر اہل سنت کی بھی شنوائی نہیں اور ارشاد میر سید شریف اور مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ
علیہما کی تشریح بھی اسی کی ذیل میں عرض کرونگا جن کی کلام صاحبان معقول نے قاضی
صاحب ممدوح کی تائید کے لئے پیش کی ہے اس لئے عرض ہے کہ میر صاحب نے
شرح مواقف میں نقل کیا ہے واعلم ان للمصنف مقالۃ مفردۃ فی تحقیق کلام
اللہ تعالی علی وفق ما اشار الیہ فی خطبۃ الکتاب ومحصولہا ان لفظ المعنی
یطلق تارۃ علی مدلول اللفظ واخری علی الامر القائم بالغیر فالشیخ الاشعری
لما قال الکلام ھو المعنی النفسی فھم الاصحاب منہ ان مرادہ مدلول اللفظ
وحدہ وھو القدیم عندہ واما العبارات فانما تسمی کلاما مجازا
لدلالتہا علی ما ھو کلام حقیقی حتی صرحوا بان الالفاظ حادثۃ علی
مذھبہ ایضا لکنہا لیست کلامہ حقیقۃ وھذا الذی فھموہ من
کلام الشیخ لہ لوازم کثیرۃ فاسدۃ کعدم اکفار من انکر کلامیۃ ما بین
دفتی المصاحف مع انہ علم من الدین ضرورۃ کونہ کلام اللہ تعالی
حقیقۃ وکعدم المعارضۃ والتحدی بکلام اللہ الحقیقی وکعدم
کون المقرو والمحفوظ کلامہ حقیقۃ الی غیر ذلک مما لا یخفی علی المتفطن

toobaafoundation.com

فی الاحکام الدینیة فوجب حمل کلام الشیخ علی انه ارادبه المعنی الثانی فیکون الکلام النفسی عنده شاملا للفظ والمعنی جمیعًا قائمًا بذات الله تعالٰی وهو مکتوب فی المصاحف مقروء بالالسن محفوظ فی الصدور وهو غیر الکتابة والقراءة والحفظ الحادثة ومایقال من ان الحروف والالفاظ مترتبة متعاقبة فجوابه ان ذلک الترتب بسبب عدم مساعدة الالة فالتلفظ حادث والادلة الدالة علی الحدوث یجب حملها علی حدوثه دون حدوث الملفوظ جمعًا بین الادلة وهذا الذی ذکرناه وان کان مخالفا لما علیه متاخروا صحابنا الا انه بعد التامل تعرف حقیقته تم کلامه وهذا المحمل لکلام الشیخ مما اختاره الشیخ محمد بن عبدالکریم الشهرستانی فی کتابه المسمی بنهایة الاقدام ولا شبهة فی انه اقرب الی الاحکام الظاهرة المنسوبة الی قواعد الملة انتهی قاضی عضد کی عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ لفظ معنی کبھی الفاظ کے مقابلہ میں بولاجاتا ہے اور اُس سے مدلول لفظ مراد ہوتا ہے خود لفظ مراد نہیں ہوتا اور کبھی لفظ معنی سے امر قایم بالغیر مراد ہوتا ہے اور اس وقت عین کے مقابل سمجھا جاتا ہے سو شیخ اشعری نے جب یہ فرمایا کہ کلام سے معنے نفسی مراد ہیں تو اُن کے اصحاب نے یہ سمجھا کہ معنی سے حضرت شیخ کی مراد مدلول لفظ ہے اور فقط یہی معنی ہی قدیم ہیں الفاظ قدیم نہیں بلکہ الفاظ و عبارات کو فقط اس وجہ سے کہ وہ کلام حقیقی یعنی مدلول نفسی پر دال ہیں مجازًا کلام الٰہی کہتے ہیں اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ اصحاب شیخ نے بالتصریح یہ کہدیا کہ شیخ کے نزدیک بھی الفاظ حادث ہیں یعنی معتزلہ جس طرح پر الفاظ قرانی کو حادث کہہ رہے ہیں اسی طرح پر حضرت شیخ بھی اُن کو حادث خیال کرتے ہیں لیکن الفاظ چونکہ حقیقت میں کلام الٰہی نہیں اس لئے اُن کے حدوث میں کچھ وقت بھی نہیں مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں اور بہت سی خرابیاں سر دھرنی پڑیں گی کیونکہ جب حضرت شیخ کا دربارہ الفاظ قرانی وہی مسلک مانا گیا جو کہ معتزلہ کا تھا تو اب اگر کوئی جملہ قرآن موجود

toobaafoundation.com

ومکتوب فی المصاحف کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کریگا تو بھی اُس کی تکفیر نہ ہو سکے گی
حالانکہ اُسکا یقیناً کلام الٰہی ہونا ضروریات دین سے ہے علیٰ ہذا القیاس اس صورت
میں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کفار سے بطور مقابلہ جس امر کا مماثل طلب کیا گیا ہے وہ حقیقت
میں کلام الٰہی نہیں اور جسکو قاری تلاوت کرتے ہیں اور جو اُن کے سینے میں محفوظ ہے
وہ بھی حقیقت میں کلام اللہ نہیں بالجملہ جو کچھ اعتراضات اس بارہ میں معتزلہ پر وارد
کئے گئے تھے اور جو کچھ وارد ہو سکتے ہیں وہ کل خرابیں اس وقت حضرت شیخ کے ذمہ
پڑجائیں گی چنانچہ ظاہر ہے تو اب قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے ہے کہ کلام شیخ
کو اس محل پر حمل کرنا ہرگز نہ چاہئے بلکہ بالضرور لفظ معنی کو جو کہ حضرت شیخ کی کلام میں واقع
تھا عین کے مقابلہ میں رکھیے کیونکہ یہ ساری خرابی معنی کو مقابل لفظ سمجھنے یعنی معنی اول
سے پیدا ہوئی ہے سو اس ضرورت سے جب لفظ معنی کو معنی ثانی پر حمل کیا تو اب
شیخ کے نزدیک کلام نفسی قایم بذات الباری لفظ و معنی دونوں کو شامل ہو گئے جو کہ
مکتوب فی المصاحف اور مقرؤ بالالسن اور محفوظ فی الصدور ہے اور کتابت اور قرارت
وحفظ حادث کے مغائر ہے باقی یہ خلجان کہ چونکہ کلام میں حروف والفاظ مترتب و
متعاقب یعنی مقدم و موخر ہوتے ہیں اسلئے قدیم کیونکر ہو سکتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے
کہ آلہ تکلم یعنے لسان کے قاصر ہونے کی وجہ سے ترتیب مذکور پیدا ہو گئی ہے اصل میں
نہ تھی اسلئے تلفظ کو حادث کہیں گے اور جو دلایل حدوث کلام پر دال ہونگے خواہ عقلیہ
ہوں یا نقلیہ اُن سب کو تلفظ مذکور کے حدوث پر محمول کرینگے ملفوظ کے حدوث پر
محمول نہ ہونگے اور یہ ہماری توجیہ اگرچہ مسلک متاخرین کے مخالف ہے مگر تامل کرنے
کے بعد اسکا حق ہونا معلوم ہوتا ہے اسکے بعد علامہ شریف فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ
کی کلام کا محمل جو قاضی صاحب نے بیان کیا ہے اصل میں اس محمل کو محمد بن عبدالکریم
شہرستانی نے اپنی کتاب نہایت الاقدام میں اختیار فرمایا ہے۔ اور اس میں شک
نہیں کہ یہ محمل احکام ظاہر یہ شرعیہ کے بہت موافق و مناسب ہے انتہیٰ اس عبارت کے
نقل کرنے سے ظاہر ہے کہ ہر دو مؤلف کا یہی مطلب ہے کہ قاضی صاحب کی رائے

toobaafoundation.com

کے موافق حضرت شیخ کا یہ مذہب ہے کہ الفاظ و معنی دونوں قدیم ہیں یہ نہیں کہ فقط
معنی قدیم ہوں اور الفاظ حادث اور یہی اہل معقول کا مطلوب تھا اب ہماری عرض
سنئے اور توجہ فرما کر سنئے اگر ماہران معقول کے مقابلہ میں ہم بھی انہیں کی چال اختیار
کرتے ہیں تو ہم کو بس اسی قدر کہدینا جواب کے لیئے بشرط انصاف کافی ہے کہ
جب ہم اپنا مدعا ارشادات سلف و خلف سے ثابت و محقق کر چلے حتے کہ ارشاد جناب
امام اعظم ہمارے موافق اور مذہب حضرت امام ابو منصور ماتریدی و حضرت امام اشعری
حسب تصریحات متعددہ ہمارے موید و تصریحات حضرت قیوم ربانی ہمارے مدعا
کی مصدق جن کے علاوہ دیگر کمالات عالیہ کی تحقیقات علم کلام کی کیفیت اجمالی یہ ہے
کہ خود زیب رقم فرماتے ہیں۔ و این فقیر را در توسط احوال حضرت پیغمبر علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ
والتسلیمات در واقعہ فرمودہ بودند کہ تو از مجتہدان علم کلامی از آن وقت در ہر مسئلہ از مسائل
کلامیہ این فقیر را رای خاص است و علم مخصوص در اکثر مسایل خلافیہ کہ ماتریدیہ و اشاعرہ
در انجا تنازع اند در ابتدا ای ظہور آن مسئلہ حقیقت بجانب اشاعرہ مفہوم مے گردد
چون بنور فراست حدت نظر نمودہ مے آید واضح مے گردد کہ حق بجانب ماتریدیہ است
در جمیع مسایل خلافیہ کلامیہ رای این فقیر موافق رائے علماء ماتریدیہ است الی آخر مقالتہ
الشریفہ علے ہذا القیاس مقالات حضرت خاتم ولایات محمدیہ ہمارے معاون اور
اقوال اکابر ماتریدیہ و اشعریہ ہماری عرض کے مطابق کما مر مفصلا تو اب بالفرض اگر
دو چار کی رائے اس کے مخالف بھی ہو تو بروے انصاف و حسب مسلک ہر دو مؤلف
ہمارا کوئی نقصان نہیں کیونکہ جب مولف اول و ثانی نے دو چار عبارت کی وجہ سے
تمام متقدمین و متاخرین کے ارشادات کو ایسا نظر انداز فرمایا کہ اصلا قابل التفات نہ سمجھا
یہاں تلک کہ ان اکابر کے ارشاد کی کوئی توجیہ یا کسی قسم کی تاویل تلک نہیں فرمائی
بلکہ کہا تو یہ کہا کہ حدوث الفاظ مذہب متاخرین اشاعرہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ کسی امر کے متروک و مرجوح ہونے کے لیئے شاید یہی دلیل کافی ہے کہ متاخرین
اشاعرہ اس کے قائل ہوں حالانکہ متاخرین اشاعرہ بھی حدوث مذکور کے قائل نہیں

toobaafoundation.com

بلکہ خود امام اشعری و امام ماتریدی اور اُن کے سلف و خلف سے بکثرت حدوث الفاظ کی تصریحات موجود ہیں چنانچہ ایک جملہ معتد بہا احقر عرض کر چکا ہے اور اس کے علاوہ بھی بکثرت موجود ہیں سو جب دو چار عبارتوں کی وجہ سے کہ جن میں سے بعض کی کیفیت تو معلوم ہو چکی ہے اور باقی کی حالت بھی انشاء اللہ عنقریب منکشف ہوا چاہتی ہے ان صاحبوں نے اس قدر تصریحات کثیرہ اکابر کو پس پشت ڈال دیا تو اب اگر ہم آن ارشادات غیر عدیدہ کی وجہ سے چند روایات معدودہ کو لائق اعتماد نہ سمجھیں تو فرمائیے کیا بیجا ہے البتہ جب مجتہدین معقول اپنی قوت اجتہادیہ سے اُن روایات قلیلہ کی تقویت و رجحان کسی دلیل قابل قبول سے ثابت فرما دینگے اُس وقت بروئے انصاف اُس کی جوابدہی ہمارے ذمہ ہونی چاہیئے والا فلا لا — علاوہ ازیں عبارت منقولہ قاضی صاحب سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اور علامہ شہرستانی نے صرف بعض خرابیوں سے بچنے کے لئے حضرت شیخ اشعری کی کلام کا یہ محمل جس کو ہر دو فاضل اپنے مفید مدعا سمجھ رہے ہیں فقط اپنی رائے سے اختیار فرمایا ہے حالانکہ بہت سے علماء اشاعرہ نے کلام شیخ کو اول محمل پر محمول فرما کر اُن خدشات کو دوسری طور پر دفع فرما دیا ہے کما سیاتی تو اب اگر کلام قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ کو کلام جمہور کے معارض مانا جاوے جیسا کہ ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے اور فضلاء معقول بھی اس تعارض پر جمے ہوئے ہیں تو پھر کوئی صاحب انصاف یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک یا دو صاحبوں کی رائے کی وجہ سے بلا ضرورت جملہ تصریحات و نقلیات اکابر کی تغلیط کی جاوے تمام رسایل علم کلام کو دیکھ لیجئے جو کوئی مسئلہ کلام میں مذاہب نقل کرتا ہے امام اشعری کا مذہب یہی نقل کرتا ہے کہ اُن کے نزدیک صفت باری تعالیٰ معنی نفسی ہیں اور حروف و الفاظ اسپر دال اور مخلوق ہیں چنانچہ عبارات سابقہ سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ خود قاضی صاحب اور شہرستانی رحمۃ اللہ علیہما نے جو امام اشعری کا مذہب نقل فرمایا ہے تو اُس میں جمہور اشاعرہ کے موافق کہا ہے کما مر پھر تماشا یہ ہے کہ جن کی رائے حسب مسلک مؤلف تنزیہہ و مؤلف عجالہ خود انہیں کی

toobaafoundation.com

نقل کے مخالف ہو اُن کی رائے محض سے جملہ اکابر محققین کی نقلیات وعقلیات کو
ہباءً منثورا کر دیا جائے سوا ب مقتضا عقل حق پسند یہی ہے کہ درصورت تسلیم تعارض
فاضل شہرستانی کی رائے بمقابلہ نقول صریحہ کثیرہ مرجوح سمجھی جائے البتہ اگر کوئی صورت
تطبیق وموافقت کی پیدا ہو جائے تو سبحان اللہ مگر اسکو کیا کیجے کہ ارباب معقول کے
یہاں یہ باب ہی گم ہے چنانچہ سابق بھی اسکا مکرر تجربہ ہو چکا ہے لیکن اس ہیچمدان
کا ارادہ ہے کہ آگے چل کر بتائید الٰہی ہم اس مرحلہ کو بھی طے کرینگے بلکہ خود ہر دو فاضل
کی عبارات منقولہ سے انشاء اللہ تطبیق معلوم ثابت کر دینگے بالجملہ حسب تقریر
سابق اول تو شیخ شہرستانی کی رائے قابل تسلیم نہیں اور اگر جملہ امور سابقہ سے قطع
نظر کرنے کے بعد ہم رائے مذکور کی صحت کو تسلیم بھی کر لیں تو ہم اُسکو قول جمہور اور
نقلیات مشہورہ کے معارض نہیں کہتے ثبوت تعارض جس پر اہل معقول کا مدعا موقوف
ہو رہا ہے بروئے انصاف اُن کے ذمہ ہے سو کلام قاضی عضد میں کل دو کلمے
ایسے ہیں کہ جن سے صراحۃً یہ معلوم ہوتا ہے کہ رائے قاضی صاحب اور اقوال جمہور اشاعرہ
میں تناقض ہے اول تو الفاظ کو قائم بذات اللہ تعالیٰ فرمانا دوسرے دو ز حدوث
الملفوظ لکھکر قدم ثابت کرنا ان دونو کلموں سے الفاظ کا غیر مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے
جو کہ اقوال جمہور متاخرین کے صریح مبائن ہے مگر جملہ اولیٰ یعنی قائم بذات اللہ تعالیٰ
کی نسبت تو یہ عرض ہے کہ حسب اصطلاح اہل معقول ذاتی کا اطلاق کبھی تو خاص اسی
پر کیا جاتا ہے جو چیز کہ داخل ذات وجزو ذات ہو اور کبھی اُس کے معنے میں تعمیم کر لیتے
ہیں اور جو چیز کہ ذات سے مغایر نہ ہو خواہ داخل ہو یا نہ ہو سب کے اوپر ذاتی کا اطلاق
ان معنی کے لحاظ سے صحیح سمجھا جاتا ہے تو جیسے اہل معقول ذاتی کے معنی کبھی داخل
فی الذات کے لیتے ہیں اور کبھی اُس سے غیر خارج عن الذات مراد لیتے ہیں اسی طرح جیسے
قائم بذات الفلان کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ خاص اُس کی ذات کے ساتھ
قائم ہو دوسرے یہ کہ کسی دوسری ذات کے ساتھ جو اُس سے مغائر ہے قائم نہ ہو تو جیسا
ذاتی میں حسب تصریحات اہل معقول اول میں دخول فی الذات ملحوظ تھا اور معنی ثانی میں

toobaafoundation.com

عدم خروج عن الذات اسی طور پر قایم بذات فلان ہیں خیال فرما لیجیے کہ معنی اول میں تو
ثبوت قیام للذات مقصود ہے اور معنی ثانی ہیں سلب قیام عن ذات آخر ہے
مطلوب ہے ہر چند اہل انصاف کو اس عرض کے قبول فرمانے میں کسی حوالہ اور سند
کی ضرورت نہیں مگر بنظر احتیاط سند بھی عرض کیے دیتا ہوں چنانچہ کتب کلامیہ میں یہ
امر موجود ہے کہ معتزلہ ذات واجب تعالیٰ کے متکلم ہونے کے یہ توجیہ کرتے ہیں و
معنے تکلم الباری بہ خلقہ فی جسم یعنی معتزلہ چونکہ ذات واجب تعالیٰ
کو متصف بصفت کلام نہیں کہتے اسلئے تکلم باری جل مجدہ کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ
اسکے متکلم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس محل اور جسم میں چاہتا ہے کلام کو پیدا فرما دیتا
ہے اور اسکو متکلم بنا دیتا ہے اسپر علمائے اہل سنت اُن کے ابطال کے لیے ان
المتکلم من قام بہ الکلام لا من اوجد الکلام تحریر فرما رہے ہیں یعنی معتزلہ
جو متکلم سے خالق اور موجد کلام مراد لیتے ہیں بالکل غلط اور بے اصل ہے کیونکہ متکلم وہی
ہوتا ہے جسکے ساتھ کلام قایم ہو اس پر معتزلہ کی جانب سے چند اعتراض وارد کیے ہیں
منجملہ اون کے ایک اعتراض یہ بھی ہے ولو سلم فانما یقوم بلسانہ لا بذاتہ
یعنی اگر متکلم حسب بیان اہل سنت حقیقت میں وہی ہے کہ جس کی ذات کے ساتھ
کلام قایم ہو تو اب کسی متکلم پر کلام لفظی کا حقیقۃً متکلم کہنا درست نہ ہوگا کیونکہ بہت سے
بہت اگر کلام لفظی کو قایم کہا جاوے گا تو قایم بلسان المتکلم کہا جائیگا قایم بذات المتکلم
کسی طرح نہیں کہہ سکتے اس سے اہل فہم معلوم کر لینگے کہ معتزلہ کا یہ اعتراض اسی معنی پر
مبنی ہے جو اہل معقول نے کلام قاضی صاحب میں قایم بذات اللہ تعالیٰ کی سمجھے
تھے سو اس کا جواب شارح مقاصد نے یہ دیا ہے واجیب بان کون المتکلم
من قام بہ الکلام ثابت عرفا ولغۃ خلاصہ جواب یہ ہے کہ گو حقیقت میں کلام
لفظی کسی متکلم کی ذات کیساتھ قایم نہیں اور اس وجہ سے بطور حقیقت کلام لفظی کو قایم
بذات المتکلم کہنا درست نہ ہی مگر عرفاً اور لغۃً متکلم کے ساتھ کلام لفظی کا قایم ہونا ثابت
اور مسلم ہے اور اسکی بنا اسی امر پر ہے جو احقر اوپر عرض کر آیا ہے سو اہل فہم و انصاف تو

toobaafoundation.com

انشاء اللہ حضرات علماء کے ان معنی المتکلم من قام بہ الکلام کے فرمانے ہی سے سمجھ جائینگے کہ قیام کے معنوں میں توسع ہے اور صاحب شرح مقاصد کی اس تصریح سے تو یہ مضمون خوب ہی ظاہر ہوگیا علاوہ ازیں صفات حقیقیہ ذاتیہ واجب تعالی کو تمام علماء قایمہ بذات الباری فرماتے ہیں حالانکہ قیام کے متبادر اور ظاہر معنی جو کہ غیریت پر دال ہیں وہاں مفقود ہیں اسی وجہ سے بعض علماء کلام نے لا یجوز ان یقال ان صفاتہ تقوم بذاتہ ولکن نقول ذاتہ موصوف بصفاتہ فرمایا ہے۔ پھر ایسے لفظ محتمل المعانی کی وجہ سے اپنے ثبوت مدعا کے لئے امید باندھنی اور تمام علماء کے ارشادات وتصریحات کو باطل سمجھنا کونسی عقل ودیانت کی بات ہے بالجملہ جب بشہادۃ عقل ونقل قایم بالشئے کے معنوں میں توسع ثابت ہوگیا تو اب قایل کہہ سکتا ہے کہ کلام قاضی صاحب میں قایم بذات اللہ تعالی بمعنی الاعم ماخوذ ہے یعنے جس معنی کے لحاظ سے علماء متکلمین ہر ایک کلام لفظی کو اس کے مولف کے ساتھ قایم فرماتے ہیں اسی لحاظ سے قاضی صاحب قران لفظی کو واجب تعالی کے ساتھ قایم کہہ رہے ہیں تاکہ مذہب معتزلہ اور مذہب اشعری میں فرق ظاہر ہوجائے معتزلہ جو نامہ متکلم کے معنے خالق کلام کہہ رہے ہیں اسلئے بظاہر ان کے مذہب کے موافق کلام الٰہی وکلام غیر میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا کیونکہ جملہ کلام لفظی مخلوق باریتعالی ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اگر جملہ کلاموں کا مخلوق باری ہونا محل تامل ہو تو ہوتا ہم بہت سے ایسے کلاموں کو جو ان کے نزدیک بھی بلا تامل مخلوق باری ہیں اور پھر ان کو کلام باری کوئی نہیں کہہ سکتا اس صورت میں کلام باری کہنا پڑیگا کما لا یخفی علی اللبیب۔ گو ان کی طرف سے بھی تاویل ممکن ہو مگر ظاہر کے موافق بے شک محل اعتراض ہے اور جب کسی کلام لفظی کو قایم بذات اللہ تعالی یعنی تالیف واجب تعالی کہا جائے تو اب اعتراض مذکور کا احتمال بھی نہ رہا اور قاضی صاحب کا مطلب یہ نہیں کہ الفاظ کا قدیم ہونا ثابت ہوجائے بلکہ حضرت امام اشعری اور معتزلہ میں تفرقہ کرنا منظور ہے جبکہ انکی کلام خود دال ہے سو بحمد اللہ اب بھی حاصل ہوگیا پھر ایسے معنے لینے کیا ضرور

ہیں کہ جس کی وجہ سے کلام قاضی عضد جملہ علماء محققین کے مناقض ہو جائے بلکہ خود
اُنہیں کی تصریحات کثیرہ کے مخالف سمجھی جاوے جب یہ معلوم ہو چکا کہ جملہ قائما بذاتہ
اللہ تعالٰی ہمارے مدعا اور علماء کے ارشاد کے مخالف نہیں تو قاضی صاحب کی دوسری
جملہ کی کیفیت سنئے یہ ہیچمدان مقدمہ کتاب میں بذریعہ نقل عرض کر چکا ہے کہ لفظ قدیم
تین معنوں میں مستعمل ہے ذاتی وزمانی واضافی اور یہی حال حادث کا ہے تو اب
قاضی صاحب کے دوسرے حدوث الملفوظ فرمانے سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ ملفوظ
حادث نہیں مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ ہر سہ اقسام سابقہ میں سے کون سے حدوث کی نفی فرماتے
ہیں سو اول تو ہم کہتے ہیں کہ بشہادۃ عقل ونقل قاضی صاحب کی کلام میں معنی ثالث
مراد ہیں علاوہ ازیں کوئی شے فی نفسہ اگرچہ حادث ہو مگر کبھی اُسکی اصل کی وجہ سے
اُسکو قدیم کہہ دیتے ہیں چنانچہ صفات فعلیہ اضافیہ کو ماتریدیہ قدیم فرماتے ہیں مگر محققین
اُسکے بارے میں یہی فرماتے ہیں کہ باعتبار مبدء ومنشاء اُن کو قدیم کہا جاتا ہے چنانچہ
مقدمہ کتاب میں معروض ہو چکا تو جب لفظ قدیم میں یہ چند احتمال موجود ہیں تو تاوقتیکہ
مدعی صاحب احتمال مفید کو معین نہ فرماویں اُس وقت تک یہ ارشاد اُن کے
لئے کارآمد نہ ہو سکیگا بلکہ ہم بالبداہۃ دیکھتے ہیں کہ تصریحات اکابر اور ارشادات قاضی صاحب
احتمال غیر مفید کو ترجیح دیتے ہیں اور حسب التماس سابق قاضی صاحب کی غرض کو دیکھئے
تو فقط فیمابین مذہب شیخ ومذہب معتزلہ افتراق ثابت کر دینا ہی منظور ہے جو کہ اس
نفی اضافی سے بھی حاصل ہو سکتی ہے اثبات قدم الفاظ اُن کی غرض ہرگز نہیں اس صورت
میں حاصل کلام یہ ہوگا کہ قرآن لفظی وہ ہے کہ جو بلاواسطہ کسی کے ایجاد واجب تعالٰی
سے موجود ہوا ہو اور صورت تالیفیہ بلاواسطہ وہاں سے عطا ہوئی ہو خواہ لوح محفوظ پر مرقوم ہو
خواہ لسان ملک اور لسان نبی ولسان دیگر اشخاص سے مقروء ومتلو ہونے کی نوبت آئی ہو
بخلاف معتزلہ کے اُن کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام الٰہی کی بس یہی حقیقت ہے
کہ کسی محل میں اسکو موجود ومخلوق فرما دیا جائے خواہ وہ لغات بشری ہی میں داخل ہو اور شیخ
اشعری رحمۃ اللہ علیہ کلام بمعنی اُس تالیف کو فرماتے ہیں جو حق تعالٰی نے کتابت وتلاوت

toobaafoundation.com

مذکورہ سے پہلے تحقیق فرمائی اور وہ تالیف ان جملہ امور سے مقدم اور قدیم اضافی ہے
چنانچہ علامہ موصوف ہی فرماتے ہیں وجوابھما انه لانزاع فی اطلاق اسم القرآن
وکلام الله تعالی بطریق الاشتراک علی ھذا المولف الحادث وھو
المتعارف عند العامة والقراء والاصولیین والفقهاء والیه یرجع الخواص
التی ھی من صفات الحروف وسمات الحدوث واطلاق ھذین
اللفظین علیه لیس بمجرد انه دال علی کلامه القدیم حتی لوکان
مخترع ھذه الالفاظ غیرالله تعالی لکان ھذا الاطلاق بحاله بل
لان له اختصاصا اخر به تعالی وھو انه اخترعه الخ اور یہ مضمون علامہ
موصوف معتزلہ کے جواب و مقابلہ میں فرما رہے ہیں تو اب اس توجیہ کے
مطابق کلام قاضی عضد ارشاد جمہور کے بھی مخالف نہ ہوئی اور قدم الفاظ بھی ثابت
نہ ہوا اور اگر کوئی صاحب قایم بذات اللہ تعالی اور نفی حدوث ملفوظ کے اس
محمل پر محمول فرمانے کو خلاف متبادر رکھ کر ہماری غرض کو باطل کرنا چاہیں تو اول
تو معنی معروضہ احقر کلام علما میں مستعمل ہیں ادھر اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال
قضیہ مسلمہ ہے علاوہ ازیں وہ تصریحات اکابر اور بداہۃ عقل کہ جن کی مخالفت کی وجہ سے
قول قاضی صاحب کو غیر مقبول کہا جائے تو انصاف کے خلاف نہیں کیا انکی وجہ سے
قاضی صاحب کے ارشاد کی تاویل بھی ممکن نہیں نصوص شرعیہ اور تصریحات اکابر میں
بوجہ قرائن صارفہ برابر تاویل شائع ہے کلام قاضی صاحب میں اس قدر دلایل کی وجہ
بھی کوئی تاویل کا نام نہ لے سکے عجیب قصہ ہے البتہ اسپر کوئی صاحب یہ فرماویں
تو عجب نہیں کہ جب بقول علمائے قاضی صاحب فقط یہ ہوا کہ مذہب امام اشعری اور مذہب
معتزلہ میں تفریق ہو جاوی چاہئے یہ مطلب نہیں کہ الفاظ کو قدیم اور غیر حادث فرماتے
ہیں تو پھر اس اعتراض کے پیش کرنے کی کیا صورت ہوگی جس کی بابت قاضی صاحب
وما یقال من ان الحروف والالفاظ مترتبة متعاقبة فرما رہے ہیں کیونکہ جب
قاضی صاحب حسب توجیہ مذکور و بطور حقیقت الفاظ کو قدیم ہی نہیں فرماتے پھر

toobaafoundation.com

اعتراض مذکور اُن کے ارشاد پر کس طرح وارد ہو سکتا ہے کیونکہ ترتب اور تعاقب مباین ہے تو قدم حقیقی کے مباین ہے جب اُن کی یہ مراد ہی نہیں تو اعتراض مذکور کا احتمال بھی نہیں جو اسکا جواب دینا پڑے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ قاضی صاحب ہماری عرض کے موافق گو الفاظ کو حقیقۃً قدیم نہ فرماویں مگر قدیم اضافی فرماتے ہیں تو کوئی تامل نہیں تو اب یہ اعتراض بیشک ہوگا کہ جب صوت کیفیت قایم بالہوا کا نام اور الفاظ وحروف کی حقیقت کیفیت قایمہ بالصوت کو بتلاتے ہیں اور اُسکا متجدد اور غیر مستقر ہونا مسلم ہے اور ترتب اور تعاقب فی الوجود اُن کے لیے لازم تو اب اُن کو قدیم وقایم کہنا حقیقی نہ سہی اضافی ہی سہی کیونکر درست ہو سکتا ہے اسلئے کہ امکان تحقق علی وجہ الاجتماع اور امکان بقا قدم اضافی کے لئے بھی ضروری الثبوت ہے جو ترتب وتعاقب مذکور کے صریح منافی ہے اس لئے قاضی صاحب نے تلفظ کو حادث اور ملفوظ کو غیر حادث فرما کر اس اعتراض کو دفع فرمادیا باقی رہا یہ امر کہ تلفظ وملفوظ سے حقیقت میں قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ کی کیا مراد ہے آگے چل کر انشاء اللہ معلوم ہو جاویگا اس وقت تک تو ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں مدعیان معقول کے مسلمات کے موافق عرض کر رہے ہیں جو معنی یہ صاحب تلفظ وملفوظ کے اپنے مفید سمجھ رہے ہیں وہی معنی انشاء اللہ بے تکلف ہماری توجیہہ میں بنجائیں گے اسکا لحاظ رہے کہ ہماری توجیہہ پر کوئی ایسا اشکال پیش نفرماویں جو اُن کے استدلال کو بھی مضر ہو احقر کی اس تمام خامہ فرسائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو فاضل نے جو اپنے استدلال میں کلام قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ پیش کی تھی اُس کے دو جواب ہیں اول یہ کہ تمام تصریحات اکابر کے خلاف اس لئے درصورت تعارض جمہور کا قول راجح ہونا چاہئے بالخصوص اس وجہ سے کہ قاضی صاحب بعض ایسے منافع کی وجہ سے کہ جنکا حصول دوسرے طریقہ سے بھی ہو سکتا ہے جو کچھ فرما رہے ہیں محض اپنی رائے سے فرما رہے ہیں دوسرے یہ کہ قاضی صاحب کا ارشاد قابل تاویل ہے جس کی وجہ سے اُن کی کلام تصریحات جمہور کے مخالف بھی نہیں ہوتی

toobaafoundation.com

اور اُن کا مطلب یعنی تفرقہ مابین مذہب اشاعرہ ومعتزلہ بھی حاصل ہوجاتا ہے پھر اسپر بھی کلام قاضی صاحب کو ایسے محمل پر حمل کرنا جو عقلیات ونقلیات کے صریح مخالف ہو اور کلام جمہور کے معارض کہنا اور سب پر اُس کو بلا دلیل ترجیح دینا کسی طرح قابل تسلیم نہیں توجب علماے معقول ان دونوں مرحلوں کو طے فرمالیوینگے اُسوقت اُن کا استدلال درست ہوگا اور ہمارے ذمہ بشرط انصاف جوابدہی لازم ہوگی ورنہ اس سے پہلے اُن کا استدلال ناتمام اور غیر قابل للجواب ہے اور ہم کو کسی جواب تحقیقی کی ضرورت نہیں مگر چونکہ ہم کو فقط اُن پر اعتراض کرنا اور ٹلانا منظور نہیں بلکہ اظہار حق اور اہل معقول کو ایک بھاری غلطی سے بچانا مقصود ہے اسلئے حسب ضرورت اس امر کی تحقیق بھی عرض کئے دیتا ہوں اس لئے اول یہ امر ضروری ہے کہ علماء اعلام کی کلام کو دیکھا جائے کہ اونھوں نے قاضی صاحب کی عبارت مذکور کے کیا معنے سمجھے اور اس کی تصدیق فرمائی یا تکذیب سو علماء معتبرین مشہورین کی کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض نے کلام قاضی صاحب کو ظاہر کی موافق رکھکر اس کی تکذیب کی ہے اور بعض نے اُن کی کلام کے لئے محمل صحیح نکالکر اُس کی تصدیق فرمائی ہے اور یہی امر بچند وجوہ اقرب الی التحقیق معلوم ہوتا ہے مگر یہ صورت ثالث جو ہمارے زمانہ کے اہل معقول نے ایجاد فرمائی ہے کہ قاضی عضد کی کلام کو ظاہر پر محمول فرماکر اور جمہور کے اقوال کے معارض مان کر بلا دلیل معتبر اسیکو ترجیح اور اسی کی تصدیق کی جاتی ہے انشا اللہ تعالی علماء معتبرین میں سے کسی نے نہ کیا ہوگا ہاں کسی عالم معتبر کے ارشاد کو بوجہ قلت تدبر یا شدت تعصب کوئی صاحب امر ثالث پر منطبق سمجھ جائیں تو اسکا کوئی علاج نہیں چنانچہ فاضل کانپوری اور پروفیسر لاہوری نے علامہ تفتازانی اور مولانا بحر العلوم کی کلام کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے کما سیاتی سواب ملاحظہ فرمایئے کہ علامہ قوشجی نے قاضی صاحب کی یہی عبارت منقولہ ہر دو مولف شرح تجرید میں نقل فرمائی ہے اور اس کے بعد میں فرماتے ہیں اقول المفاسد التی ذکر انھا تلزم علی ما فھم الاصحاب من کلام الشیخ

toobaafoundation.com

هی التی ذکرناها فی الوجهین الاول والثانی من وجوه المعتزلة والجواب ایضا ما ذکرناه فلیتذکر ومن انکر کلامیة ما بین دفتی المصحف انما یکفر لو اعتقد انه لیس کلام الله تعالی بمعنی انه من مخترعات البشر اما اذا اعتقد انه لیس کلام الله تعالی بمعنی انه لیس صفة قائمة بذاته بل هو دال علی ما هو صفة حقیقة وهو من مبدعات الله تعالی ومخترعاته بان اوجده فی لسان الملك او النبی او اوجد نقوشا دالة علیه فی اللوح المحفوظ فلیس من الکفر فی شیء بل هو مذهب اکثر الاشاعرة فلا ینبغی ان یتوهم کونه کفرا وما ذکره من ان ترتب الحروف انما هو فی التلفظ دون الملفوظ فالتلفظ حادث دون الملفوظ فذلك امر خارج عن طور العقل وما ذلك الا مثل ان یتصور حرکة یکون اجزاءها مجتمعة فی الوجود ولا یکون لبعضها تقدم علی بعض انتهی دیکھیے علامہ موصوف کلام قاضی عضد کی تردید وتغلیط کر رہے ہیں اور اُن کی وہ اعتراضات کہ جن کی وجہ سے کلام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کو اس محمل پر محمول کیا تھا اُن سب کے جواب جمہور کی رائے کے موافق بیان فرما رہے ہیں اور قاضی صاحب کی رائے کو خارج عن طور العقل اور بدیہی البطلان فرما رہے ہیں اور محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح عقاید میں قاضی صاحب کی عبارت مسطورہ کو تمامہا نقل فرما کر یہ فرمایا ہے وبعضهم انکره اما اولا فلان مذهب الشیخ ان کلامه واحد لیس بامر ولا نهی ولا خبر وانما یصیر احد هذه بحسب التعلق وهذه الاوصاف لا ینطبق علی الکلام اللفظی وانما یصح تطبیقه علی المعنی المقابل للفظ بضرب من التکلف یعنی حضرت امام اشعری کا مذہب یہ ہے کہ کلام حقیقی واجب تعالیٰ کی واحد بسیط ہے فی حد ذاتہ نہ انشا ہے نہ خبر حسب تعلقات انشا یا خبر ہو جاتی ہے اور یہ اوصاف کلام لفظی پر ظاہر ہے کہ منطبق نہیں ہو سکتی معنے مقابل للفظ پر بھی انکا انطباق صحیح ہوگا تو بتاویل وتکلف ہوگا پھر قاضی عضد کا الفاظ کو قدیم وقایم بذات الباری یعنی کلام

toobaafoundation.com

حقیقی کہنا اور اسکو شیخ اشعری کی طرف منسوب کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے خلاصہ
اعتراض یہ ہوا کہ کلام شیخ کو اس محمل پر محمول کرنا کہ جسپر قاضی عضد نے محمول کیا ہے
خود مذہب شیخ کے جو ان سے منقول ہوا ہے خلاف ہے اس کے بعد علامہ دوانی نے
چند اعتراضات عقلی نقل فرمائے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں وامّا ثانیًا فلان کون
الحروف والالفاظ قائمة بذاته تعالی من غیر ترتیب یفضی الی کون الاصوات
مع کونها سیالة موجودة بوجود لایکون فیه سیالة فهو سفسطة
من قبیل ان یقال ان الحرکة یوجد فی بعض الموضوعات من غیر
ترتیب وتعاقب بین اجزائها۔ یعنی قاضی عضد کا حروف والفاظ کو قایم بذات
الباری اور غیر مرتب فرمانا گویا اس امر کا اقرار کرنا ہے کہ اصوات جو کہ اعراض متجددہ
سیالہ ہیں اُن کا وجود متجدد نہ رہا جو کہ صریح سفسطہ ہے اسکے بعد فرماتے ہیں واما
ثالثًا فلانه یؤدی الی ان یکون الفرق بین ما یقوم بالقاری وبین ما
یقوم بذاته تعالی باجتماع الاجزاء وعدم اجتماعها بسبب قصور
الآلة وعدمه فنقول هذا الفرق ان اوجب اختلاف الحقیقة فلا یکون
القائم بذاته تعالی من جنس الالفاظ وان لم یوجب وکان مایقوم
بالقاری ومایقوم بذاته تعالی حقیقةً واحدةً والتغایر بینهما انما
یکون بالاجتماع وعدمه اللذین هما عارضان من عوارض الحقیقة
الواحدة کان بعض الصفات الحقیقیة له تعالی مجانسا لصفات
المخلوقات یعنی اگر الفاظ کو قدیم مانا جائے تو تیسرا اعتراض یہ ہوگا کہ اس صورت
میں الفاظ قرآنی قائمہ بذات اللہ تعالی اور الفاظ قایمہ بالقاری ہیں اس وجہ سے کہ
اول کو مجتمع الاجزا اور ثانی کو بوجہ قصور آلہ غیر مجتمع الاجزا رمان رکھا ہے ضرور اختلاف
ماننا پڑیگا سو اس اختلاف کی وجہ سے یا تو ہر دو کلام لفظی واجب تعالی اور قاری میں
اختلاف فی الحقیقۃ تسلیم کیا جائیگا یا ہر دو کلام لفظی کو حقیقۃً واحدۃ مانکر اس اجتماع
وعدم اجتماع کو جو کہ منشاء تغایر تھا امور عرضیہ میں شمار کیا جائے گا اول صورت میں کلام قائم

بذات اللہ تعالی کا جنس الفاظ سے ہونا باطل ہوگیا وہو خلف اور صورت ثانیہ میں ایک
صفت حقیقیہ واجب تعالی کو صفات ممکنات کے مجانس اور متحد الحقیقۃ کہنا پڑے گا
وہو باطل بالبداہتہ اور بیشک خرابیں الفاظ کے قدیم اور قایم بذات اللہ تعالی کہنے
کا نتیجہ ہے اسکے بعد فرماتے ہیں واما رابعا فلان لزوم ما ذکرہ من المفاسد
وہم فان تکفیر من انکر کون ما بین الدفتین کلام اللہ تعالی انما ہو
اذا اعتقد انہ من مخترعات البشر اما اذا اعتقد انہ لیس کلام اللہ تعالی
بمعنی انہ لیس بالحقیقۃ صفۃ قائمۃ بذاتہ تعالی بل ہو دال علی الصفۃ
القائمۃ بذاتہ تعالی فلا یجوز تکفیرہ اصلا کیف وہو مذہب اکثر الاشاعرۃ
ما خلا المصنف وموافقیہ وما علم من الدین من کون ما بین الدفتین
کلام اللہ تعالی حقیقۃ انما ہو بمعنی کونہ والا علی ما ہو کلام اللہ تعالی
حقیقۃ لا علی انہ صفۃ قائمۃ بذاتہ تعالی وکیف یدعی انہ من ضروریات
الدین مع انہ خلاف ما نقلہ عن الاصحاب وکیف یزعم ان ہذا الجم الغفیر
من الاشاعرۃ انکروا ما ہو من ضروریات الدین بل یلزم تکفیرہم حاشاہم
عن ذلک یعنی صاحب مواقف نے جس قدر مفاسد جمہور اشاعرہ کے مذہب پر بیان
کئے ہیں سب وہم اور بے اصل ہیں چنانچہ اُس کی تقریر عبارت مرقومہ سے صاف
ظاہر ہے صاحب مواقف کا کلام حضرت شیخ اشعری کو ایسے محمل پر حمل فرمانا جو
جمہور اشاعرہ کے خلاف ہے اور اُن کے ذمہ مفاسد وہمیہ لگانے بلکہ ضروریات دین کا
اُن کو منکر بنانا جس سے ان کی تکفیر لازم آتی ہے نعوذ باللہ منہا کیونکر قابل قبول ہوسکتا
ہے اور اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ سوائے مصنف اور اُن کے بعض موافقین
کے اشاعرہ میں سے کسی کی یہ رائے نہیں پھر علمائے معقول کا یہ فرمانا کہ جماعہ سلف قدم
الفاظ کے قایل ہیں صریح اسکے مخالف ہے یا اس کلام کا مطلب نہیں سمجھے اور
حق یہی ہے کما سیاتی۔ اسکے بعد فرماتے ہیں واما خامسا فلان الادلۃ الدالۃ
علی الحدوث لا یمکن حملہا علی التلفظ بل یرجع الی الملفوظ کیف وبعضہا مما

لایتعلق النسخ بالتلفظ به کما نسخ حکمہ وبقی تلاوتہ یعنی قاضی صاحب نے
جو مطلقاً یہ فرمادیا تھا کہ ادلہ والہ علی الحدوث کو ملفظ پر حمل کرنا چاہیے ملفوظ کی طرف
راجع کرنا نہ چاہیے تو اُس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ منجملہ ادلہ حدوث کے ایک نسخ بھی
ہے جسکو تلفظ کی طرف راجع نہیں کرسکتے بلکہ یقیناً ملفوظ پر حمل کرنا پڑے گا کیونکہ کبھی کوئی
کلام لفظی فقط منسوخ الحکم ہوتی ہے منسوخ التلاوۃ نہیں ہوتی تو اس صورت خاص میں
ظاہر ہے کہ مرجع نسخ تلفظ کو کسی طرح نہیں کہہ سکتے کیونکہ تلاوت بجنسہ باقی ہے
اسلئے مطلقاً قاضی صاحب کا یہ کہدینا کہ ادلہ حدوث کو حدوث تلفظ پر حمل کرنا چاہئے
درست نہ ہوگا علی ہذا القیاس اور علماء کرام کی کلام کو ملاحظہ فرمائیے تو بالاتفاق الفاظ
منطوقہ کے قایم بذات الباری ہونے کی تغلیط کررہے ہیں اور اسکو مثل علامہ
قوشجی اور علامہ دوانی کی سفسطہ اور بدیہی البطلان فرماتے ہیں خود محقق دوانی اسکے
بعد قاضی کے اس قول کو خانہ یودی الی سفسطہ مکرر فرمارہے ہیں علامہ تفتازانی شرح
مقاصد میں علی ان قیام الصوت والحروف بذات اللہ تعالیٰ وتقدس لیس
بمعقول وان کان غیر مرتب الاجزاء کحرف واحد مثلاً فرمارہے ہیں جس سے
صاف معلوم ہوتا ہے کہ حروف والفاظ کو غیر مرتبہ تسلیم کرنے کے بعد بھی قایم بذات
الباری کہنا خلاف عقل ہے بلکہ حرف واحد کی نسبت بھی یہ قیام غیر معقول ہے فاضل
چلپی قاضی صاحب کے اس کلام پر تحریر فرماتے ہیں وقد یقال القول بان
ترتب الحروف انما ہو فی التلفظ دون الملفوظ فالتلفظ حادث دون
الملفوظ امر خارج عن طور العقل وما ذلک الامثل ان یتصور حرکۃ
اجزاءھا مجتمعۃ فی الوجود لایکون لبعضہا تقدم علی بعض اس کا بھی
یہی مطلب ہے کہ الفاظ متجددہ کو غیر حادث کہنا عقل کے خلاف ہے اسکے بعد
فاضل موصوف نے اس اعتراض اور خلاف بداہتہ کا جواب دیا ہے اور قاضی صاحب
کی کلام کو ظاہر سے مأول کیا ہے سو نزد اہل معقول کو مفید نہیں آن کا کام چلتا ہے تو
معانی ظاہرہ سے چلتا ہے علاوہ ازیں صاحب تمہید و حضرت امام ربانی و امام

toobaafoundation.com

غزالی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم نے جو کچھ قائلین قدم الفاظ کے بارہ میں فرمایا ہے وہ
معروض ہو چکا ہے اور دور کیوں جائیے خود قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ جو مواقف میں فرماتے
ہیں اسی کو مطالعہ فرما کر انصاف کر لیجئے بعینہٖ ان کی عبارت یہ ہے ثم قال الحنابلۃ
کلامہ حرف وصوت یقومان بذاتہ تعالیٰ وانہ قدیم وقد بالغوا فیہ
حتی قال بعضہم جہلا الجلد والغلاف قدیمان وہذا باطل بالضرورۃ
الی اخر ما قال دیکھئے قاضی صاحب ممدوح الفاظ کے قدیم وقائم بذات الباری کہنے
کو کس تصریح سے بدیہی البطلان فرما رہے ہیں اور مواقع متعددہ میں برابر اسی کے موافق
فرمایا ہے کہ کلام خدا کے لئے پہلے اس سارے جہان کے خلاف اور خود قاضی صاحب
کے ان ارشادات کا کچھ فکر کیجئے اس کے بعد عبارت مذکورہ بالا سے ثبوت قدم
الفاظ کا خیال پکائیے مقام حیرت ہے کہ جو امر نقول متواترہ محققین کے صریح خلاف
ہو اور اس کے بدیہی البطلان ہونے پر اقوال اکابر اور شہادت عقل سلیم ہر دو شاہد
عدل موجود ہوں پھر اس کے حق وصواب کہنے میں مستعدان معقول کی قلم میں
لغزش اور زبان میں لکنت تک نہیں آتی نعوذ باللہ من شرور انفسنا کہیں
مسئلہ عقلی ہوتا تو بھی ایک بات تھی امور اعتقادیہ متعلقہ ذات وصفات میں ایسی
جراءت ہر ایک کا کام نہیں مگر مجھ کو یوں نظر آتا ہے کہ اور کسی امر کا جواب یہ حضرات
دیں یا نہ دیں مگر قاضی صاحب کے کلام کے تعارض کو تو اپنے خیال کے موافق بہت
سہولت کے ساتھ مبدل بہ تطبیق فرما دینگے اور اپنی عادت مستمرہ کے موافق اپنی عبارت
مستدلہ کو تحقیق پر اور دیگر عبارات کو موافقت جمہور پر ضرور حمل کرنے کا ارشاد فرمائیں گے
چنانچہ ابحاث سابقہ میں اسکا نمونہ موجود ہے مگر صاحب انصاف عبارات متعددہ
قاضی صاحب کو جو مختلف مواقع میں انہوں نے بیان فرمائی ہیں دیکھ کر انشاء اللہ
سمجھ جائیگا کہ قاضی صاحب قائلین حدوث الفاظ کے ہمزبان ہیں علاوہ ازیں جس
امر کو قاضی صاحب حق سمجھتے ہوں اس کی نسبت بوجہ موافقت جمہور وہ باطل بالضرورۃ
ارشاد فرما دیں نہایت مستبعد ہے نظر بریں وجوہ موافق رائے اہل معقول طریق سہل تو یہی

toobaafoundation.com

ہے کہ عبارت منقولہ ہر دو فاضل کے جواب ہیں الجواد قد یکبوا والصارم قد
ینبوا کہنکر چپ ہو رہے حبیب میر سید شریف قدس سرہ باوجود موافقت عقل ونقل اپنی
قیاس ورائے کی مخالفت کی وجہ سے اس جملہ کے مصداق بنائے گئے کما مر تو قاضی
عضد رحمۃ اللہ علیہ درصورت مخالفت عقل ونقل بدرجہ اولیٰ اس خطاب کے مستحق ہونے
چاہئیں باقی ہمارے نزدیک سید شریف کو اس جملہ کا مصداق بنانا تو غلط محض
تھا ہی کما مر قاضی صاحب کو بھی اسکا محمل کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا بلکہ حسب
ارشاد اکابر بعد تامل صادق قاضی صاحب اور جمہور کی کلام میں تطبیق لطیف ہو سکتی
ہے چنانچہ عبارات مستدلہ ہر دو مولف جو آگے معروض ہوتی ہیں اس پر شاہد ہیں
اسکے بعد ناظرین رسالہ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ جن حضرات نے قاضی صاحب
کے قول کی تردید فرمائی تھی اُن کا حال تو معلوم ہو گیا اور خوب ثابت ہو گیا کہ مرشناسان
معقول نے جو مطلب قول مذکور کا سمجھا تھا علماء موصوفین بالتصریح اسکو خلاف عقل
ونقل اور بدیہی البطلان فرمارہے ہیں بلکہ قاضی صاحب بھی اس کے بارے میں وہو
باطل بالضرورۃ کا حکم لگا رہے ہیں جو بشرط انصاف ہر طرح سے قابل لحاظ ہے اور
ان جملہ امور سے ہمارے مدعا کی پوری تصدیق اور ہمارے دعوے کی کامل تحقیق ہوئی
ہے اب قابل غور اور لائق التفات ان حضرات کرام کے اقوال ہیں جو قاضی صاحب
کے ارشاد کے مصدق ہیں اور فضلاء معقول بھی اُن کے ارشاد کو موقع استدلال
میں بیان فرمارہے ہیں سو مولف اول نے علامہ سعد الملۃ والدین اور مولف ثانی نے
مولانا بحر العلوم کی عبارت کو پیش کیا ہے ان ہر دو محقق نے مدعائے قاضی صاحب
کی تصدیق اور ان کی تقریر کی تشریح فرمائی ہے۔ باقی رہے میر سید شریف انہوں نے
قول مذکور کی کسی قسم کی توضیح یا توجیہ نہیں فرمائی بلکہ تصدیق مجمل کی ہے کما مر اسلئے
حسب ارشاد حضرات مذکورہ بالا قاضی صاحب کی جو مراد معین ہو گی اسی پر سید صاحب
کی کلام بالضرور محمول ہو گی مگر چونکہ فخر المتاخرین مولانا بحر العلوم نے کلام قاضی کی
تشریح وتحقیق بتفصیل زائد بیان فرمائی ہے اسلئے اُس کی کیفیت بنام خدا اول عرض

toobaafoundation.com

کرتا ہوں اور یہ امر پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان اکابر کے کلام کو قول قاضی کے موید و مصدق جیسے اہل معقول کہہ رہے ہیں ہم بھی تسلیم کرتے ہیں تصدیق مذکور میں ہرگز خلاف نہیں خلاف فقط اس امر میں ہے کہ ہر دو مولف اس امر کے مدعی ہیں کہ جو مطلب قاضی صاحب کا ان ہر میں مفہوم ہوتا ہے یعنی ثبوت قدم کلام لفظی مولانا بحر العلوم اور علامہ موصوف اس کی تائید فرماتے ہیں اور ہم اس امر کے مدعی ہیں کہ ان دونوں صاحبوں نے کلام قاضی کو اور محمل پر جو کہ صحیح ہے محمول فرما کر اس کی تصدیق کی ہے اور بجائے تصدیق کلام لفظی کے قدم کی تکذیب فرمائی ہے مگر جن صاحبوں کو غلط فہمی کا شوق ہو ان کا کیا علاج بقول شخصے چشمۂ آفتاب راچہ گناہ سو مولانا بحر العلوم کی عبارت ہرچند طویل ہے مگر پروفیسر موصوف نے خذ ما صفا ودع ما کدر پر نظر کر کے اور خلاف مقصود سے اعراض فرما کر جو اس میں سے انتخاب کیا ہے وہ بعینہ یہ ہے وقال خیر المتاخرین مولانا بحر العلوم فی فواتحہ وایضا ان اطلاق الکلام اما علی النفسی مجاز وعلی اللفظی حقیقۃ او بالعکس وحقیقۃ فیہما وعلی الاول یلزم ان یکون ماھو کلام اللہ تعالی حقیقۃ مخلوقا حادثا وما ھو غیر مخلوق لیس بکلام اللہ تعالی حقیقۃ لما قالوا ان اللفظی حادث والنفسی قدیم وعلی الثانی یلزم ان لا یکون ھذا المقرو کلام اللہ تعالی ھذا وان التزام لکن یجتری علیہ المسلم وعلی الثالث یلزم ان لا یواخذ من قال ان القران غیر منزل من الرب تعالی لانہ صادق ان اراد النفسی والارتداد لا یثبت بالشبہۃ مع انہ تواتر عن الصحابۃ والتابعین المواخذۃ بھذا القول فاذن الحق الصراح الذی یفترض ان یعتقد ما نقل عن صاحب المواقف ان ھذا المقرو کلام اللہ تعالی حقیقۃ وھو صفۃ بسیطۃ قائمۃ بذاتہ تعالی ولہ تعلقات بالاخبارات والانشاءات وبحسبہا یکون انشاء وخبرا وھی صفۃ قدیمۃ غیر مخلوقۃ کما فی سائر الصفات وھی المنزل علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واذا صدر عن اللسان بالحرکۃ صارت ذات اجزاء لعدم مساعدۃ اللسان بالتکلم

toobaafoundation.com

بالکلام البسیط والظاہر یختلف باختلاف المظاہر ولا استبعاد فیہ واذا
صارت ذات اجزاء وکل جزء منہ متعلق بمعنی فتدل علیہ ثم اذا ذلک
البحر اللدنی نحو القران المقروء وان صدر بلسان الرسول لکن من قال لم یقلہ
اللہ ولیس کلامہ فہو کافر البتۃ ہذا ہو الذی رامہ الامام الہمام
اعظم الائمۃ حیث قال فی الفقہ الاکبر القران فی المصاحف مکتوب
و فی القلوب محفوظ و علی الالسن مقروء و علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
منزل لفظنا بالقران مخلوق وکتابتنا لہ وقرأتنا لہ مخلوقۃ والقران
غیر مخلوق واراد باللفظ التلفظ وہو فعلنا مخلوق البتۃ او اراد بہ
کسوۃ التعین الذی اکتساہ القران علی اللسان وہو ایضا مخلوق لا شک
فیہ واللام فی قولہ القران غیر مخلوق للعہد ای القران الذی صفنا انہ
مکتوب و محفوظ و منزل و مقروء غیر مخلوق فی حد نفسہ وان کانت
تعیناتہ التی فی الکتابۃ والقراءۃ والحفظ والنزول مخلوقۃ انتہی **اقول**
بحول اللہ وحسن توفیقہ عبارت فواتح الرحموت کو دیکھ کر صاف معلوم
ہوتا ہے کہ علامہ لکھنوی نے ارشاد مولانا بحر العلوم میں سے اپنے مفید مدعا سمجھ کر انتخاب
فرمایا ہے اور جو جملہ ان کے مخالف اور ہماری غرض کے مطابق نظر آیا اُس کو وسط
میں ترک فرما دیا مگر امر حق کا چھپانا دشوار ہے پھر بھی ہمارے مویدہ بعض سورباقی رہ گئے
عبارت قاضی صاحب میں چونکہ ابہام تھا اور اسی وجہ سے مولانا بحر العلوم کو اسکی
تشریح کرنی پڑی اور خود قاضی صاحب نے اپنے اخیر کلام میں الا انہ بعد التامل
تعرف حقیقتہ فرما کر متنبہ کر دیا تھا اسلئے اُس کی فہم میں اگر کسیکو خطا ہو جائے تو موقع استبعاد
نہیں تعجب کی بات تو یہ ہے کہ مولانا بحر العلوم کی تمام عبارت پیش نظر ہو اُس پر بھی
مرغ کی ایک ہی ٹانگ چلی جائے وضعداری اسی کا نام ہے کاش اگر فاضل مذکور
کلام قاضی صاحب پر بس کرتے اور فواتح الرحموت کی یہ عبارت نقل نہ فرماتے تو بہت
اچھا ہوتا اس عبارت سے جو انہوں نے نتیجہ نکالا ہے اُس کو دیکھ کر ان کی فہم

اور دیانت دونوں کی طرف ناظرین کو بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور سب سے عجیب تر یہ امر ہے کہ اہل معقول جو عبارت اپنے مفید سمجھ لیتے ہیں محض اُس کی نقل کلمات پر اکتفا کر لیتے ہیں کسی امر مبہم کی توضیح یا مُوہم غلط کی توجیہہ یا کسی امر محتمل الوجوہ کی تعیین تک فرمانے کا بھی دماغ نہیں بلکہ اپنے وجہ نفع اور کیفیت استدلال کو بھی ظاہر نہیں فرماتے ادھر فاضل مذکور کی بہت سی باتوں کا دار و مدار یہ ارشاد مولانا بحر العلوم ٹھہرا اور حضرت امام اعظم و امام احمد اور خود قاضی عضد کی کلام کا وہی مطلب انکو تسلیم کرنا پڑے گا جو مولانا بحر العلوم فرما دیویں نظر بریں وجوہ ناچار جابجا امور ذیل میں بخدام خدا عرض کرتا ہے سو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبارت فواتح الرحموت میں جن صاحبوں نے اپنے مفید مدعا دو امر سمجھے ہیں اول یہ کہ مولانا بحر العلوم فاذن الحق الصراح لا یفترض ان یعتقد ما نقل عن صاحب المواقف فرماتے ہیں جس سے قاضی صاحب کی تحقیق کا حق و صواب ہونا اظہر من الشمس معلوم ہوتا ہے لیکن اتنی بات سے ہمارے ذمہ کوئی امر عاید نہیں ہو سکتا ہم خود اقرار کر چکے ہیں کہ مولانا بحر العلوم عبارت مذکورہ کے مصدق ہیں مگر ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ مولانا ممدوح قاضی صاحب کی کلام کا محمل کچھ اور تجویز فرما رہے ہیں جس محمل پر اہل معقول محمول کر رہے ہیں وہ محمل تصدیق مولانا سے محروم اور بمراحل دور ہے بلکہ اس کی تکذیب فرما رہے ہیں پھر ایسی تصدیق سے ان صاحبوں کو کیا نفع البتہ غلط فہمی یا مغالطہ کا کوئی علاج نہیں

امر دویم عبارت فواتح الرحموت میں جو ان صاحبوں کو ثبت مدعا نظر آتا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بحر العلوم خود اور نیز بحوالہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مکتوب و مقروء و منزل کو قدیم فرماتے ہیں اور تلفظ و کتابت و قرأت کو حادث تبلاتے ہیں جس سے پروفیسر لاہوری کو قدم الفاظ و حروف بالبداہت سمجھ میں آتا ہے مگر ہیچمدان ان صاحب تمہید کے جواب میں جو کہ پروفیسر نے اپنے استدلال میں پیش کیا تھا اس وہم کو زائل کر چکا ہے اور ثابت کر آیا ہے کہ ملفوظ و مسموع و منزل و مقروء وغیرہ الفاظ کے یہ معنے سمجھنے بالکل غلط اور ناواقفیت کا ثمرہ ہے بالجملہ عبارت مرقومہ صاحب عجالہ میں

toobaafoundation.com

میں کوئی امر ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ جس کی وجہ سے ہمارے دعوے میں کوئی خامی پیدا ہو یا اس کے جواب دینے کی کوئی خاص ضرورت سمجھی جائے مگر حسب وعدہ یہ امر کسی قدر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بحر العلوم کی کل عبارت کا مدعا اور اُن کی غرض بیان کر دی جائے کیونکہ ارشاد مولانا اجمال اور اختصار سے خالی نہیں یہی وجہ ہو کہ حضرت مولانا نے سب کچھ بیان فرما کر کہا ہے هذا ما اعطیناك اجمالاً لما لا یرخص التقصیر عن ابانة الحق فی مثل هذا المطلب العظیم ہر چند اس پریشان حال کو بھی تشریح کلام مولانا بحر العلوم میں چند عایق موجود ہیں مگر تاہم بطور خلاصہ انشاء اللہ اس قدر عرض کرونگا جسکو دیکھ کر اہل فہم کو بہ نسبت ارشاد مولانا بحر العلوم قدم الفاظ و حروف کا خیال تو خواب میں بھی نہ آئے گا واللہ المستعان مگر بطور تنبیہ و احتیاط شروع مطلب سے پہلے یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ احقر اقوال معتبرہ سے ثابت کر چکا ہے کہ ملفوظ و مقرو وغیرہ سے معنی نفسی مراد ہوتے ہیں اور اصطلاح علما میں بھی یہی استعمال شائع اور متعارف ہے اور اس کی وجہ بھی پہلے بیان کر چکا ہوں بلکہ بسا اوقات لفظ سے معنی مراد لئے جاتے ہیں اور اس کی وجہ علما نے یہ بیان فرمائی ہے کہ لفظ سے کبھی الفاظ منطوقہ اور کبھی الفاظ قایمہ بنفس المتکلم مراد ہوتے ہیں اور دونوں اطلاق صحیح ہیں اور ظاہر ہے کہ لفظ نفسی معنی ہی کو کہہ سکتے ہیں الفاظ منطوقہ پر یہ اطلاق صحیح نہیں ہو سکتا قال امام الحرمین فی الارشاد ذهب اهل الحق الی اثبات الکلام القایم بالنفس وهو القول ای المقول الذی یدور فی الخلد وهو اللفظ النفسی الدال علی معناه بلا انفکاك اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کلام لفظی نفسی ہوتی ہے ایسے ہی قول اور لفظ بھی ہر دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے صاحب جلاء العینین کہتے ہیں فکلمات الکلام النفسی فی جنابه کلمات حقیقیة لکنها الفاظ حکمیة ولا یشترط اللفظ الحقیقی فی کون الکلمة حقیقیة اذ قد اطلق الفاروق الکلمة علی اجزاء مقالاته المخیلة فی خبر یوم السقیفة والاصل فی الاطلاق الحقیقة فالاجزاء کلمات حقیقیة لغویة مع انها لیست الفاظا کذلك اذ لیست

toobaafoundation.com

حروفها عارضۃ لصوت واللفظ الحقیقی ما کانت حروفہ عارضۃ وھو لکونہ صورۃ اللفظ النفسی الحکمی دال علیہ وھو دال فی النفس علی معناہ بلاشبھۃ ولا انفکاک فیصدق علی اللفظ النفسی بمعناہ انہ مدلول اللفظ الحقیقی ومعناہ اس عبارت سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ الفاظ منطوقہ اور الفاظ نفسیہ دونوں پر اطلاق لفظ درست و صحیح ہے سو جب لفظ سے معنی نفسی مراد لئے جاتے ہیں تو پھر ملفوظ و مکتوب و منزل سے معنے مذکورہ لے لینے میں کیا تامل ہے اور دیکھئے علامہ سعد الملۃ والدین شیخ عبد القاہر کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں ان الکلام الذی یدق فیہ النظر ویقع بہ التفاضل ھو الذی یدل بلفظہ علی معناہ اللغوی ثم نجد لذلک المعنی دلالۃ ثانیۃ علی المعنی المقصود فھناک الفاظ ومعانی اول ومعانی ثوانی والشیخ یعلق علی المعانی الاول بل علی ترتیبھا فی النفس ثم ترتیب الالفاظ فی النطق علی حذوھا اسم النظم والصور والخواص والمزایا والکیفیات ونحو ذلک یعنی کلام دقیق و بلیغ میں اول الفاظ منطوقہ سے معانی لغویہ وضعیہ سمجھے جاتے ہیں اسکے بعد معانی لغویہ سے معانی مقصودہ مفہوم ہوتے ہیں تو اس موقع میں تین امر ہوتے ہیں اول الفاظ منطوقہ دوسرے معانی اول یعنی معانی لغویہ تیسرے معانی ثانیہ یعنے معانی مقصودہ اور شیخ معانی اول بلکہ اُن کی ترتیب نفسی پر جس کے بعد الفاظ منطوقہ میں ترتیب آتی ہے نظم وغیرہ کا اطلاق کرتے ہیں خلاصہ کلام یہ ہوا کہ معنی اول جنکو معانی وضعیہ کہتے ہیں اُن پر لفظ و معنی دونوں کا اطلاق درست ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ معنی اول بلحاظ الفاظ مدلول ہیں تو باعتبار معنی ثانی دال سمجھے جاتے ہیں اسلئے نظم و صورت و معنی سب کا اطلاق اُنپر درست ہے چنانچہ علامہ موصوف کے جملہ کلام سے یہ مطلب خوب ظاہر ہوتا ہے اور اس مضمون کی تحریر کے بعد علامہ نے یہ کہا ہے ولست انا احمل کلامہ علی ھذا بل ھو یصرح بہ مرارا کما قال لما کانت المعانی تتبین بالالفاظ ولم یکن لترتیب المعانی سبیل الا بترتیب الالفاظ فی النطق

toobaafoundation.com

یجوزوا فعبروا عن ترتیب المعانی بترتیب الالفاظ ثم بالالفاظ بحذف
الترتیب انتہے علامہ سعد الدین فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ کے ارشاد کو اس محمل پر حمل
نہیں کیا بلکہ وہ متعدد مواقع میں اس امر کی تصریح فرما رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ معانی
میں ظہور ترتیب چونکہ بذریعہ الفاظ آتی ہے اسلئے ترتیب معانی کو ترتیب الفاظ
سے تعبیر کرتے ہیں اور بسا اوقات لفظ ترتیب کو بھی ساقط کردیتے ہیں اور فقط لفظ
بول کر معانی مراد لیتے ہیں اور پھر شیخ عبد القاہر اخیر میں جاکر فرماتے ہیں ولیس ھذا
من مبتدعاتنا بل ھو مشہور فی کلامھم یعنی الفاظ سے معانی مرتبہ مراد لینا ہماری
گھڑی ہوئی بات نہیں بلکہ کلام علما میں یہ امر مشہور ہے تو اب اہل فہم کے نزدیک یہ
قصہ بعینہ وہی ہوگیا جو احقر مقدمہ کتاب میں تحقیق کلام میں عرض کر آیا ہے وہاں تین درجہ
یہ تھے مبدء تکلم جو کہ بسیط صفت حقیقی غیر مغایر لذات الباری ہے دوسرے معنی نفسی
مدلولات وضعیہ الفاظ تیسرے خود الفاظ منطوقہ تھے اور ہر ایک کے احکام جدا جدا تھے
اسی طرح پر شیخ نے کلام بلیغ کی تفصیل و تحقیق میں تین درجے یعنے الفاظ و معانی اولیہ و
ثانویہ بیان کئے اور جیسا معانی اولیہ وضعیہ پر لفظ و معنی دونوں کا اطلاق درست و شائع
ہے اسی طرح پر اس معنی نفسی پر جسکو الفاظ کا مدلول وضعی کہا جاتا ہے اطلاق لفظ و معنی بوجہ
معلوم صحیح اور مستعمل ہے بالجملہ دلائل سابقہ و لاحقہ کے ملاحظہ کے بعد یہ دونوں امر بخوبی محقق
ہوگئے کہ ملفوظ و مکتوب و منزل وغیرہ سے کلام نفسی صفت حقیقی مراد ہوتی ہے اور لفظ کا
اطلاق کلام نفسی مدلول وضعی الفاظ پر کیا جاتا ہے ان دونوں باتوں کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے
احقر کی رائے میں ماہران معقول کو اس مختصر امر کے ملحوظ و معلوم نہ ہونے سے اکثر خرابی
پیش آئی ہے جہاں لفظ و ملفوظ و مکتوب وغیرہ کوئی لفظ ان کو نظر پڑ جاتا ہے سوائے
الفاظ منطوقہ اسکے لئے اور کوئی محمل ان صاحبوں کے نزدیک ہو ہی نہیں سکتا حالانکہ
الفاظ سے جیسے الفاظ منطوقہ مراد ہوتے ہیں ایسے ہی الفاظ نفسیہ بلکہ مخیلہ بھی اکثر مواقع میں
مراد لئے جاتے ہیں چنانچہ کلام علما میں اس کی تصریح موجود ہے اور قول صاحب تمہید
کے بیان میں یہ احقر بالتفصیل عرض کرچکا ہے مگر تعجب ہے کہ باوجود ان تصریحات کے

toobaafoundation.com

محققین معقول الفاظ مذکورہ کے معنے حقیقی ہے مراد لینے پر مصر ہیں اسکو ہماری خوبی قسمت کہیئے یا اُن کی خوبی فہم سمجھئے بقول شخصے شعر۔ نکتہ داں بھی خدا نے تمکو کیا۔ پر ہمارا نہ مدعا سمجھے + خیر یہ صاحب تو شہادت نقل و بداہۃ عقل کو تسلیم فرمائیں یا نہ فرمائیں مگر ناظرین با انصاف اس امر معروض کو ضرور پیش نظر رکھیں جب اس سے فراغت ہو چکی تو اب ارشاد مولانا بحر العلوم کا مطالب عرض کرتا ہوں متوجہ ہو کر سنئے شرح مسلم الثبوت میں مل حضرت مولانا بحر العلوم نے مبحث کلام نفسی میں چند اشکالات تحریر فرمائی ہیں جن کو خود مولانا کلام صعب بتلاتے ہیں ایک یہ کہ صاحب مسلم نے کلام نفسی کو نسبت نفسیہ اور کیفیت ذہنیہ فرمایا ہے اور مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ کلام نفسی بمعنی مدلولات ملفوظ وضعیہ الفاظ کو بہ نسبت متکلم نہ قایم فی الخارج ہی کہہ سکتے ہیں جس پر کہ ترتب آثار ہو سکے اور نہ قایم ذہنی کہہ سکتے ہیں جس پر ترتب آثار ممتنع ہو مگر یا مرچونکہ ہمارے مبحث سے خارج ہے اسلئے اُس کی تفصیل سے معذور ہوں دوسرا اشکال یہ ہے کہ جب کلام نفسی کا مصداق مدلولات وضعیہ الفاظ کا ٹھہرایا جن میں اخباریہ وانشائیہ امور مختلفہ الحقایق پائے جاتے ہیں پھر اُسکو بسیط کہنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے حالانکہ کلام نفسی صفت حقیقی کو سب بسیط فرما رہے ہیں چنانچہ اُن کا ارشاد بجنسہ یہ ہے اما کونہا حقیقۃ بسیطۃ فلا یکاد یصح اصلا فان ھذہ النسبۃ مدلول الکلام اللفظی علی ما یعطی کلمات متاخرے الاشعرۃ وھی قد یکون انشاءیۃ طلبیۃ وغیرھا وقد یکون اخباریۃ و کلھا متخالفۃ الحقیقۃ فاین البساطۃ انتہی اسکے بعد مولانا بحر العلوم نے ابطال بساطۃ کو بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور یہ وہی اشکال ہے جسکو یہ ناکارہ مقدمہ کتاب میں مع جواب عرض کر چکا ہے اسکے بعد تیسرا اشکال صعب وہ ہے جسکو صاحب عجالہ نے باوجود قصد انتخاب جلدی میں نقل فرما دیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حسب تصریحات متاخرین کلام الٰہی کے دو مصداق ہیں ایک نفسی دوسرا لفظی جس میں کل تین احتمال ہیں اول یہ کہ کلام لفظی پر اُسکا اطلاق حقیقی ہو اور نفسی پر مجازی؛ اور یہ بدیہی البطلان ہے کیونکہ اس صورت میں کلام حقیقی اور صفت ذاتی کو تو حادث و مخلوق کہنا پڑے گا اور

toobaafoundation.com

قدیم وغیر مخلوق کو صفات سے خارج مانا جائیگا دوسرا احتمال یہ ہے کہ صورت اول کا عکس ہو یعنی کلام نفسی پر اطلاق کلام آلہی حقیقی ہو اور لفظی پر مجازی تو اس صورت میں ان الفاظ مقروء مکتوبہ فی المصاحف کی قرآنیۃ کا انکار لازم آئیگا اگرچہ بعض علماء نے اس انکار کا التزام کرلیا ہے مگر مسلمان کو ایسی جرأت کرنی مناسب نہیں تیسرا احتمال یہ ہے کہ اطلاق کلام نفسی و لفظی دونوں پر حقیقی ہو چنانچہ اکثر محققین اسی کو حق بتلارہے ہیں مگر مولانا بحر العلوم اس میں یہ خرابی نکالتے ہیں کہ اب اگر کوئی قرآن کے منزل ہونے کا انکار کرے تو اُس کی تکفیر یا اُس پر کسی قسم کا مواخذہ نہ ہوسکیگا کیونکہ اگر اُس کی مراد اُسوقت کلام نفسی ہے تو وہ بیشک محق و مصیب ہے اور سب جانتے ہیں کہ شک و احتمال کیحالت میں تکفیر وغیرہ نہیں کرسکتے حالانکہ صحابہ و تابعین سے اس امر پر مواخذہ کرنا بلکہ ایسے لوگوں پر قتل کا حکم لگانا بتواتر ثابت ہے چنانچہ صاحب عجالہ نے جو اول میں یہہ عبارت نقل کی ہے اُسکا یہی مطلب ہے وایضاً ان اطلاق الکلام اما علی النفسی مجاز و علی اللفظی حقیقۃ او بالعکس۔ حقیقۃ فیہما و علی الاول یلزم ان یکون ماھو کلام اللہ تعالیٰ حقیقۃ معلوماً حادثاً و ما ھو غیر مخلوق لیس بکلام اللہ تعالیٰ حقیقۃ لما قالوا ان اللفظی حادث و النفسی قدیم و علی الثانی یلزم ان لایکون ھذا المقروء کلام اللہ تعالیٰ ھذا وان التزم لکن لایجترئ علیہ المسلم و علی الثالث یلزم ان لایؤاخذ من قال ان القرآن غیر منزل من الرب تعالیٰ لانہ صادق ان اراد النفسی والارتداد لایثبت بالشبہۃ مع انہ تواتر عن الصحابۃ والتابعین لمواخذۃ بھذا القول و حکمھم بالقتل اس سے اہل فہم کو بالبداہۃ معلوم ہوگیا ہوگا کہ مولانا بحر العلوم کو اس موقع میں فقط ان خدشات مشکلہ کی تحقیق کرنی مقصود ہے قدم کلام لفظی کے ثبوت سے اُن کے مطلب کو ادنیٰ علاقہ بھی نہیں اور یہی سمجھ گئے ہونگے کہ حسب ارشاد مولانا ممدوح ان جملہ اشکالات کا مرجع کلام نفسی ہے اکثر متاخرین نے جو کلام نفسی و لفظی کی حقیقت بیان فرمائی ہے اُس کی وجہ سے یہ اعتراضات قویہ

toobaafoundation.com

پیش آئے تو اب ضرور ہوا کہ کلام نفسی و لفظی کا بیان اسی طرح کیا جاوے جسکی وجہ سے ان اشکالات سے نجات ملے اسلئے مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں فاذن الحق الصراح الذی یفترض ان یعتقد ما نقل عن صاحب المواقف مولانا کی اول کلام اور اس تفریع کو دیکھ کر بالبداہتہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک ارشاد صاحب مواقف حق صریح ہے اور اس مسلک کے موافق شبہات مذکورہ بالا جن کا ازالہ حسب ارشاد مولانا دشوار تھا بسہولت طے ہو جاتی ہیں صاحب فکر سلیم کو تو اتنے ہی امر سے صاحب عجالہ کے دعوے کی لغویت معلوم ہو جائے گی کیونکہ مولانا بحر العلوم جو اس موقع میں کلام قاضی صاحب کو پیش کرتے ہیں تو اس سے صرف اشکالات مذکورہ کا ازالہ مقصود ہے تو اب اگر ہم بپاس خاطر اہل معقول یہی لیں کہ اسکے بعد جو عبارت قاضی صاحب کو مولانا نے نقل فرمایا ہے اُس سے ثبوت قدم کلام لفظی منظور ہے تو اب کوئی صاحب فہم یہ تو بتلاویں کہ ثبوت قدم کلام مذکور سے شبہات سابقہ کیونکر رفع ہو گئے آخر مولانا کی غرض اس کلام کے نقل کرنے سے کیا تھی ہر ایک ادنے فہم والا بھی یہی کہیگا کہ خدشات سابقہ کا دفع فرمانا منظور تھا تو اب عنایت فرما کر یہ تو بتلا دیں کہ جملہ خدشات مذکورہ الفاظ کے قدیم ماننے سے کہاں جاتے رہے سبحان اللہ اہل معقول کی یہ بدیہی جلی کرامت ہے کہ جو استدلال مولانا بحر العلوم نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے بیان فرمایا تھا اُس سے اُن کو تو خاک بھی منفعت نہ ہوئی اور صاحبان معقول کا ایسا دعوے ثابت ہو گیا کہ جس کے ثبوت کی دلیل کافی متبحرین کو بھی دستیاب نہیں ہوئی تھی ادنے تامل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اعتراضات مذکورہ بجنسہ بلکہ مع شے زاید موجود ہیں کلام لفظی مرکبہ من الالفاظ والحروف کے قدیم ماننے سے کلام نفسی کی بساطت تو قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتی جسکا اثبات یہاں مقصود تھا ہاں بیشک کلام لفظی مرکب کو صفت باری تعالیٰ کہنا پڑے گا سو پہلے مولانا بحر العلوم کو فقط کلام نفسی کی بساطت کا فکر تھا اب کلام لفظی کا اثبات بساطتہ سر پڑ جائیگا جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا بداہتہ عقل اور خود ارشاد مولانا سے معلوم ہوتا ہے

toobaafoundation.com

کہ معنی نفسی میں ترکیب بوجہ مدلولیۃ کلام لفظی آیا تھا تو خود کلام لفظی میں ترکیب کا ہونا ایسا نہیں جس میں عاقل کو تامل ہو اور یہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ صفت حقیقی باریتعالی کا بسیط ہونا ضرور ہے ورنہ مولانا بحر العلوم کو اثبات بساطت کی کیا ضرورت تھی اور صاحبان معقول کے مسلک کے موافق کلام لفظی بھی صفات حقیقیہ وجودیہ میں داخل ہو گئے تو اب مولانا بحر العلوم کو اُس کی بساطت کا فکر بھی ضرور ہی باقی رہا اعتراض اخیر جو مولف عجالہ نے بھی نقل فرمایا ہے اُسی کے ازالہ کی کوئی صورت بتلا دیجئے وہ بھی برابر موجود ہے البتہ اس قدر فرق ہے کہ پہلے تو یہ بھی احتمال تھا کہ کلام لفظی پر اطلاق کلام مجازی ہو اب خاص یہ امر محقق ہو گیا کہ دونوں معنی حقیقی ہونگے کیونکہ اس صورت میں کلام لفظی کلام حقیقی نفسی سے کسی بات میں کم نہیں اور اسپر وہی اعتراض بجنسہ موجود ہے جو مولانا بحر العلوم فرما چکے ہیں ہاں ایک احتمال یہ تھا کہ اب کلام نفسی کے تحقق کا مثل معتزلہ انکار کر دیا جائے اور بنظر غور اب بواقع میں اس کی کوئی ضرورت بھی معلوم نہیں ہوتی تو البتہ درصورت انکار اعتراض ثالث سے عقب گذاری کی امید ہے مگر اُس کو کیا کیجئے مولف مذکور کلام نفسی کے تحقق و ثبوت کے اپنے رسالہ میں بالتصریح مقر ہیں الغرض جس پہلو سے دیکھئے مولف ثانی کا مدعی باطل نظر آتا ہے خیر یہ مضمون تو مولانا بحر العلوم کی کلام سابق سے اہل فہم کی سمجھ میں آتا ہے اب آگے جو فرماتے ہیں اُس تصریح کو ملاحظہ فرمائیے اور مولانا نے جو کلام قاضی صاحب کا مطلب سمجھا ہے اُسکو غور سے دیکھئے

ان ھذا المفرد کلام اللہ تعالی حقیقۃ وھو صفۃ بسیطۃ قائمۃ بذاتہ تعالی ولہ تعلقات بالاخبارات والانشاءات وبحسبھا یکون انشاء او خبرا وھی صفۃ قدیمۃ غیر مخلوقۃ کما فی سائر الصفات وھی المنزل علی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واذا صدر علی اللسان بالحرکۃ صارت ذات اجزاء لعدم مساعدۃ اللسان بالتکلم بالکلام البسیط والظاھر یختلف باختلاف المظاھر ولا استبعاد فیہ یہ امر تو کسی قدر دعوے سے عرض کرتا ہوں کہ اس کلام کے تمام جملہ بعض صراحۃً اور بعض اشارۃً مولف عجالہ کے مدعی کی منافی ہیں مثلا مفرد حقیقی کا

toobaafoundation.com

صفت بسیط ہونا جو کلام لفظی پر کسی طرح صادق نہیں آسکتا اور مولف نے بھی باوجود اس قدر خلاف عقل ونقل کرنے کے جب کا حال معلوم ہوچکا ہے کلام مذکور کی بساطت کا دعوے کہیں نہیں کیا بطریق الزام تسلیم کرنا پڑ جائے یہ جدا امر ہے بالخصوص جب مولانا بحر العلوم کے اس ارشاد کو دیکھا جائے جو یہ احقر اشکال ثانی کی تقریر میں عرض کرآیا ہے تو کوئی ادنے فہیم بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا کی مراد صفت بسیط سے کلام لفظی ہو سکتی ہے کیونکہ کلام نفسی کی بساطت پر جو اشکال ہے اسکا مبنی غلط مدلولیۃ کلام لفظی کو بتلایا ہے پھر بلا دلیل خلاف مداہتہ اس کو بسیط فرما دینا ایسے محقق سے کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے مگر احقر چونکہ اس امر کو حسب ضرورت عرض کرچکا ہے اسلئے بخوف طول اس سے اعراض کر کے مولانا بحر العلوم کی ایضاح مطلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے اشکالات سابقہ بھی مرتفع ہوجائیں اور ضمنا ہمارا اثبات مدعا اور ابطال دعوے خصم بھی ذہن نشین ہوجائے وہو المرام سو بنظر تدبر مولانا بحر العلوم کی غرض اس کلام سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کے لئے متاخرین نے دو کلام میں تجویز کیں نفسی اور لفظی اور نفسی کی حقیقت مدلولات وضعیہ الفاظ کو ٹھیرایا باقی لفظی کا مصداق ہم کسی کو معلوم ہے اسکے تعین میں کوئی نزاع ہی نہیں جس کی وجہ سے حسب بیان سابق اشکال ثانی یعنی عدم بساطت کلام نفسی بھی پیش آیا اور بوجہ تعدد مصداق کلام اشکال ثالث یعنی اشتراک لفظی یا حقیقۃ ومجاز کا قایل ہونا بھی ضروری ہوا جس میں ہر ایک شق محل اعتراض ہے اور اشکال اول کی تفصیل سے بوجہ معروضہ چونکہ معذور ہوں اس لئے اس کی تفصیل اہل علم کے فہم پر حوالہ کرتا ہوں سو جب جملہ اشکالات صعبہ کا مبنی تعدد کلام الٰہی اور معنی مذکورہ کلام نفسی قرار پایا تو اب مولانا ممدوح متاخرین کی ان دونوں باتوں کو ترک فرماکر حق تعالیٰ شانہ کے لئے صرف ایک کلام بسیط قایم بذات الباری ثابت فرماتے ہیں اور کلام حقیقی باری تعالیٰ میں مثل متاخرین نہ تعدد مصداق کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ اس کلام حقیقی کو الفاظ منطوقہ کے لئے مدلول وضعی کہتے ہیں بلکہ اسکو مثل سایر صفات حقیقیہ ذاتیہ موجود فی الخارج بسیط و

toobaafoundation.com

قدیم وغیر مغایر عن الذات فرماتے ہیں اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ نہ عدم بساطت کا خلجان دل میں گذرتا ہے اور نہ اشتراک یا حقیقت و مجاز کا احتمال پیش آسکتا ہے کیونکہ امر اول تو جب پیش آتا جب کلام نفسی کو مدلول وضعی کلام لفظی کے لئے کہتے اور امر ثانی اس پر موقوف تھا کہ اس کے مصداق متعدد ہوتے جب صرف ایک صفت اور وہ بھی بسیط فرمار ہے ہیں پھر ترکب یا اشتراک وغیرہ کا احتمال کہاں اور مولانا بحر العلوم اس صفت بسیط کو مقرو و مکتوب و منزل محفوظ وغیرہ فرمار ہے ہیں اور یہی مسلک حضرت امامنا الاعظم اور سیدنا احمد بن حنبل وغیرہ اکابر کا بتلاتے ہیں اور قاضی عضد رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو بھی اسی محمل پر حمل فرماتے ہیں۔ مگر اس تقریر کے موافق اشکالات مذکورہ تو ہر چند طے ہو گئے لیکن بڑی خرابی یہ نظر آتی ہے کہ جب اس بیان کے موافق کلام باری میں تعدد نہ ہوا اور اُسکا مصداق فقط ایک ہی مانا گیا اور کلام نفسی اور کلام لفظی سے وہی صفت واحدہ مراد ہوئی تو پھر اسکی بساطت کیونکر قابل تسلیم ہو سکتی ہے کیونکہ کلام لفظی کا مرکب ہونا بدیہی اور ارشاد مولانا سے بھی ثابت ہے تو اب بسیط اور مرکب کا مصداق امر واحد کو کہنا ہوگا۔ وہو باطل بالبداہۃ۔ ایسی ہی یہ امر بالبداہت غلط معلوم ہوتا ہے کہ شئے واحد حق تعالیٰ کی صفت حقیقیہ اور غیر مغایر عن الذات بھی ہو اور مقرو و مکتوب و مسموع و منزل بھی ہو سکے خود مولانا بحر العلوم کے ارشاد سے جب یہ امر معلوم ہو چکا کہ کلام لفظی اور نفسی میں اس قدر مغائرت ہے کہ کلام لفظی کے لئے اُسکو مدلول وضعی بھی نہیں کہہ سکتے تو پھر مولانا موصوف اُن دونوں کو امر واحد کیونکر فرماتے ہیں بالجملہ کلام نفسی اور کلام مرکب من الالفاظ کا مختلف اور مغایر ہونا ایسا نہیں جو اس میں کسی عاقل کو تامل ہو پھر مولانا بحر العلوم کا اُن کو متحد الحقیقت فرمانا اور باوجود دعوی بساطت جزئیہ و انشاریۃ وغیرہ کو بھی اس میں جاری کرنا صریح تعارض معلوم ہوتا ہے باقی اہل فہم تقریر شبہ سے سمجھے جائیں گے کہ مولانا بحر العلوم جو دو امر مسلمہ متاخرین کا انکار فرماتے ہیں اس میں محل شبہ انکار تعدد ہے انکار ترکب جو مسلمہ اہل حق ہے حقیقت

toobaafoundation.com

ہیں جا ہی اعتراض نہیں کما لایخفے علی اللبیب اِسلئے مولانا بحر العلوم اس شبہ کا جواب بیان فرماتے ہیں بلکہ اخیر قول تلک جو تحریر فرمایا ہے اُس سے مولانا کا مقصد اصلی یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکار تقدیر پر جو شبہات وارد ہوتے معلوم ہوتے ہیں ان سب کا دفعیہ کر دیا جاوے اور خلاصہ جواب مولانا بحر العلوم یہ ہے کہ صفت مذکورہ ہر چند مثل دیگر صفات ذاتیہ واجب تعالیٰ بذاتہا بسیط و غیر مخلوق ہے اور شائبہ ترکب اور لوازم حدوث اور امارات مخلوقیہ سے فی نفسہا مبرا اور منزہ ہے نہ منزل و مقروء ہونے کی گنجایش اور نہ خبریۃ و انشائیۃ کی وہاں کوئی صورت لیکن صفت مذکورہ کو اخبارات و انشارات کی ساتھ تعلقات عارضہ زائدہ علی الحقیقۃ حاصل ہیں اور بوجہ تعلقات مذکورہ اسکو انشاء خبر منزل و مکتوب وغیرہ کہتے ہیں اور صفت مذکورہ جب بذریعہ حرکات لسانی صادر ہوتی ہے یعنی بواسطہ الفاظ و آلہ علی المعنی اسکے تلفظ و تکلم کی نوبت آتی ہے تو اس مرتبہ میں اُسکا ذی اجزاء ہونا ضروری ہے کیونکہ لسان کا کلام بسیط کے تکلم پر قادر نہ ہونا سب پر ظاہر ہے اور بوجہ اختلاف مظاہر امر ظاہر میں اختلاف ہو جانا مسلم ہے اسمیں کوئی استبعاد نہیں یعنی کلام مذکور کے فی حد ذاتہ بسیط و قایم بذات الباری ہونے اور بوقت دلالت الفاظ و تعلقات معلومہ اسکے مرکب اور انشاء و خبر بلکہ قایم باللسان کہنے میں کچھ دشواری نہیں کیونکہ یہ اختلاف و تفاوت بوجہ اختلاف مظاہر پیدا ہوا ہے جو لایق انکار نہیں ان جملہ اوصاف کا مرجع فقط مرتبہ ثانی ہے فی حد ذاتہا صفت معلومہ جیسی تھی بعینہ ویسی ہی اب ہے الان کما کان اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا خلاصہ کلام مولانا ممدوح یہ ہوا کہ صفت کلام بسیط و قایم بذات الواجب ہے فی نفسہ نہ انشاء ہے نہ خبر نہ منزل ہو سکے نہ مقروء البتہ بوجہ عروض تعلقات خاصہ اور بسبب تکلم لسانی یہ جملہ امور بواسطہ اُس اطلاق کیے جاتے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے وہی کلام واحد مظاہر مختلفہ اور متعددہ میں ظہور فرما رہتے ہے یہ نہیں کہ مظاہر کے بدل جانے سے حقیقت اور ہو گئی اور کلامیں دو ہو گئیں ورنہ اگر اس قسم کے اختلاف سے مصداق کلام میں تعدد مانا جائیگا تو پھر دو ہی میں حصر کیوں ہوگا تیسری کلام مکتوبی بین دفتی المصاحف اور چوتھی محفوظ فی الصدور جو کہ الفاظ

toobaafoundation.com

متخیلہ سے مرکب ہے مانی پڑیگی نظر بریں وجوہ مولانا بحر العلوم نے یہ مسلک اقرب الی التحقیق اختیار فرمایا کہ مصداق کلام میں اصل سے تعدد نہیں بلکہ حقیقت واحدہ ہے اور مواطن مختلفہ میں وجودات متعددہ کے عروض سے حقیقت موجودہ میں تعدد تسلیم کرلینا درست نہیں دیکھئے علما محققین ہر ایک موجود کے لئے چار وجود تجویز فرماتے ہیں کما مرص خااور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک وجود کے آثار ولوازم جداگانہ ہیں حالانکہ ان وجودات ولوازم متعددہ مختلفہ کی وجہ سے موجود میں کوئی اختلاف وتعدد کا قائل نہیں اور اس موقع میں اگر کسی کو یہ خلجان ہو کہ حروف والفاظ گو حقیقت کلام نہ ہوں مگر کلام الٰہی بسیط کا اس میں موجود ہونا اور صفت الٰہی پر ان کا متضمن ہونا جو بعض امور سے متوہم ہوتا ہے کس طرح درست ہوسکتا ہے ذات باری اور صفات ذاتیہ واجبہ نہ کسی چیز کے لئے حال ہوسکیں نہ محل تو اسکے دفعیہ کے لئے مولانا بحر العلوم نے حضرت امام اعظم کا یہ ارشاد ومکتوب فی المصاحف مقرو، بالالسن محفوظ فی الصدور غیر حال فیہا نقل فرمادیا ہے چنانچہ احقر بھی اس عبارت کی نسبت پہلے تفصیل کر آیا ہے تو اب اس قسم کے توہمات کی بھی گنجایش باقی نہ رہی اور وصیت نامہ میں حضرت امام وکلامہ مقرو، ومکتوب ومحفوظ من غیر مزایلۃ عنہ فرماتے ہیں کما مرفتامل تاملاً صادقاً۔ جب اس تقریر سے خوب محقق ہوگیا کہ حضرت مولانا بحر العلوم کلام نفسی حق تعالیٰ کو الفاظ مرکبہ کے لئے مدلول وضعی نہیں مانتے بلکہ امر بسیط مثل دیگر صفات واجبہ کے فرماتے ہیں اور مظاہر کے اختلاف سے صفت کلام میں تعدد کو بھی تسلیم نہیں فرماتے تو اب اس ارشاد کے موافق وہ اشکال صعب جو بساطت کلام نفسی پر وارد ہوتا تھا بسہولت طے ہوگیا۔ اور وہ اشکال جو دو صورت تعدد مصداق پیش ہوتا تھا آسانی رفع ہوگیا اور یہی مذہب سلف کا ہے کہ تعدد صفت کلام ان کے ارشادات سے ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اسکا نمونہ حضرت امام ابوحنیفہ کی کلام بلاغت نظام ہے جو معروض ہوچکی اور جسکو مولانا بحر العلوم بھی اس تحقیق کے ذیل میں نقل فرماتے ہیں جس میں حضرت امام المسلمین قران کی نسبت صفۃ علی التحقیق مکتوب فی المصاحف مقرو، بالالسن

toobaafoundation.com

محفوظ فی الصدور بھی فرماتے ہیں اور والحروف والکاغذ و لکتابۃ کلھا مخلوقۃ بھی ارشاد کرتے ہیں دیکھئے باوجودیکہ قرآن مجید کو صفت قدیم اور مکتوب وغیرہ کہا ہے لیکن حروف کو پھر بھی حادث کہہ رہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ مقرو و مکتوب وصفت حقیقیہ کا مصداق واحد ہے یہ نہیں کہ ایک سے صفت نفسی اور دوسرے سے کلام لفظی مراد ہو ورنہ پھر حروف کے حادث فرمانے کے کیا معنی ہونگے باقی رہا یہ امر کہ حسب بیان سابق جب مولانا بحر العلوم کے نزدیک کلام نفسی کو کلام لفظی کے لئے مدلول وضعی نہ کہا گیا تو اب باہم کیا علاقہ ہوگا تو اہل فہم تو انشاء اللہ ادنےٰ تامل سے سمجھ جائیں گے کہ اس صورت میں دلالت عقلی ہوگی اور کلام لفظی کو اثر اور نفسی کو موثر کہا جائیگا اور زیادہ تفصیل منظور ہے تو مقدمہ کتاب کو ملاحظہ فرمالیجئے احقر حسب تفصیل ضروری اس مضمون کو عرض کر چکا ہے بلکہ مولانا کی اس عبارت سے چند مضامین مقدمہ کی تائید ثابت ہوتی ہے مگر چونکہ طول زیادہ ہوا جاتا ہے اور نیز احقر بقدر حاجت اُن مضامین کو لکھ چکا ہے اسلئے تفصیل سے معذور ہوں اور اہل فہم کی فہم ثاقب پر حوالہ کرتا ہوں بالجملہ مولانا بحر العلوم کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفت کلام حقیقۃً میں ایک ہے اور بوجہ اختلاف مظاہر اسکو خبر و انشاء منزل و مقرو وغیرہ کہنا درست ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حروف و الفاظ قدیم ہیں اور نہ مولانا کی کلام سے ثبوت قدم الفاظ کوئی عاقل تجویز کر سکے بلکہ اُن کے ارشادات سے حدوث الفاظ صاف ثابت ہوتا ہے چنانچہ اس کی وجہ معروض بھی ہو چکی ہے اور انکی کلام میں مواقع متعددہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے اسکے بعد مطلب مذکور کے ایضاح کے لئے مولانا بحر العلوم ایک مثال بیان فرماتے ہیں ولنمثل لذلک مثلا فان الکیفیۃ صفۃ بسیطۃ قارۃ فی حد ذاتہا فاذا وجدت بالحرکۃ صارت غیر قارۃ و ذات اجزاء غیر مجتمعۃ و اذا وجدت فی موضع دفعۃ صارت قارۃ و اذا وجدت فی محل صغیر صارت صغیرۃ وفی کبیرۃ کبیرۃ فکذلک صفۃ الکلام فی ذاتہ بسیطۃ لہا تعلقات لمعانی مختلفۃ کثیرۃ فاذا اراد المتکلم التکلم باللسان

toobaafoundation.com

فیصیر ھی متعلقة بمعنی ملفوظة اولا مع ھیئة فصارت لفظًا ثم ھی متعلقة بمعنی اخر بکلمتہ تکتسی نعتیًا اخر وھیئة اخری فیکون ملفوظة ثانیاً فصارت لفظة اخری وھکذا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ کیفیت باوجودیکہ صفت بسیطہ مجتمعۃ الاجزا ہے مگر جب بذریعہ حرکت موجود ہوتی ہے تو غیر مجتمع الاجزا ہوتی ہے اور جب دفعۃً واحدۃً کسی محل میں متحقق ہوتی ہے تو مجتمع الاجزا ہوتی ہے اور محل صغیر میں آتی ہے تو اسوقت صغیر ہوتی ہے اور کبیر میں جاتی ہے تو کبیر ہوکر موجود ہوتی ہے تو جیسے یہ صفت واحدہ محل و مظہر کی اختلاف کی وجہ سے مختلف الاثار ہوجاتی ہے اور اسکی حقیقت میں تعدد و اختلاف نہیں ہوتا اسی طرح صفت کلام کو خیال کرلیجئے کہ حقیقت میں اگرچہ بسیط ہے لیکن تعلقات مختلفہ کی وجہ سے احکام مختلفہ اسپہ صادق ہونگے جب اس کے تکلم کی نوبت آئیگی تو ملفوظ ہوجائیگی اور ہیئۃ خاص کی وجہ سے اسکو لفظ کہیں گے اور جب تعلق ثانی پیدا ہوگا اور دوسرا تعین اور ہیئت لاحق ہوگی تو وہی صفت دوسری دفعہ ملفوظ ہوگی اور دوسرا لفظ کہلائیگی اور اسی طرح پر تعلقات و تعینات مختلفہ کی وجہ سے اس صفت بسیطہ پر ملفوظ و الفاظ کا اطلاق درست ہوگا مگر اسکی حقیقت وہی ہے جو تھی سرمو تفاوت نہیں محض ان امور عارضہ کی وجہ سے یہ اطلاقات اس پر کئے جائیں گے اس کلام سے بھی صاف یہی معلوم ہوتا ہے کہ بحر العلوم کے نزدیک کلام الٰہی کی مستقل میں تعدد نہیں فی حد ذاتہ وہی صفۃ بسیطۃ حقیقیہ ہے البتہ لفظ و ملفوظ ہونا حادث ہی جو امور عارضہ کی وجہ سے اسکے لئے ثابت ہوا ہے چنانچہ اسکے بعد بطور تفریع فرماتے ہیں فالکلام الالٰہی صفۃ واحدۃ قائمۃ بذاتہ یختلف تعیناتہ بالمحال و ھی فی حد ذاتہ قدیمۃ فاذا نزل علی لسان جبرئیل علیہ السلام کساھا تعینات بھا صارت مرتبۃ الی آخر ما قال اس ارشاد سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ صفت مذکورہ فی حد ذاتہ قدیم و بسیط ہے اور تعلقات متعددہ عارض ہیں نزول اور تعینات اور ترتب وغیرہ آثار حدوث سے منزہ ہے تعینات مذکورہ نزول علی اللسان کے وقت موجود ہوتے ہیں اور تعینات مذکورہ کی وجہ سے ترتب آجاتا ہے اور یہ حجابہ امور

toobaafoundation.com

حادث ہیں اس کے بعد پھر اسی مضمون کی توضیح کرتے ہیں فالحقیقۃ واحدۃ و
ظھوراتھا مختلفۃ فظھورایظھر بکسوۃ واخری باخری وظھور شیٔ واحد
بتعینات شتی غیر منکر عقلاً و شرعاً الغرض مولانا محقق کے ان ارشادات
متعددہ سے یہ امر کالعیان ہے کہ وہ صفت کلام کو حقیقت واحدہ فرماتے ہیں اور الفاظ
وحروف اسکے لئے مظاہر اور بمنزلہ کسوۃ ولباس کے ہیں ان کے تعدد سے اُس میں تعدد
نہیں آتا اور نہ مظاہر کے حدوث سے اُس میں حدوث کا وہم پیدا ہوا اور چونکہ یہ مضمون
ظاہر اقوال متاخرین کے خلاف معلوم ہوتا تھا اسلئے مکرر سہ کرر اسکو بیان فرما دیا مگر
آفرین ہے اُن مدعیان علم کے فہم و انصاف پر جو اس قدر تصریحات اور نیز سیاق و سباق
سے قطع نظر فرما کر اب بھی یہی فرماتے ہیں کہ مولانا بحر العلوم بھی حدوث الفاظ کو تسلیم
نہیں فرماتے حالانکہ حدوث الفاظ اُن کے ارشادات سے اہل تدبر و فہم کو ظاہر نظر آتا
ہے مثل مشہور عین فا و ر عف غین فا و ر غف میرا نام محمد یوسف سنا تو پہلے بھی کرتے تھے
مگر اب آنکھوں سے مشاہدہ ہو گیا اور اگر ان باتوں کو سمجھنے کا دماغ نہیں تو ایسی ظاہر دلیل
سنیے کہ ادنےٰ افہیم بھی فوراً تسلیم کرے کہ مولانا بحر العلوم الفاظ و حروف کو حادث فرماتے
ہیں اول تو دیکھئے مولانا بحر العلوم فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رح کا بھی فقہ اکبر کی عبارت سے
یہی مطلب معلوم ہوتا ہے جو میں نے بیان کیا اور اس کے بعد مولانا نے حضرت امام
کی وہی عبارت ذکر کی ہے جو مکرر عرض ہو چکی ہے جس میں صاف حروف کو مخلوق فرمایا
ہے تو اب یہی مطلب بحر العلوم کا ہونا چاہئے علاوہ ازیں والحروف مخلوقۃ کی شرح میں مولانا
بحر العلوم فرماتے ہیں وھذا لان الحروف انما ھی نحو من انحاء التعینات
التی اکتسی بھا الکلام عند التلفظ ولا شک انھا مخلوقۃ اسی طرح پر
حضرت امام نے جو لفظنا بالقرآن مخلوق فرمایا ہے اس کی شرح میں لکھتے ہیں
واراد نا اللفظ التلفظ وھو فعلنا مخلوق البتۃ اواراد بہ کسوۃ التعین
الذی اکتساہ القرآن علی اللسان وھو ایضاً مخلوق لا شک فیہ لفظ کے
دو معنے بیان کئے ہیں اول تلفظ جو فعل متکلم ہے اُسکو مخلوق البتۃ فرما رہے ہیں دوسرے

toobaafoundation.com

دوسرے کسوۃ تعین جس سے حسب بیان سابق خود الفاظ مراد ہیں اور اُس کو بھی وہ
ایضا مخلوق لاشک فیہ فرماتے ہیں اور اسی عبارت میں یہ بھی ہے وفی تمہید
الشیخ عبد الشکور السالمی ایضا مایفی بہ جس سے معلوم ہوتا ہے مولانا
بحر العلوم اس مسئلہ میں اُن کے ہمزبان ہیں اور صاحب تمہید اشد و مد حروف و الفاظ
کو حادث فرما رہے ہیں بلکہ قائلین قدم کے کفر تک نوبت پہنچا رہے ہیں کما مر تجا
اور اسی تقریر کے اخیر میں یہ بھی فرماتے ہیں وما قال محققوا الحنابلۃ ونقلوہ عن الحبر
الھمام الامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ ان القرآن الذی ھو
غیر مخلوق ھو ھذہ الالفاظ المفروۃ مرادھم ماذکرنا والذین جاءوا
منھم من بعدھم لم یتعمقوا فی تحصیل معناہ ظنوا ان ھذہ الحروف بھذا
الترتیب قدیمۃ حتی توجہ الطعن الیھم یعنی حضرت احمد اور محققین حنابلہ سے
یہ قول جو ثابت ہوا ہے کہ وہ الفاظ مقروہ کو قدیم فرماتے ہیں تو انکی مراد بھی وہی ہے جو
حضرت امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ نے فرمایا ہے لیکن متاخرین حنابلہ جنہوں نے انکے
فہم مطلب میں تدبر نہیں کیا وہ یہ سمجھ گئے کہ الفاظ مرتبہ قرآنی قدیم ہیں جس کی وجہ سے
وہ مطعون ہوئے انصاف سے دیکھ لیجئے کہ مولانا بحر العلوم کس تصریح بلیغ کے ساتھ
حدوث الفاظ کو ثابت فرما رہے ہیں اور محققین حنابلہ اور خود حضرت امام احمد کا یہی
مذہب بتلا رہے ہیں الحمد للہ مولانا بحر العلوم کی اس عبارت طویل سے ہمارا مدعا بخوبی
ثابت ہوگیا اگرچہ اہل معقول نے اس کلام کو اپنے ثبوت مدعا کے لئے نقل فرمایا تھا
اور اُن کا دار و مدار چند دعوؤں کا اسی عبارت پر تھا امام اعظم اور امام احمد رضی اللہ تعالی
عنہما کو اسی بنا پر قائل قدم الفاظ کہا تھا قاضی عضد کی عبارت کا جو مطلب سمجھے تھے
اُسکی اثبات و توثیق کے لئے اسی عبارت کو معتمد علیہ بنا رکھا تھا حضرت داؤد طائی رحمۃ
اللہ علیہ کو اپنے مدعا کا موید بھی اس عبارت سے سمجھ رکھا تھا سو وہ تو سب گاؤخورد
ہوگیا اب اس کے عوض یہ ہوا کہ مولانا بحر العلوم کے ارشاد کے موافق خود قاضی عضد
اور حضرت امام اعظم اور امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ کا وہی مذہب قرار پایا جس کی نسبت

toobaafoundation.com

ہم نے دعویٰ کیا تھا کہ جمہور اہل سنت کا مسلک ہے اب کچھ عجب نہیں جو مولانا بحر العلوم پر بھی الجواد قد یکبو کا حکم جاری کرنا پڑے مگر اس سے زیادہ ہماری حقانیت کی اور کیا دلیل ہوگی کہ مولف عجالہ اپنے اسی استدلال کو کہ فی الواقع جس پر بہت سے دعووں کا دار و مدار تھا باطل فرمائیں اور اپنے ہاتھوں سے اسکی تخریب کے درپے ہوں نظر بریں ہمارا یہ کام نہیں کہ کلام بحر العلوم اور ارشاد قاضی صاحب میں تطبیق بیان کی جائے اور ارشادات مولانا کا ماخذ کلام قاضی صاحب میں معین کیا جائے مگر اطمینان ناظرین کے لئے بالاجمال عرض کئے دیتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ منصف فہیم کے لئے کافی ہوگا سو یہ امر تو معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا بحر العلوم کی غرض اس تحقیق سے صرف اثبات بساطت کلام نفسی اور نفی تعدد مصداق کلام باری ہے چنانچہ تقریر سابق کے ملاحظہ کے بعد کسی عاقل کو اس میں گنجایش تردد باقی نہیں البتہ اندیشۂ خلجان و تردد فقط اس امر میں ہے کہ قاضی صاحب کے ارشاد سے ہر دو مدعای مولانا بحر العلوم کیونکر ثابت ہوتے ہیں اور کلام قاضی اُن پر کیونکر مطابق ہو سکتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر تو خود کلام قاضی صاحب سے بالتصریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدوث الفاظ کے منکر ہیں اور اسی وجہ سے چند اعلام محققین نے قاضی صاحب کے اس ارشاد کو سفسطہ اور طور عقل سے خارج فرمایا ہے مگر مولانا بحر العلوم نے الفاظ کے معنے ظاہری ترک فرما کر کلام قاضی کو اس پر محمول کیا کہ اُن کی مراد الفاظ سے کلام لفظی ہے نفس الفاظ مراد نہیں اور چونکہ حسب ارشاد مولانا کلام لفظی و نفسی کی حقیقت عند السلف امر واحد ہے تو اب کلام لفظی کو حادث کہنا بالنظر الی الحقیقت درست نہ ہوگا بلکہ تحقیق مذکورہ اور مذاہب سلف کے صراحۃً مخالف ہوگا اسلئے قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ متاخرین اشاعرہ کا یہ کہنا کہ امام اشعری کے نزدیک بھی مثل معتزلہ کلام لفظی حادث ہی صحیح نہیں بالجملہ قاضی صاحب کو اس موقع میں کلام لفظی بالمعنی المذکور ثابت کرنا منظور ہے اثبات قدم الفاظ و حروف ہرگز مقصود نہیں اسلئے قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ معنی سے حضرت شیخ اشعری کی مراد مقابل الفاظ یعنی مقابل کلام لفظی ہرگز نہیں ورنہ مفاسد عدیدہ لازم

toobaafoundation.com

آئیں گے بلکہ معنی متقابل عین یعنی کلام نفسی صفت بسیطہ قائمہ بذات الباری مراد ہے اور یہ کلام نفسی لفظ و معنی دونوں کو شامل ہے اب اس ارشاد قاضی صاحب سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جب کلام نفسی لفظ کو بھی شامل ہے تو بالضرور مصداق کلام نفسی متعدد ہو جائیں گے اسلئے حضرت بحر العلوم نے اس شمول کی کیفیت مفصلاً بیان فرمادی کہ شمول مذکور سے قاضی صاحب کا یہ مطلب ہے کہ حقیقت کلام اگرچہ فی نفسہ متحد ہے مگر بوجہ تعلقات مختلفہ مظاہر مختلفہ میں اسکا ظہور ہو رہا ہے یعنی کلام واحد ہے اور اسکے پیرائے اور مظاہر متعدد ہیں یہ نہیں کہ خود کلام متعدد ہو گئی اور اس امر کو حضرت مولانا نے دلیل و مثال سے ثابت و ظاہر فرمادیا خلاصہ ارشاد مولانا یہ ہے کہ یہ شمول ایسا نہیں جیسا لفظ عین اپنے مصادیق مختلفہ کو شامل ہے بلکہ قاضی علیہ الرحمہ کی مراد اس شمول سے وہ شمول ہے جو کہ حقیقت انسانیہ میں بہ نسبت زید و عمرو و بکر وغیرہ پایا جاتا ہے کہ باوجود تعدد مصادیق حقیقۃ انسانیہ میں اصلا تعدد نہیں آیا علی ہذا القیاس کلام نفسی صفت حقیقی کلام لفظی اور کلام نفسی مدلولات وضعیہ الفاظ اور نقوش کتابی اور حروف متخیلہ سب کے ضمن میں موجود ہے لیکن کسی قسم کا تعدد وتکثر اس میں موجود نہیں باقی توہم حلول کو مکرر رفع کر چکا ہوں چنانچہ حضرت مولانا کے اس ارشاد کی تائید قاضی صاحب کے وھو مکتوب فی المصاحف مقروء بالالسن محفوظ فی الصدور فرمانے سے اہل فہم کو معلوم ہوتی ہے اب اس پر خود قاضی صاحب کو یہ خدشہ ہوا کہ کوئی اس سے قدم الفاظ و حروف نہ سمجھ جائے تو اس وہم کے لئے وھو غیر الکتابۃ والقراءۃ واللفظ الحادثۃ فرمادیا جسکو حضرت بحر العلوم الفاظ مکتوبہ و مقروءہ و محفوظہ پر حمل فرما رہے ہیں بالجملہ یہی دو تین موقعے ایسے تھے جن کی وجہ سے کلام قاضی سفسطہ اور مخالف عقل سمجھی جاتی تھی سو انکو محقق بحر العلوم نے محامل صحیحہ پر حمل فرما کر کلام قاضی صاحب کا امر تحقیقی اور حق صریح ہونا ظاہر کر دیا اور ارشاد قاضی الا انہ بعد التامل تعرف حقیقتہ کی تصدیق بازم وجوہ فرمادی جس سے اثبات بساطۃ و عدم تعدد جو کہ مولانا بحر العلوم کا مقصد تھا بخوبی ثابت ہو گیا البتہ اگر ظاہر کے موافق الفاظ سے مراد نفس حروف و الفاظ لے لیجئے اور شمول سے

toobaafoundation.com

شمول علی الحقایق المتعددہ سمجھ لیجئے تو پھر انشاء اللہ قیامت تک نہ کلام قاضی صاحب عقل و نقل کے مطابق ہو سکیگی نہ مولانا بحر العلوم کا استدلال عبارت مذکورہ سے صحیح ہو سکیگا بلکہ یہ ہی کہنا پڑیگا کہ خدا معلوم قاضی صاحب نے کس خوبی پر اس کے بارہ میں بعد التامل تعرف حقیقۃ فرمایا اور مولانا بحر العلوم نے کیا سمجھ کر اس کو حق صریح اور واجب التسلیم کہدیا یقیناً علماء مذکورین کی تکذیب اور آجکل کے اہل معقول کی تصدیق جو یہ نسبت کلام قاضی کی گئی ہے اگر قاضی صاحب کی روبرو پیش کی جاتی تو حضرت قاضی صاحب تکذیب مذکورہ کو ہزار جہان صاحبوں کی تصدیق پر ترجیح دیتے واقعی بزرگوں کا یہ فرمانا کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے سراسر حق ہے بالخصوص جبکہ نادان کی دوستی محض اپنی غرض اور نفع کے حصول پر مبنی ہو پھر تو پوچھنا کیا ہے اور زیادہ تر تعجب تو اسپر آتا ہے کہ جن صاحبوں نے کلام قاضی کی تشریح اور تحقیق موافق جمہور سلف فرمائی تھی اہل معقول نے اُن کو بھی فقط نفس تصدیق کی وجہ سے اپنا موافق بنا لیا اور جمہور اہل نقل و عقل کے مخالف بتادیا اگر مولانا بحر العلوم کو کیفیت معلوم ہو تو اہل فہم سمجھ سکتا ہے کہ اُن کو اپنی تحقیق پر کسقدر حسرت بلکہ ندامت لاحق ہو جو صاحب کلام بحر العلوم کو قاضی صاحب کی تصدیق میں نقل فرمارہے ہیں اور اس سے کلام لفظی یعنے الفاظ و حروف کے ثبوت قدم کا خیال جما رہے ہیں اُن کے ذمہ جملہ امور سے قطع نظر کر کے اس قدر تو ضرور لازم ہے کہ مولانا بحر العلوم اور قاضی صاحب کے ارشاد میں وجہ توفیق و انطباق بیان فرماویں اور جس غرض کے لئے مولانا بحر العلوم نے کلام قاضی علیہ الرحمہ کو نقل کیا ہے اُس غرض کو مع وجہ ثبوت تحریر فرماویں ــ اور عبارت فواتح الرحموت کو جو صاحب فہم بنظر تدبر بلاحظہ فرماوینگے انشاء اللہ مع شے زاید ہمارے دعوے کی تصدیق اُس میں پاوینگے اور اس بحث موجودہ کے متعلق تو جملہ امور ہمارے مفید مدعا اس عبارت سے ثابت ہوئے ہی تھے بڑا امر یہ بھی محقق ہوگیا کہ صفت کلام حقیقت میں مدلولات وضعیہ الفاظ نہیں جس کی وجہ سے چند امور مذکورہ مقدمہ کتاب بھی بشرط فہم محقق ہو گئے والحمد للہ الوھاب مولانا بحر العلوم کی اس تحقیق عجیب سے قاضی

toobaafoundation.com

صاحب کا ارشاد جو ظاہر البطلان معلوم ہوتا تھا اور سب کے مخالف نظر آتا تھا واقع میں بنظر تدبر و تیقظ حق صراح اور واجب التسلیم ہو گیا اور بنظر انصاف مولف ثانی کے جملہ استدلالات عقلیہ و نقلیہ کا جواب ہو گیا ہم جہاں تک خیال کرتے ہیں اُن کے استدلالات عقلیہ و نقلیہ سابقہ و لاحقہ کا جواب اس میں موجود معلوم ہوتا ہے اور یہ امر بھی بالبداہتہ ظاہر ہو گیا کہ ترتب و تعاقب کے دفعیہ کے لیے جو قاضی صاحب نے بجوابہ ان ذلک الترتب بسبب عدم مساعدۃ الآلۃ فرمایا تھا اُس سے کلام نفسی واجب تعالیٰ کو حدوث سے بچانا اور مرجع حدوث الفاظ کو ٹھہرانا تھا کما مر اور نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کتابتہ و قراءۃ و حفظ جسکو قاضی صاحب حادث فرما رہے ہیں اس میں وہی دو احتمال ہونے چاہئیں جو لفظ تلفظ میں دو احتمال مولانا بحر العلوم فرما چکے ہیں ایک کتابت و قراءۃ و حفظ جو فعل عبد ہے دوسرے الفاظ و حروف مکتوبہ مقروءہ محفوظہ اور مثل سابق دونوں امر کی نسبت اقرار حدوث ضروری ہو گا اور ملفوظ جس کو قدیم فرما رہے ہیں اُس سے مراد کلام حقیقی بسیط ہے کما مر مرارا۔ اور یہ بھی محقق ہو گیا کہ قاضی صاحب نے جو اخیر کلام میں یہ فرمایا تھا ھذا الذی ذکرنا وان کان مخالفا لما علیہ متاخروا صحابنا الا انہ بعد التامل تعرف حقیتہ اس سے یہی مقصود تھا کہ ہر چند متاخرین اشاعرہ کلام الٰہی کے لئے دو مصداق ایک نفسی اور دوسرا لفظی فرما رہے ہیں اور اُس میں تعدد کے قائل ہیں اور ظاہر نظر میں یہی امر درست اور بے تکلف معلوم ہوتا ہے مگر تامل کے بعد ہمارے بیان کی حقیقت معلوم ہو گی اور تعدد مذکور کے انکار کی حقیقت اور منفعت اور مصلحت ظاہر ہو گی چنانچہ مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے منافع اور خوبی بتلا دی قاضی صاحب کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ الفاظ منطوقہ قدیم و غیر مخلوق ہیں جیسا کہ اہل معقول نے ظاہر نظر میں سمجھ لیا ہے بالجملہ قاضی صاحب اور مولانا بحر العلوم وغیرہ اکابر محققین جو متاخرین کا خلاف اور سلف صالحین کا اتباع کر رہے ہیں اُسکا منشا تعدد اور وحدت صفت کلام ہے قدم و حدوث کلام لفظی ہرگز متنازع فیہ نہیں اس میں سلف

toobaafoundation.com

وخلف سب موافق ہیں البتہ بعض متبدعین حنابلہ جیسے ناخلف کا ذکر نہیں لیکن تدبر کے بعد جیسے طریقہ سلف جسکو ان محققین نے اختیار فرمایا ہے مستحسن و صواب معلوم ہوتا ہے ایسے ہی یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ یہ خلاف جزئی اور اختلاف ظاہری ہے اصل امر میں سب موافق ہیں اور باہم تطبیق کچھ دشوار نہیں چنانچہ سید شریف کا قاضی صاحب کی نقل عبارت کے بعد یہ فرمانا ولا شبہۃ فی انہ اقرب الی الاحکام الظاہریۃ اسی جانب مشیر ہے کہ یہ اسلوب ظاہر احکام کے مناسب یاد ہے ورنہ حقیقت میں مآل واحد ہے فقط عنوان و تعبیر کا فرق ہے چنانچہ اہل فہم پر ظاہر ہے احقر کی خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں اور مولانا بحر العلوم نے جو معنی قاضی صاحب کی عبارت کے سمجھے ہیں اُن کی تائید قاضی عضد کی اُس کلام سے بھی جو اُنھوں نے عقاید عضدیہ میں تحریر فرمائی ہے مفہوم ہوتی ہے وہو ہذا والقران کلام اللہ تعالیٰ غیر مخلوق وهو المكتوب فی المصاحف المقروء بالالسن والمكتوب غير الكتابة والمقروء غير القراءة انتہی۔ جب علامہ عضد نے قرآن کو غیر مخلوق فرما دیا اور اُسی کو مکتوب و مقروء کہا تو اب بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ نقوش کتابی اور الفاظ منطوقہ قدیم ہیں اور حقیقت کلام الٰہی یہی نقوش و الفاظ ہیں تو اس خدشہ کو زایل کرنے کے لئے المکتوب غیر الکتابت فرما کر الفاظ و نقوش کی حدوث کی طرف اشارہ کر گئے کلام الٰہی غیر مخلوق کو مکتوب و مقروء فرمانے سے وحدت مذکورہ مولانا بحر العلوم صاحب مفہوم ہوتی ہے اور نیز عبارت عقاید اور فقہ اکبر میں کچھ بھی تفاوت نہیں تو جو مطلب اُسکا حسب ارشاد مولانا بحر العلوم محقق ہو چکا ہے وہی مطلب اُسکا سمجھنا چاہیے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کتابت او قراءت سے قاضی عضد کی مراد نقوش کتابی اور الفاظ منطوقہ ہیں اور عقاید کی اس عبارت کی شرح میں محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک تحقیق بیان فرمائی ہے جو مولانا بحر العلوم کی تحقیق کے سراسر موید ہے اور اُسکا کچھ حصہ مقدمہ کتاب میں ہم نقل بھی کر چکے ہیں مگر ساری عبارت یہ ہے ولنا فی تحقيق الكلام كلام متوقف على تمهيد مقدمة هي ان مبدأ الكلام النفسي۔

toobaafoundation.com

صفة يتمكن بها من نظم الكلمات وترتيبها على الوجه الذی ينطبق
على المقصود وبهذه الصفة ضد الخرس وهو مبدء الكلام النفسی
وهی غير العلم فانها قد يتخلف عن العلم فان كلام الغير معلوم لنا
فقد تعلق به علمنا ولم يتعلق به تلك الصفة منا فليس كلامنا
بل كلامنا هو الكلمات التی رتبناها فی خيالنا لا غير وما رتبه
غيرنا فهو كلام الغير اذا تمهد ذلك فنقول كلام الله تعالى هو الكلمات
التی رتبها الله تعالى فی علمه الازلی بصفته الازلی الذي هو مبدء
تاليفها وترتيبها وهذه الصفة قديمة وتلك الكلمات المترتبة ايضا
بحسب وجودها العلمی ازلی بل الكلمات والكلام مطلقا كسائر
الممكنات ازلية بحسب وجودها العلمی وليس كلام الله تعالى الا
ما رتبه الله تعالى بنفسه من غير واسطة والكلمات لا تعاقب بينها فی
الوجود العلمی حتى يلزم حدوثها وانما التعاقب بينها فی الوجود
الخارجی وهو بحسب هذا الوجود كلام لفظی وهذا الوجه سالم عما
يلزم المذاهب المنقولة مثل ما يلزم على مذهب المعتزلة من كون كلام
الله تعالى قائما بغيره وعلى مذهب الكرامية من كونه تعالى محلا
للحوادث وعلى مذهب الحنابلة من قدم الحروف والاصوات مع
بداهة تعاقبها وتجددها وعلى ما هو ظاهر كلام متقدمی الاشاعرة
من ان الالفاظ والحروف ليست كلام الله تعالى بل معانيها وعلى ما
اول به المصنف كلام الشيخ من ان الاصوات مع كونها من الاعراض
السيالة قائمة بذاته تعالى من غير ترتب والترتب فيها لقصور الالة
فانه يودی الى سفسطة ولا يلزم على ذلك ما رتبه المصنف على متقدمی
الاشاعرة من المحذورات فان حينئذ يكون كلام الله تعالى وانكار
كون ما بين الدفتين كلام الله تعالى يكون كانكار كون ما بين اوراقنا

دیوان الحافظ کلام الحافظ فیکون کفرا فی حق القرآن اذ لیس معنی
کون ھذا المکتوب کلام اللہ تعالی الا انہ ذلک الکلام موجود بالوجود
اللفظی ولعل المتامل الصادق لما رفض التعصب والجدال یشھد بحقیۃ
ھذا المقال۔ اس کلام سے صراحۃً دعوے بساطۃ کلام نفسی محقق ہو گیا اور جملہ وھو
بحسب ھذا الوجود کلام لفظی اور متقدمین اشاعرہ پر اعتراض کرنے سے اتحاد
مصداق بطور علوم ظاہر ہو گیا اور آخر کلام میں ذلک الکلام موجود بالوجود
اللفظی فرماتے سے اور اُس کی توضیح ہو گئی الحاصل وہی ہر دو امر جو مولانا بحر العلوم
فرما چکے ہیں انہیں کو محقق بھی حق فرما رہے ہیں فقط اتنا اختلاف ہے کہ محقق نے
کلام قاضی کو ظاہر پر حمل فرما کر اُس پر انکار کیا ہے اور مولانا بعد تاویل اُسکو حق فرما رہے
ہیں مگر ہمارے مطلب کے بالاتفاق ہر دو صاحب مصدق ہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا
کہ اس میں انشاریتہ وخبریتہ صدق وکذب کی گنجایش نہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کلام
نفسی بمعنی مدلولات وضعیہ الفاظ صفات ذاتیہ واجب تعالی میں محسوب نہیں اور
اُسکا قدیم ہونا بحسب وجود علمی ہے باعتبار وجود خارجی نہیں پھر تعجب ہے اُن صاحبوں
سے جو کلام لفظی مرکب کو باعتبار وجود خارجی مرکب اور قایم بذات الباری فرماتے ہیں
اور محقق دوانی کلام نفسی بالمعنی الثانی کو بحسب وجود خارجی کلام لفظی فرماتے ہیں
جس سے کلام لفظی کا حدوث اظہر من الشمس معلوم ہوتا ہے اور فاضل چلپی نے بھی
کلام قاضی صاحب کو خارج عن طور العقل بیان کر کے یہی جواب دیا ہے ویندفع
بما قیل من ان المراد باللفظ اللفظ القائم بذاتہ تعالی وبالتلفظ اللفظ
القائم بنا الخ اہل فہم جانتے ہیں کہ لفظ قایم بذاتہ سے الفاظ منطوقہ اور قایم بذات
الباری سے کلام نفسی بالمعنی الثانی مراد ہے۔ الحاصل کلام لفظی کا حدوث اس قدر
دلایل قویہ سے محقق ہو چکا ہے کہ اہل عقل کو گنجایش انکار نہیں اور جو دلایل قدم کلام لفظی
کے بارے میں ان صاحبوں نے نقل فرمائی تھیں وہ بحمد اللہ حوالینا ولا علینا
کا مصداق ہو گئیں اور جو ایک دو عبارت اور باقی رہی ہے اُس کی کیفیت بھی بطریق

toobaafoundation.com

اجمال عرض کرونگا گو اب کسی جواب کی حاجت معلوم نہیں ہوتی البتہ یہ عرض کر دینا کسی قدر اہتمام کے قابل معلوم ہوتا ہے کہ کلام نفسی صفت ذاتی کے معنے حسب ارشاد مولانا بحرالعلوم اور محقق دوانی جو مذکور ہو چکے ہیں اور مقدمہ کتاب میں بھی کسی قدر تفصیل سے گذر چکی ہیں اُن کو ضرور ملحوظ رکھنا چاہئے اہل معقول کو جہاں اور خرابیں پیش آرہی ہیں منجملہ اُن کے ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ معنی نفسی کی حقیقت ابتاک اُن کے ذہن نشین نہیں ہوئی چنانچہ ابحاث سابقہ میں مکرر اسکا تجربہ ہو چکا ہے اور اس بحث میں بھی عنقریب اسکی بحث آنے والی ہے اور چند مواقع اور بھی ایسے ہی آنے والی ہیں اسلئے اسکا محفوظ رکھنا ضرور ہے اور صاحب تمہید اور ملا علی قاری اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور امام ابن ہمام اور امام غزالی اور علامہ سعدالدین رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے اپنی تصنیفات میں کلام الہی کی نسبت مثل مولانا بحرالعلوم وحدۃ مذکورہ کے قایل ہیں اور تعدد ظاہری جو ظاہر کلمات اشاعرہ سے مفہوم ہوتا ہے اُس کے منکر چنانچہ مولانا بحرالعلوم نے صاحب تمہید کا حوالہ کا بھی اس امر میں بیان فرمایا ہے اور عبارات سابقہ کے ملاحظہ سے بھی اہل انصاف کو انشاءاللہ محقق ہو جائیگا مگر بوجہ عدم ضرورت وخوف طوالت درطوالت اُسکو ترک کر کے یہ عرض کرتا ہوں کہ صاحب مواقف نے دیباچہ کتاب میں قران کو قدیم کہا ہے اور اُس قدیم کو مکتوب ومقرو وغیرہ اوصاف کے ساتھ متصف فرمایا ہے اُسپر سید شریف فرماتے ہیں وصف القران بالقدم تشریح بما یدل علی انہ ھذہ العبارات المنظومۃ کما ھو مذھب السلف حیث قالوا ان الحفظ والقراءۃ والکتابۃ حادثۃ لکن متعلقھا اعنی المحفوظ والمقروء والمکتوب قدیم الی آخر مقالتہ اب اس پر مؤلف عجالہ فرماتے ہیں کہ سید شریف کا یہ ارشاد نظم وعبارت کے قدیم ہونے پر نص صریح ہے مگر اسکا جواب تحقیقی قابل قبول اہل انصاف تو وہی ہے جو مولانا بحرالعلوم محققین حنابلہ کے الفاظ مقروء کے قدیم فرمانے کی توجیہ کر چکے ہیں اور اس ارشاد سید صاحب میں منظر تامل اُسی اتحاد حقیقۃ ومصداق کلام نفسی

toobaafoundation.com

وکلام لفظی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مولانا بحر العلوم کی کلام میں عرض کرچکا ہوں اور یوں جواب کافی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حسب نقلیات معتبرہ مذکورہ نظم وغیرہ کا اطلاق معنے وضعیہ الفاظ پر بھی درست ہے جسکو کلام نفسی بالمعنی الثانی کہتے ہیں جو ابھی عرض کرچکا ہوں اب عرض یہ ہے کہ یہ عبارت سید شریف کی اور عبارت سابقہ مولانا بحر العلوم کی تو مولف ثانی نے بنظر تائید عبارت رسالہ مفردہ قاضی عضد تحریر فرمائی تھی جن کی کیفیت معروض ہو چکی اب ایک عبارت علامہ سعد الملۃ والدین کی اُس کی تائید میں مولف اول پیش کرتے ہیں جو بجنسہ منقول ہے وذهب بعض المحققين الى ان المعنى فى قول مشائخنا كلام الله تعالى معنى قديم ليس فى مقابلة اللفظ حتى يراد به مدلول اللفظ ومفهومه بل فى مقابلة العين والمراد به ما لا يقوم بذاته كسائر الصفات ومرادهم ان القران اسم للفظ والمعنى شامل لهما وهو قديم لا كما زعمت الحنابلة من قدم نظم المولف المرتب الاجزاء فانه بديهى الاستحالة للقطع بانه لا يمكن التلفظ بالسين من بسم الله الا بعد التلفظ بالباء بل المعنى ان اللفظ القائم بالنفس ليس مرتب الاجزاء فى نفسه كالقائم بنفس الحافظ من غير ترتب الاجزاء وتقدم البعض على البعض والترتب انما يحصل فى اللفظ والقراءة لعدم مساعدة الالة وهذا معنى قولهم المقروء قديم والقراءة حادثة واما القائم بذات الله تعالى فلا ترتب فيه حتى ان من سمع كلام الله سمعه غير مرتب الاجزاء لعدم احتياجه الى الالة وهذا حاصل كلامه انتهى احقر کہتا ہے یہ امر تو مسلم کہ علامہ موصوف قاضی صاحب کی تائید کرتی ہیں مگر قدم کلام لفظی جو متنازع ہے کسی طرح اس کلام سے ثابت نہیں ہوتا جو کہ مولف اول کا نقل عبارت سے مقصود ہے بلکہ بجائے قدم حدوث مفہوم ہوتا ہے دیکھ لیجئے جملہ لا کما زعمت الحنابلة من قدم النظم المولف المرتب الاجزاء فانه بديهى الاستحالة الخ حدوث مذکور پر بالتصریح دال ہے پھر معلوم نہیں مولف اول کیا سمجھ کر اسکو پیش فرماتے ہیں اور

toobaafoundation.com

بنظر تامل دیکھئے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ مولف اول نے اس عبارت کو بلا تدبر اسیطرح پر نقل فرما دیا ہے جیسا مولف ثانی نے مولانا بحر العلوم کی کلام کو نقل کردیا تھا مقصود بالکلام کی طرف اصلا توجہ نہیں کی علامہ سعد الدین کی غرض یہ ہے کہ اطلاق کلام کلام لفظی پر حقیقی ہے مجازی نہیں اور اس امر کی تائید میں قاضی صاحب کی کلام پیش کی ہے قدم کلام لفظی سے اصلا بحث نہیں بلکہ سیاق و سباق سے حدوث کلام لفظی برابر ثابت ہوتا ہے اور علامہ کے دعوے کی دلیل جملہ و مرادھم ان القران اسم اللفظ والمعنی شامل لھما وھو قدیم ہے کیونکہ جب اسم قران لفظ و معنی دونوں کو شامل ہوا تو ظاہر ہے کہ اُسکا اطلاق دونوں پر بطریق حقیقت ہوگا لیکن جب قران شامل للفظ و المعنی کو قدیم کہا تو قدم الفاظ کا خیال پیدا ہوتا تھا اسلئے علامہ نے فرما دیا کہ مثل بعض حنابلہ کوئی یہ نہ سمجھ جائے کہ الفاظ منطوقہ قدیم ہیں کیونکہ ان کا قدیم کہنا تو بدیہی الاستحالہ ہے بلکہ کلام قاضی صاحب میں لفظ سے مراد لفظ النفسی ہے جو کہ قایم بالنفس ہوتا ہے تو جیسے الفاظ قائمہ بنفس الحافظ میں باعتبار تحقق و وجود کسی قسم کا تقدم و تاخر نہیں ہوتا بلکہ سب ایک وقت میں موجود ہوتے ہیں ایسے ہی الفاظ قران موجودہ فی علم الباری کو خیال فرمالیجئے اور تقدم و تاخر مذکور کلام لفظی یعنی الفاظ منطوقہ میں پیدا ہوتا ہے چنانچہ یہ مضمون بالتفصیل کلام علامہ میں موجود ہے اور اسکے آگے کی عبارت جسکو مولف اول نے نقل نہیں فرمایا بوضاحت اس امر پر دال ہے وھو جید لمن یتعقل لفظا قائما بالنفس غیر مولف من الحروف المنطوقۃ او المخیلۃ المشروط وجود بعضھا بعد م البعض ولا من الاشکال المرتبۃ الدالۃ علیہ ونحن لا نتعقل من قیام الکلام بنفس الحافظ الا کون صور الحروف مخزونۃ مرتسمۃ فی خیالہ بحیث اذا التفت الیھا کانت کلاما مولفا من الفاظ متخیلۃ او نقوش مترتبۃ واذا تلفظ کانت کلاما مسموعا انتھی اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ کلام نفسی قایم بنفس الحافظ فی نفسہ حروف و الفاظ مترتبہ سے مولف نہیں ہوتی اور کلام نفسی کے تحقق کے لئے حروف و الفاظ مترتبہ کا تخیل بھی ضروری

toobaafoundation.com

نہیں لیکن جب حروف مخزونہ فی الخیال کی طرف بالتفصیل توجہ کی جائیگی تو اُسوقت
وہ کلام البتہ الفاظ متخیلہ مترتبہ سے مولف کہلائیگی اور جب تلفظ کی نوبت آئیگی اُس
وقت مسموع اور الفاظ منطوقہ سے مرکب ہوگی بالجملہ علامہ تفتازانی حدوث الفاظ کی مکرر
تصریح فرمارہے ہیں اور کلام قاضی صاحب ہیں جو الفاظ کو قدیم کہا ہے اُس سے لفظ
نفسی مراد لیتے ہیں اور صاحبان معقول کی مطلب براری جب ہوتی جب اُس سے
الفاظ لسانی مراد ہوتی تو اب یہ کلام سراسر ہمارے مفید ہے اور یہ امر ارشاد علامہ سے
ثابت ہوگیا اور احقر بھی مکرر عرض کر آیا ہے کہ معانی وضعیہ الفاظ کو لفظ و معنی دونوں سے
تعبیر کرنا صحیح اور شایع ہے تو اب خلاصہ کلام علامہ یہ ہوا کہ کلام لفظی حادث اور کلام نفسی
جو مدلول لفظی ہے وہ قدیم ہے مگر باعتبار وجود علمی جیسا کہ کلام محقق میں مصرح مذکور ہوچکا ہے
اور قاضی صاحب کی مراد لفظ سے یہ ہے کلام ہے جسپر الفاظ دال ہیں اور عبارت مشہورہ
اہل سنت المقرو قدیم و القراۃ حادثہ کے معنے بھی علامہ تفتازانی یہ فرماتے ہیں کہ مقرو
سے مراد کلام نفسی مذکور ہے اور قراۃ سے کلام لفظی مقصود ہے اور یہ وہی امر ہے جو احقر
مکرر عرض کر چکا ہے تو اب ارشاد علامہ کے موافق قاضی صاحب کی کلام میں قراءۃ
و تلفظ و کتابت سے کلام لفظی اور مقرو و مکتوب و ملفوظ و محفوظ سے کلام نفسی بالمعنی
المذکور مراد ہونی چاہئے جو سراسر ہمارے مفید مدعا بلکہ عین مدعا ہے بنظر انصاف ارشاد
علامہ نے تو کلام قاضی کو بہمہ وجوہ ہمارے مطلب کے موافق بنادیا جیسا کہ کلام مولانا
بحر العلوم سے یہی امر ثابت ہوا تھا تو اب ہمارے مقابلہ میں ان ہر دو کلام کو پیش کرنا
بہت عجیب بات ہے عبارت قاضی جسکو مرزا اہل معقول نے اپنے اثبات مدعا پر
حجت کافی سمجھ کر نقل کیا تھا اُس کے مقابلہ میں اگر ہم ان دونوں عبارتوں کو پیش
کرتے تو بجا تھا کیونکہ ان دونوں صاحبوں نے اگرچہ ارشاد قاضی صاحب کی
پوری تصدیق فرمائی لیکن ایسے محمل پر حمل فرمایا کہ جو ہمارے مدعا کے موافق اور ہر دو
مولف کے مقصود کے مخالف ہے اب انشاء اللہ ناظرین با انصاف کو میری عرض
سابق کی بھی تصدیق باحسن وجوہ ہوگئی ہوگی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ جن علما محققین نے کلام

toobaafoundation.com

قاضی کی تصدیق فرمائی وہ دوسری محمل پر جو کہ ہمارے موافق ہے حمل فرما کر اور تاویل کر کے تصدیق فرمائی ہے جو اہل معقول کو مضر ہونے کے سوا کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی مگر جیسا کسی بیوا نے فقط لاتقربوا الصلوۃ سے ممانعت صلوۃ پر استدلال کیا تھا ایسے ہی ہر دو مولف نے فقط یہ دیکھ کر کہ ہر دو محقق کا کلام قاضی عضد کی تصدیق فرما رہے ہیں ان عبارتوں کو اپنے ثبوت مدعا میں پیش کر دیا اور اگر کوئی صاحب بوجہ تعصب ان معنوں کو جو کہ احقر نے کلام مولانا بحر العلوم اور علامہ سعد الدین کے بیان کئے ہیں تسلیم نہ فرمائیں اور خواہ مخواہ ان صاحبوں کو مخالف جمہور ہی کہیں تو اون صاحبوں کے لئے وہی جواب مناسب ہے جو احقر اول عرض کر چکا ہے اب ناظرین کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ فاضل کانپوری اور علامہ ٹونکی نے جس قدر دلایل نقلیہ ثبوت قدم کلام لفظی میں اپنے اپنے رسالہ میں بیان فرمائے ہیں ان سب کے جوابات سے بحمد اللہ فراغت ہو گئی اور اہل انصاف پر روشن ہو گیا کہ کوئی عبارت ہمارے مدعا یعنے قول جمہور کے خلاف نہیں بلکہ جملہ استدلالات مذکورہ کا مبنی قلت تدبر یا فرط شوق ثبوت مدعا تھا مگر علامہ ٹونکی نے بعد نقل عبارات چند قراین عقلیہ اس امر پر پیش کئے ہیں کہ سلف اہل سنت کا مذہب بیشک قدم الفاظ منطوقہ ہے اور بڑی حجۃ اس بارہ میں یہی پیش کرتے ہیں کہ یہ امر محقق ہے کہ معتزلہ کلام نفسی کے وجود کے منکر ہیں تو اب ظاہر ہے کہ معتزلہ کلام نفسی کو حادث ہرگز نہیں کہتے کیونکہ جس امر کے وجود ہی کے منکر ہوں اس کے حدوث و قدم میں گفتگو کرنا عاقل سے متصور نہیں تو اب بالضرور یہ ماننا پڑیگا کہ حضرت امام احمد اور سلف صالحین نے جو بمقابلہ معتزلہ حدوث کا انکار فرمایا ہے تو یہ نسبت کلام لفظی انکار فرمایا ہے مگر جس حالت میں کہ ہم حدوث الفاظ کو تصریحات علماء سے پورے طور پر بیان کر چکے ہیں تو بشرط انصاف ایسے قیاسات و قراین کا ہم کو جواب دینا کسی درجہ میں بھی ضروری نہیں ہو سکتا بالخصوص جب ہم فاضل کانپوری کی اس تنبیہ و ہدایت کو ملاحظہ کرتے ہیں جو کہ آخر کتاب میں تحریر فرمائی ہے تو پھر ایسے امور کی طرف متوجہ ہونا محض لغو معلوم ہوتا ہے اور وہ

toobaafoundation.com

یہ ہے قولہ اور اگر تعصب قبول حق سے باز رکھے اور خواہ مخواہ رد و کد پر آمادہ کرے تو انہیں
دو امروں کا لحاظ ضرور ہے اول یہ کہ اپنے دعوے کو کسی نص صحیح سے ثابت کریں اپنے
خیالات و استنباطات پر قناعت نہ فرماویں کیونکہ یہ امر اعتقادیات میں سے ہے
اور امر اعتقادی کسی استنباط سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُس کے لئے دلیل قطعی
چاہئے اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ اہل مذہب ہی کی تصریح نقل کریں مگر سمجھ کر ایسا
نہ ہو کہ الزامی قول کو اُن کا عقیدہ خیال کر لیں انتہے ہمارے نزدیک مولف کا یہ قول
قابل قبول ہے بلکہ اگر اتنا اور بھی فرما دیتے کہ قول تحقیقی کو اپنے ثبوت مطلب
کے لئے خواہ مخواہ الزامی نہ بنائیں تو بہت اچھا ہوتا مگر ہم ان امور سے قطع نظر
کرکے ارشاد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ وعن آبائہ الکرام کے بیان میں اس
امر کا جواب عرض کر چکے ہیں اور یہاں بھی اسی قدر عرض کئے دیتے ہیں کہ سلف
صالحین مثل امام احمد کے زمانہ میں چونکہ معتزلہ کا ظہور اور اُن کے مذہب کا شیوع
تھا تو اسلئے بوجہ مصلحت ایسے کلمات سے بھی اجتناب ضروری تھا کہ جو موجب
مغلطہ و ضلالت عوام ہوں لیکن جب دوسرا زمانہ آیا اور بعض کم عقل اُس مصلحت اور
غرض اصلی کو نہ سمجھے اور اقوال سلف کو قدم الفاظ پر محمول کرنے لگے تو اُس وقت
ضرور ہوا کہ اُن کو راہ راست پر لایا جائے اور حدوث الفاظ کی تصریح کی جاوے سو جنکو
چشم حق بین عطا ہوئی ہے وہ تو اقوال سلف اور خلف کے خلاف ظاہری کو
خلاف حقیقی نہیں سمجھتے بلکہ سب ارشادات کو متحد الحقیقۃ فرماتے ہیں اور اس خلاف
کو تعبیری جو کہ بوجہ مصلحت مذکورہ حکماے امت کے حق میں ضروری تھا خیال فرماتے
ہیں دیکھئے ایسے امور کی وجہ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ذمے تہمت اعتزال تلک
لگ چکی ہے چنانچہ امام بزدوی کے اس قول سے جسکو مولف ثانی نے نقل کیا ہے
یہ امر مترشح ہوتا ہے مثلاً حضرت امام اعظم نے حروف قرانی کو مخلوق فرمایا اس سے
ناواقف یہ سمجھ گئے کہ حضرت امام بھی حدوث قران میں معتزلہ کے ہمصفیر ہیں امام
بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ منقول ہے چونکہ الفاظ کو اُنھوں نے قدیم نہ کہا تو انپر کیا کیا

افترا اور اُن کے ساتھ کیسی مخالفتیں پیش آئیں بالجملہ چونکہ حضرت امام احمد کے زمانہ میں معتزلہ کا خلاف زور شور پر تھا اسلئے الفاظ موہمہ سے بھی اجتناب لازم تھا اور بعض حضرات کے زمانے میں جب دوسری جانب میلان ہونے لگا تو اُن کے مناسب اظہار حق کرنا مناسب نظر آیا چنانچہ علامہ ابن حجر فتح الباری میں نقل فرماتے ہیں ظن بعضہم ان البخاری خالف احمد ولیس کذلک بل من تدبر کلامہ لم یجد فیہ خلافا معنویا لکن العالم من شانہ اذا ابتلی فی ردبدعۃ یکون اکثر کلامہ فی ردھا دون مایقابلھا فلما ابتلی احمد بمن یقول القران مخلوق کان اکثر کلامہ فی الرد علیھم حتی بالغ فانکر علی من یقف ولا یقول مخلوق ولا غیر مخلوق وعلی من قال لفظی بالقران مخلوق لئلا یتدرج بذلک من یقول القران بلفظی مخلوق مع ان الفرق بینہما لا یخفی علیہ لکنہ قد یخفی علی البعض واما البخاری فابتلی بمن یقول اصوات العباد غیر مخلوقۃ حتی بالغ بعضہم فقال والمداد والورق بعد الکتابۃ فکان اکثر کلامہ فی الرد علیہم انتہی۔ الغرض سلف نے جو کچھ فرمایا حق اور مناسب وقت فرمایا اور عوام کو غلط فہمی سے بچایا چنانچہ امام احمد کے حال میں منقول ہے وقال لہ المروذی لما ارادوا ان یقدموہ للضرب یا اوستاذ قال اللہ تعالی ولا تقتلوا انفسکم فقال یا مروذی اخرج انظر ای شئ تری قال فخرجت الی رحبۃ دار الخلیفۃ فرایت خلقًا من الناس لا یحصی عددھم الا اللہ عزوجل والصحف فی ایدیہم والاقلام والمحابر فی اذرعتہم فقال لھم المروذی ای شئ تعملون فقالوا ننظر ما یقول احمد فنکتبہ فقال المروذی مکانکم فدخل الی احمد وقال لہ رایت اقواما بایدیہم الصحف والاقلام ینظرون ما تقول فیکتبونہ فقال یا مروذی اضل ھؤلاء کلھم اقتل نفسی ولا اضل ھؤلاء کلھم انتہی اور دوسری بڑی وجہ اس قسم کے ارشادات کی یہ بھی تھی کہ

toobaafoundation.com

اُس زمانہ میں اس قسم کے الفاظ کے وہی معنے مشہور تھے جو کہ معتزلہ کا مذہب تھا
تو بوجہ حالی عرفیہ اُن کو منع فرماتے تھے گو اصلی معنے درست ہوں مثلاً تقیہ کو حرام
اور ید اکو کفر مطلقاً جو کہا جاتا ہے تو سب جانتے ہیں کہ معانی معروفہ مصطلحہ کے سبب
کہا جاتا ہے سو چونکہ لفظ و تلفظ و ملفوظ قرارۃ و مقروسے ایک ہی معنے اکثر سمجھے جاتے
تھے بالخصوص عوام مسلمین کو فرق باہمی سمجھنا دشوار تھا اسلئے امام احمد سے یہاں تک
منقول ہے کہ اُنھوں نے لفظ و تلفظ کو بھی غیر مخلوق فرمایا اور میں جانتا ہوں کہ تلفظ کو
تو حضرات معقولیین بھی غیر مخلوق نہ فرماتے ہونگے یہی وجہ ہے کہ بسبب اختلاف معانی
و اختلاف مخاطبین حضرت امام احمد سے جوابات مختلفہ حسب مقام منقول ہیں کبھی
مطلقاً الفاظ کے مخلوق کہنے کو منع فرماتے ہیں بلکہ حکم کفر لگاتے ہیں اور کبھی من قال
لفظی بالقرآن مخلوق یرید به القرآن فهو كافر ارشاد کرتے ہیں جس کے بارے
میں بیہقی فرماتے ہیں قلت فهذا التقييد حفظه عنه ابنه عبد الله وهو
قوله یرید به القرآن قد غفل عنه غيره اور بعض ارشادات میں ایسی لوگوں
کے مقابلہ میں جو کہ الفاظ منطوقہ کو قدیم سمجھتے تھے الفاظ کے غیر مخلوق کہنی کی بشدت
ممانعت فرماتے ہیں الحاصل اہل حق کو ضرور ہے کہ ان عبارات مختلفہ کو حسب ارشاد
مقتدایان اسلام موافق و معاصد سمجھیں اور اپنے اپنے محل پر محمول فرمائیں جب فہم
سلیم اور تصریحات علماء سے محقق ہوگیا کہ تلفظ و لفظ و ملفوظ اور قرارۃ و مقروا و کتابت
و مکتوب چند معانی مذکورہ سابقہ میں مستعمل ہوتے ہیں تو اب مدعیان علم کو ان کی تطبیق
میں کیا دقت ہے اور اُن کا مطلب مناسب مقام سمجھنے میں کیا دشواری ہے اس طرز
کے اختیار کرنے میں انشاء اللہ مذہب جمہور اہل سنت میں کوئی دشواری اور اشکال پیش
نہیں آتا ورنہ یہی اگر ظاہر پرستی ہے کہ جہاں لفظ مقرو یا تلفظ و تنزیل وغیرہ نظر پڑگیا تو
مثل علماء معقول اُسی پر جمگئے تو پھر تو کسی کا قول قیامت تک صحیح نہ سمجھا جائیگا مقرو
ملفوظ و منزل تو درکنار اب تو تلفظ و تنزیل و قرارۃ کا بھی قدم ثابت ہو جائیگا جو کوئی ادنے
عاقل بھی تسلیم نہیں کر سکتا امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام احمد کے نقل اقوال کے

ذیل میں فرماتے ہیں فھاتان الحکایتان تصرحان بان اباعبداللہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ بریٔ مما خالف مذھب المحققین من اصحابنا الا انہ کان یستحب قلۃ الکلام فی ذلک وترک الخوض فیہ مع انکار ما خالف مذھب الجماعۃ انتہی امام احمد یا کسی عالم سلف کو جمہور متاخرین کے مخالف کہنا یقینًا سوء تدبر کا نتیجہ ہے بھلا کوئی عاقل یہ بات کہہ سکتا ہے کہ مسایل اعتقادیہ میں متاخرین جملہ سلف صالحین کا خلاف کریں اور اس قدر کہ اُن کے مذہب کو جہل وعناد وضلالت وبدعت سے تعبیر کریں اور جس امر پر حضرات سلف حکم کفر وبدعت جاری کریں اسکو متاخرین اپنا معتقد علیہ ٹھہرائیں یہ شعر عارف بہت ہی مناسب معلوم ہوتا ہے شعر چو نشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است + سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است اس بارہ میں اور بھی عبارات بکثرت موجود ہیں مگر بطور نمونہ یہ ہم نے چند عبارتیں نقل کی ہیں اہل فہم کے اطمینان کے لئے انشاء اللہ تعالی کافی ہیں اور ہم کو امید ہے کہ صاحبان انصاف اُن تصریحات سلف کو دیکھ کر جس میں تلفظ والفاظ کو قدیم فرمایا ہے اب کسی خلجان میں مبتلا نہ ہونگے بلکہ ارشادات منقولہ سابقہ کے موافق اُن میں تطبیق سمجھ جائینگے اہل معقول نے تو چند عبارات موہمہ کی بنا پر اسقدر شور وشغب مچایا ہے خدا نخواستہ وہ اقوال صریحہ جو احقر نے نقل کئے ہیں اُن کو ملجاتے تو خدا معلوم کیا آفت برپا کرتے مگر چونکہ ہم کو تحقیق حق منظور ہے فقط اہل معقول کو الزام دینا مقصود نہیں اور بحمد اللہ جملہ اقوال ہمارے مدعا کے موافق ہیں اسلئے ہم کو اُن کے اظہار سے کوئی امر مانع نہیں اگر مثل ارباب معقول ہمکو صرف اپنی بات کا بنانا مقصود ہوتا اور اقوال اکابر ہماری مخالف ہوتے تو پھر ہمکو ایسے اقوال کی اخفا کی نوبت آتی ان صاحبوں کو تو اُن عبارات میں سے جو کہ موقع استدلال میں پیش فرمائی ہیں کمی کرنی پڑی ہے اور ہم نے یہ کیا کہ جو عبارات بظاہر ان صاحبوں کی ایسی موافق معلوم ہوتی ہیں کہ خود ان کے استدلالات منقولہ بھی اس قدر موید نہیں اُن کو بھی ہم نے بیان کرکے اُن کا مطلب واقعی عرض کر دیا بقول شخصے آنرا کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک لیکن جو صاحب اب بھی کچھ

toobaafoundation.com

چون وچرا فرمائیں تو جملہ امور کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمائیں علی ہذا القیاس مولف ثانی نے قرینہ عقلی عدم الفاظ پر ایک اور بھی قایم کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابوالحسن اشعری اول معتزلی تھے اُسکے بعد جب مسلک اہل سنت اختیار کیا تو بصرہ کی جامع مسجد میں مخلوقیہ قرآن سے انکار ظاہر فرمایا اور اس قول سے تائب ہوئے اور یہ امر پہلے سے معلوم ہے کہ معتزلہ نظم و الفاظ کے حدوث کے قایل ہیں کیونکہ کلام نفسی اُن کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں تو اب خوب ظاہر ہوگیا کہ حضرت شیخ نے ضرور کلمات و عبارات ہی کی مخلوقیت سے توبہ کی ہوگی اور نیز اہل سنت و معتزلہ میں بہت سے مسایل مختلفہ ہیں تو اب فقط مسئلہ خلق قران کی نسبت توبہ ظاہر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جملہ سلف اہل سنت عدم مخلوقیہ عبارات پر متفق تھے اور یہ اُن کے لئے شعار خاص تھا ورنہ اسکی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں لیکن اسکا جواب تقریرات سابقہ سے انشاء اللہ تعالی منصف فہیم بے تکلف نکال سکتا ہے البتہ اتمام حجت کے لئے اتنا اور عرض کئے دیتا ہوں کہ حضرت شیخ کی توبہ کا قصہ جو علماء نے کسی قدر تفصیل سے بیان کیا ہے اُسکے دیکھنے سے مولف ثانی کے ہر دو استدلال وہم سے زیادہ وقعت رکھتے معلوم نہیں ہوتے قصۂ مذکور کی اخیر عبارت یہ ہے رقی کرسیہ یوم الجمعۃ فی البصرۃ ونادی باعلی صوتہ من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا اعرفہ بنفسی انا فلان بن فلان کنت اقول بخلق القران وان اللہ تعالی لایری بالابصار وان افعال الشر انا افعلہا وانا تائب مقلع معتقد الرد علی المعتزلۃ مبین لفضائحہم ومعایبہم واخذ فی الرد علیہم وسلک بعض طریق ابی محمد عبداللہ بن محمد سعید ابن کلاب القطان انتہی اس عبارت سے یہ امر تو صراحۃً معلوم ہوگیا کہ فقط مسئلہ خلق قران کی نسبت اظہار توبہ نہیں فرمایا بلکہ اور مسایل کی بابت بھی اظہار توبہ کی نوبت آئی باقی رہا امر اول یعنی خلاف معتزلہ سے یہ امر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ نے توبہ حدوث کلام لفظی سے کی ہوگی اگر کلام نفسی کی نسبت ذکر توبہ فرماتے تو یوں کہنا مناسب تھا کہ میں وجود کلام نفسی کا اقرار کرتا ہوں اور اُس کے

toobaafoundation.com

انکار سے تائب ہوتا ہوں تو اُسکا جواب یہ ہے کہ بعینہ یہی قصہ مسئلہ رویۃ میں ہے کیونکہ
معتزلہ جو رویت جناب باری کا انکار کرتے ہیں تو اسوجہ سے کرتے ہیں کہ رویت میں
مرئی کے لیئے جہت خاص وثبوت مسافت معلومہ ووقوع شعاع وغیرہ لوازم
ممکنات کا ثابت ہونا ضرور ہے اور اہل سنت چونکہ ابصار میں ان امور کو ضروری نہیں
سمجھتے تو اسلیئے رویۃ معلومہ کو عند العقل جائز الوقوع فرماتے ہیں تو اب حسب حکم مولف
عجالہ یہاں بھی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت شیخ نے جو رویت بصری کا اقرار فرمایا ضرور اُسی
رویت کا اقرار کیا ہوگا جسکے معتزلہ منکر تھے ورنہ رویت سے اُن کی مراد اگر وہ رویت
ہوتی جسکے اہل سنت قایل ہیں تو ضرور یہ فرماتے کہ میں رویت بصری کے لیئے جہت
ومسافت وغیرہ کو ضروری نہیں سمجھتا حالانکہ اس امر کو صاحب عجالہ بھی انشا اللہ کسیطرح
تسلیم نہ کرینگے کہ حضرت شیخ اوسی رویت بصری مشروط بشرایط معلومہ کے قائل ہوئے ہیں
کہ جسکو معتزلہ محال وممتنع بہ نسبت جناب باری کہہ رہے ہیں اور جواب تحقیقی منظور ہے تو
کسی قدر پہلے گذر چکا ہے کیا عرض کروں بار بار تعجب کرتا ہوں کہ اہل معقول اپنی تدقیقات
پر آتے ہیں تو ایسے قراین خفیہ سے دلایل قطعیہ اور تصریحات اکابر کو کالعدم فرمانیکو موجود
ہو جاتے ہیں اور جب دوسری جانب توجہ فرماتے ہیں تو دلایل عقلیہ قطعیہ مسلمہ اکابر کی طرف
بھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھتے دیکھیئے حروف والفاظ جو بالبداہۃ داخل عوارض وکیفیات ہیں
اُن کو صاحب قدیم وقایم بذات الباری کہہ رہے ہیں اور کلام لفظی جو مرکب ہے اُس کو
قدیم وقایم کہہ رہے ہیں حالانکہ اکابر امت حروف مفردات کے قدم کو بھی خلاف عقل فرماتے
ہیں اور تکلم لسانی کا تعلق صفت قایم بذات الواجب کے ساتھ غیر منصور بتلاتے ہیں
علے ہذا القیاس ترکب کلام لفظی اور بساطت صفات قایمہ بذات الباری ایسا امر نہیں جسکی
تسلیم میں کسی کو تامل ہو اسی طرح صفات قایمہ بذات الباری کا ذات باری تعالے
سے مغایر ہونا مسلک اہل سنت نہیں خصوصا مولف ثانی تو بعض مواقع میں عینیۃ
محضہ کے تصریح کہہ رہے ہیں پھر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ الف یا تا حروف تہجی اور
کلام مرکب من الاصوات والحروف کو ذات باری تعالیٰ سے یہ اتحاد کون صاحب

toobaafoundation.com

فطرت سلیمہ تسلیم کر سکتا ہے اور جب یہ لحاظ کیجئے کہ یہ حضرات حروف مفردہ اور کلام
مرکبہ سب کو قدیم وقایم بذات الباری فرماتے ہیں تو اب تو ایک صفت یعنی کلام لفظی ہی
کے افراد غیر متناہی ہو جائیں گے اور امور قدیم وقایم بذات الباری لا تعد ولا تحصے ماننے
پڑینگے علاوہ ازیں صفات ذاتیہ ثمانیہ مشہورہ میں تمام عالم صفت کلام کو مثل علم وقدرۃ
صفت واحد تسلیم کر رہا ہے اور اب دو صفت کلام ایک نفسی دوسری لفظی ماننی پڑینگی
اور دونوں کو صفات ذاتیہ میں شمار کیا جائے گا جب ان صاحبوں نے کلام لفظی کو بھی
قایم بذات الباری کہا پھر اسکے صفت ذاتی ہونے میں کیا کسر رہ گئی باقی ہم نے جو کلام
نفسی کے دو معنی لئے ہیں تو معنی ثانی کو قایم بذات الباری حقیقت میں ہرگز نہیں
کہتے اور توسعًا اور مجازًا کہدینے میں کوئی مضرت نہیں کمام اور انصاف سے دیکھئے تو
ان کے مسلک کے موافق کلام نفسی کے ماننے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی کیونکہ
کلام نفسی کے قایل خاص اہل سنت اسی وجہ سے ہوئے تھے کہ کلام لفظی قدیم
نہیں اور صفت واجب تعالیٰ کا قدیم ہونا ضروری ہے جب کلام لفظی کو قدیم مان لیا
جائے تو پھر کلام نفسی جسکو اور فرق خلاف عقل کہتے ہیں زیادہ کرنے کی کیا ضرورت
ہے یہی وجہ ہے کہ جو حنابلہ کلام لفظی کو قدیم کہتے ہیں وہ نفسی کے قایل نہیں مگر مولف
موصوف اپنے قراین خیالی کے بھروسے نہ امور عقلیہ کے خلاف کی پرواہ کرتے ہیں
اور نہ خلاف اکابر سے ڈرتے ہیں جمہور اہل سنت جو حدوث الفاظ کے قایل ہیں اُسکو
تو یہ کہکر ٹال دیا کہ یہ متاخرین کا مذہب ہے اور رہا یہ مصنفین اعلام شارح مواقف وشارح
مقاصد وامام رازی وابن ہمام وملا علی قاری وفاضل لاہوری وغیرہ جو بالتصریح یہ فرماتے
ہیں کہ منشا نزاع فیما بین اہل سنت ومعتزلہ ثبوت وانتفاء کلام نفسی ہے اور حدوث
قدم کلام باری کا نزاع اُسپر متفرع اُسکو ایک خیالی امر کی وجہ سے فبعید عن انشائهم کہکر
باطل فرما دیا کسی بیچارہ نے خوب کہا ہے شعر کہتے ہیں تم کو ہوش نہیں اضطراب میں
سارے گلے تمام ہوئے ایک جواب میں۔ مولف عجالہ نے اپنے قراین عقلیہ میں ابن
وغیرہ کے بعض اقوال نقل کئے ہیں مگر کسی درجہ میں قابل التفات نہیں معلوم ہوتے

toobaafoundation.com

اسلئے اُن کا ذکر کرنا بھی فضول ہے تمام استدلالات نقلیہ اور قراین عقلیہ سے فارغ ہوکر
مولف ثانی اصل مطالب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حسب شہادہ روایت
ودرایت یہ امر محقق ہوگیا کہ اہل بیت رسالہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اورایمہ مجتہدین در
سلف صالحین نظم قرانی کو قدیم فرماتے ہیں تواب اس مذہب کے موافق تو قائلین امکان
ذاتی کذب کا قول باطل محض بالبداہۃ ہوگیا البتہ متاخرین قائلین بحدوث اللفظ کے
مذہب کے موافق بطلان مذکور ظاہر نہیں اسلئے ہم کہتے ہیں کہ متاخرین کلام لفظی کو اگرچہ
مخلوق کہتے ہیں لیکن اُن کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ فقط مخلوق ہونا کلام الہی ہونیکے
لئے کافی ہے بلکہ یہ بھی ضرور ہے کہ کلام مذکور کلام نفسی پر دال اور اسپر منطبق بھی ہو اور
اُسکے اثبات کے لئے بعض اقوال بھی نقل کئے ہیں تواب اس کلام لفظی کا بحیثیتہ
انطباق مذکور کاذب ہونا ممتنع ہے ورنہ کلام نفسی کو بھی بوجہ علاقہ انطباق ضرور کاذب
ماننا پڑیگا کیونکہ کذب دال بغیر کذب مدلول غیر ممکن ہے اور کلام لفظی کو کاذب اور نفسی
کو صادق کہتے ہیں تو انطباق مذکور جسکا مسلم ہونا ثابت ہوچکا ہے باطل ہوجانے گا
اور اسکو کلام باری تعالی کہنا بھی غلط ہوجائیگا اور کذب کلام نفسی کا امتناع ذاتی
دونوں فریق کے نزدیک مسلم ہے تواب متاخرین کے مذہب کے موافق بھی کذب
کلام لفظی ممتنع بالذات ہوگیا اور دلایل ثبوت امتناع کذب کا جواب جو قائلین امکان
کذب یہ دیا کرتے ہیں کہ ان دلائل سے کلام نفسی کا امتناع ثابت ہوتا ہے کلام لفظی
کا کذب اس سے ممتنع بالذات نہیں ہوسکتا یہ عذر بھی اُن کا باطل ہوگیا اس لئے کہ
جب دلایل مذکورہ سے امتناع کذب کلام نفسی ثابت ہوا اور امتناع کذب کلام نفسی
ولفظی میں حسب تقریر گذشتہ استلزام محقق ہوگیا تواب خود بخود کذب کلام لفظی کو
بھی ممتنع بالذات ماننا پڑیگا ہوالمطلب - اقول بحولہ احقر نے مولف مذکور کی کلام کو
ملخص کرکے بیان کردیا ہے ورنہ اُنہوں نے تقریر مدعی میں طول زیادہ کیا ہے سو ہم
انشاء اللہ ابطال مطالب مولف کے ساتھ اُن امور کا جواب بھی عرض کرینگے جوامور
کہ مولف مذکور نے ضمن تقریر میں اپنے مفید مدعا یا ہمارے خلاف مقصود سمجھ کر تحریر

toobaafoundation.com

کیئے ہیں اسکے بعد یہ عرض ہے کہ اوراق گذشتہ ملاحظہ فرمانے والوں پر یہ امر تو انشاء اللہ
خود منکشف ہو جائیگا کہ بروی درایت و روایت قدم کلام لفظی حق ہے یا حدوث اور
حضرات اہل بیت و ائمہ مجتہدین و سلف صالحین کے نزدیک کونسا مسلک حق ہے
جملہ اہل فہم و انصاف انشاء اللہ تقریرات سابقہ کو ملاحظہ فرما کر بلا تامل سمجھ جائیں گے
کہ مولف موصوف کا یہ دعوے محض بے اصل و خلاف عقل و نقل ہے مولف کے بیان سے
جا بجا ظاہر ہوتا ہے کہ جمہور متاخرین مسئلہ کلام میں سلف صالحین اور اہل بیت کرام و
مجتہدین کے مخالف ہیں حتے کہ حسب ارشاد سلف نعوذ باللہ جمہور متاخرین قابل تکفیر
ہیں اور موافق ارشاد متاخرین جملہ سلف صالحین اہل ضلالت و غباوۃ و بدعت و
جہالت میں داخل ہیں سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ حالانکہ حسب بیان سابق
اس افترا کا بنے صرف قلت تدبر و حیا کی ہے دیکھئے قاضی عضد اور مولانا بحر العلوم
جنکے اعتماد پر یہ سب زور و شور تھا خود انہیں کے ارشادات سے بجائے تصدیق
ان خوش فہموں کے دعوے کی تغلیط کس صراحت کے ساتھ ظاہر ہو چکی ہے اب یہ
امر علماء معقول کی غلط فہمی پر دال سمجھئے یا مغالطہ دہی پر محمول فرمایئے جس سے اہل فہم
و دیانت ہی محفوظ رہ سکتے ہیں خیر یہ جملہ امور تو تقریرات گذشتہ سے بحمد اللہ معلوم ہو چکے
جس سے اہل فہم و انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مولف کا اہل بیت رسالۃ اور ائمہ مجتہدین
و جملہ سلف صالحین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو قائلین قدم نظم و عبارات میں داخل
کرنا جسکو جمہور اہل سنت غباوت و ضلالت فرما رہے ہیں دعوے بلا دلیل و جرأت
بے محل ہے البتہ اس موقع میں قابل لحاظ فقط یہ امر ہے کہ مولف مذکور نے جو قدم و حدوث
کلام لفظی دونوں صورتوں میں امتناع ذاتی کذب کلام لفظی بہت زور کے ساتھ
ثابت کیا ہے اس میں حق کیا ہے اسلیئے یہ التماس ہے کہ اگر کلام لفظی کو حادث مانا
جائے جو سلف و خلف کے نزدیک حق ہے اور جسکو مولف بحوالہ مذہب متاخرین
فرما رہے ہیں تو اس صورت میں تو امتناع مذکور کے ثبوت کی توقع کرنی خیال خام ہے
کیونکہ تقاریر معروضہ سابقہ کے ملاحظہ کے بعد یہ امر ادنی تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض

toobaafoundation.com

نے جس قدر اس محل میں زور طبع دکھلایا ہے محض بے سود ہے ہمارے مدعا کو بحمد اللہ
اس سے کسی طرح کی مضرت نہیں ہو سکتی اسلئے کہ منشاء استدلال مولف کل یہ امر ہے
کہ کذب کلام نفسی کو ممتنع مان کر اُس کے ذریعہ سے کلام لفظی میں کذب کا امتناع ذاتی
ثابت کرتے ہیں سو اُن کی مراد کلام نفسی سے اس مقام میں اگر کلام نفسی صفت بسیطہ
قائمہ ہے تو اُس کا ممتنع الکذب بمعنی مذکورہ سابقہ ہونا تو بیشک مسلم مگر اُس کے صدق
وکذب کو کلام لفظی کے صدق وکذب کے لئے موقوف علیہ کہنا اور اُن میں تطابق
فی الصدق والکذب کو ضروری کہنا اہل فہم سے متوقع نہیں اور اگر کلام نفسی سے
مولف کی غرض مدلولات مرکبہ وضعیہ الفاظ ہے تو اُس کے صدق وکذب کو کلام لفظی
کے صدق وکذب کا مبنی کہنا اور باہم اُن کو مطابق فی الصدق والکذب ماننا تو مسلم
مگر مدلولات مذکورہ کے کذب کو ممتنع بالذات قرار دینا قابل تسلیم نہیں مستدل کے
ذمہ واجب ہے کہ اول کسی دلیل قابل قبول سے مدلولات وضعیہ کے کذب کا امتناع
ذاتی ثابت کرے اسکے بعد کذب مذکور کے امتناع سے اثبات امتناع کذب
کلام لفظی کا نام لے ثبت الارض ثم انقش بالجملہ کلام نفسی صفت حقیقی اور
کلام لفظی میں تو تطابق فی الصدق والکذب متصور نہیں جو اول کے امتناع
کذب سے دوسری میں ثبوت امتناع مذکور کی صورت نکلے اور کلام نفسی بمعنی مدلولات
مرکبہ وضعیہ اور کلام لفظی میں ہر چند تطابق مذکور مسلم ہے لیکن چونکہ مدلولات مذکورہ
میں کذب کا ممتنع بالذات ہونا مسلم نہیں اسلئے اُن کے واسطے سے کلام لفظی کو
کیونکر ممتنع الکذب کہہ سکتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ مولف عجالہ کا کلام نفسی کے
امتناع کذب سے کذب کلام لفظی کا امتناع ذاتی ثابت کرنا کسی طرح لائق تسلیم
نہیں فافہم وتذکر تو اب بروئے انصاف صاحب عجالہ کو چاہئے کہ اول کلام نفسی
کا مصداق معین فرما دیں۔ کہ ہر دو معنی مذکورہ میں سے اُن کی مراد کون سے
معنی ہیں پھر اُسکا امتناع کذب ذاتی بیان کریں اس کے بعد استدلال مذکور
قائم کر کے جواب کے امیدوار ہوں اس سے پہلے بشرط انصاف اُن کا استدلال

toobaafoundation.com

لایق جواب وقابل التفات ہرگز نہیں چنانچہ مقدمہ کتاب کے اخیر میں بھی اس امر پر ناظرین
کو متنبہ کر چکے ہیں مگر مشکل یہ ہے کہ ماہران معقول خود ان امور ضروریہ کو سمجھتے ہیں اور نہ
کسی کی تنبیہ پر متنبہ ہوتے ہیں مگر مجھ کو تو بدگمانی ہوتی ہے کہ بعض حضرت جوش میں آکر
مدلولات مذکورہ کے کذب کو ممتنع بالذات ثابت کرنے کے لئے بلا تدبر شرح مواقف
وشرح مقاصد وغیرہ کی عبارات کیف ما اتفق نقل فرمانے کو مستعد ہو جائیں گے لیکن یہ
یاد رہے کہ نقل عبارات سے حسب مثل مشہور اگر ہمکو فقط بوجھ میں ڈوبنا منظور ہے تو کچھ
مضایقہ نہیں ایسوں کے لئے تو حضرت فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم بھی فاصنع ما شئت فرماتے
ہیں ہاں اگر اثبات مدعا منظور ہو تو ضرور ہے کہ نقل سے پہلے مدعا اور عبارات مستدلہ
میں تدبر فرمالیویں ایسا نہ ہو کہ بجائے ثبوت مدعا کہیں اظہار خوش فہمی ہونے لگے چنانچہ
علامہ دوانی وقاضی عضد و مولانا بحر العلوم بلکہ میر قطبی وغیرہ کی عبارات میں یہ امر مشاہد
ہو چکا ہے کہ ہر چند ہمکو بوجھ میں ڈوبنا پڑا مگر اس میں بھی شک نہیں کہ مستدلین کی اظہار
تدبر و خوش فہمی میں بھی عقلا کو خفا باقی نہ رہا اس پر بھی اگر کوئی صاحب فہم وحیا کو بغل میں
مار کر اکابر دین کو مورد الزام فرمائیں یا راسخین فی العلم کے دلایل حقہ کو اغلوطات بتلائیں تو کوئی
عاقل فاصنع ما شئت کے سوا کیا جواب دے سکتا ہے ونعم ما قیل + سحر با معجزہ پہلو نزند دل
خوشدار + مگر فرعون کجا صرفہ ز موسیٰ ببرد + بالجملہ اس تحقیق کے موافق تو گو یہ ناکارہ مقدمہ
کتاب اور مبحث قدم وحدوث کلام لفظی میں بحوالہ اقوال اکابر عرض کر چکا ہے مولف
موصوف کے استدلال کا بطلان محتاج بیان نہیں اور نہ کسی قسم کی جوابدہی ہم پر لازم
اور اسی وجہ سے اور جواب دینے اور بلا ضرورت طول میں پڑنے سے دل رکتا ہے لیکن
جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مولف تحریر غلام وسعید فہام کی تمام طبع آزمائی اور جملہ کارروائی ذرا
سی بات میں انجان ہو گئی اور جو آرزو اس نے کی تھی اور جانفشانی سے کی تھی وہ دل کی دل ہی میں
رہ گئی اسلئے بپاس خاطر مولف ان کی طرز کے موافق بھی اس استدلال لغو بیجا کا جواب
دینا اور ان کے جملہ امور ضمنیہ کا حال واقعی واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے ورنہ طول
محض بے سود معلوم نہیں ہوتا تو اسلئے اب بسبیل تنزل حسب ہمارے فاضل ٹونکی ہم بھی

toobaafoundation.com

تسلیم کرتے ہیں کہ کلام نفسی صفت ذاتی واجب تعالیٰ بھی مدلولات وضعیہ الفاظ ہیں اور اُنہیں میں عدم صدق ممتنع بالذات ہے لیکن اتنی بات سے کذب کلام لفظی کا امتناع ذاتی کسی طرح ثابت نہیں ہوتا خود مولف کی تصریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدق کذب معانی مدلولہ کلام لفظی کے صدق وکذب کے لئے مبنی اور مرجع ہے یعنی کذب کلام نفسی موقوف علیہ وعلت ہے اور کذب کلام لفظی معلول اور اُسپر موقوف ہے اور سب جانتے ہیں کہ علت کا امتناع ذاتی معلول کے امتناع ذاتی کو مقتضی نہیں ہوتا وہی عدم واجب وعدم عقل اول کی مثال موجود ہے جسکو ان صاحبوں نے بھی اپنی تصنیفات میں بعض موقعوں پر بیان فرمایا ہے یعنی یہ امر تو بیشک مسلم کہ موقوف علیہ کا امتناع ذاتی موقوف کے امتناع کو مقتضی ہوتا ہے لیکن موقوف کے امتناع ذاتی کے لئے اسکو مقتضی کہنا خلاف عقل ونقل ہے تو اب امتناع ذاتی کذب کلام نفسی یعنی مدلولات وضعیہ الفاظ اور انطباق مذکورہ مؤلف ہر دو امر کی تسلیم سے کذب کلام لفظی کا امتناع بالغیر لازم آئیگا جو ہمارا عین مدعا ہے اتنی بات سے امتناع ذاتی معلوم نہیں کیونکر ثابت ہو گیا جو کہ خود اُن کی تصریحات کے بھی مخالف ہے باقی شارح مقاصد کے اس ارشاد کو وطریق اطراد هذا الوجہ فی کلام المنتظم من الحروف المسموعۃ انہ عبارۃ عن کلامہ الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنے جو کہ شارح محقق نے ثبوت امتناع الکذب فی الکلام النفسی کے بعد بیان فرمایا ہے پیش کرنا اور اسکا یہ مطلب سمجھنا کہ امتناع کذب فی الکلام النفسی سے کذب کلام لفظی کا امتناع ذاتی ارشاد مذکور سے ثابت ہوتا ہے بعینہ وہی قصہ ہے کہ دو اور دو کے جواب میں کسی بھوکے نے چار روٹیاں کہا تھا بنظر انصاف ارشاد مذکور سے فقط یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ جب کلام نفسی کا ممتنع الکذب ہونا ثابت ہو گیا جو کہ صدق وکذب کے لئے مرجع ہے تو اب جو نظم وعبارت اُسپر دال ہو گی وہ بھی ممتنع الکذب ضرور ہو گی امتناع ذاتی کذب کلام لفظی کے لئے کوئی دلیل اور قرینہ موجود نہیں بجز اسکے کہ مدعیان معقول زمانہ حال نے اکابر دین کو مزدار یہ بنانے کے لئے اس امر پر اجماع کر لیا ہے کہ جہاں لفظ

toobaafoundation.com

امتناع نظری ہی موافق مثل مذکور کے اس سے امتناع ذاتی مراد ہوگا اور یہ جواب اس بنا پر ہے کہ شارح مقاصد کے کلام کا مطلب جو پروفیسر لاہوری سمجھے ہیں وہی تسلیم کرلیا جاوے ورنہ حسب تحقیق مذکورہ بالا مستدل کو لازم ہے کہ اول یہ بتائیں کہ کلام نفسی سے شارح مقاصد کی کیا غرض ہے اور اس میں کونسا امتناع متصور ہے ذاتی یا غیری شارح نے کسی امتناع کی تصریح نہیں فرمائی نصیب اعدا اگر یہاں بھی امتناع غیری ہی مقصود ہے تو پھر تو اس سے کلام لفظی میں کذب کا امتناع ذاتی ثابت کرنا بہت ہی معقول ہے وما علینا الا البلاغ علے ہذا القیاس مولف عجالہ کا اس مدعی کے ثبوت کے لئے یہ فرمانا یمتنع کذبہ البتۃ والا لزم کذب الکلام النفسی ایضا الخ یعنی اگر کذب کلام لفظی کو ممتنع بالذات نہ کہوگے تو کلام نفسی کا کذب لازم آئیگا صریح باطل ہے کیونکہ منکرین امتناع ذاتی کذب مذکور اسکے امتناع غیری کو تو تسلیم کرتے ہیں اور جیسا امتناع ذاتی فعلیہ کے مخالف ہے امتناع غیری بھی فعلیۃ کے مضاد ہے پھر کذب کلام لفظی کے فقط ممتنع بالذات نہ ہونے سے فعلیۃ کذب کلام نفسی کیونکر لازم آسکتی ہے البتہ اگر فعلیۃ کذب کلام لفظی کو تسلیم کرلیا جاتا تو استلزام مذکور بجا تھا مگر غالبا اصلاح کلام کے لئے مضاف مقدر مانکر تقدیر کلام یہ کی جائیگی

لزم امکان کذب الکلام النفسی مگر اسکا کیا علاج ہوگا کہ کذب کلام نفسی کا موقوف علیہ ہونا کذب کلام لفظی کے لئے مسلم ہے تو اب امکان کذب کلام لفظی یعنی امکان معلول سے اگر امکان کذب کلام نفسی یعنی امکان علت تسلیم کیا جاتا ہے تو امکان ذاتی عدم عقل اول سے امکان ذاتی عدم واجب بھی قبول کرنا پڑیگا جسکو ملاحدہ یونان تلک بھی باطل کہہ رہے ہیں باقی مولف ثانی کا یہ فرمانا کہ کلام لفظی واجب تعالی میں امتناع کذب اگرچہ من حیث الانطباق علی الکلام النفسی ہے مگر حیثیت مذکورہ چونکہ کلام لفظی واجب تعالی کے مفہوم میں داخل ہے اور کلام لفظی باریتعالی بدون اس حیثیت کے ہو نہیں سکتی تو اب یہ حیثیت امتناع ذاتی کے منافی بھی نہ ہوگی یعنی کلام لفظی للواجب اسی کو کہا جائے گا جو اس کے کلام نفسی پر دال و منطبق ہو اور کلام نفسی کا ضروری الصدق ہونا مسلم تو کلام

toobaafoundation.com

لفظی کاذب اُس پر دال و منطبق کیونکر ہو سکتی ہے اور جب دلالت و انطباق مذکور باقی نہ رہے تو یہ نسبت واجب تعالیٰ اسکو کلام لفظی کہنا بدیہی البطلان ہو جائیگا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جو کلام لفظی کاذب تجویز کی جائیگی اسکو کسی طرح کلام واجب تعالیٰ نہیں کہہ سکتے بچند وجوہ قابل قبول نہیں اول تو اس وجہ سے کہ مولف ثانی کی اس جملہ تحقیق و تدقیق کا منشا صرف یہ ہے کہ وہ کلام لفظی کی حقیقت انطباق علی النفسی کو بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تلک کوئی کلام لفظی حق تعالیٰ شانہ کی کلام نفسی پر کہ جسکا واجب الصدق ہونا مسلم ہے دال و منطبق نہ ہوگی اسکو ہرگز واجب تعالیٰ کی کلام لفظی نہیں کہہ سکتے اگرچہ اسکے لئے موجد و مولف بلا واسطہ ذات خالق کائنات کو تسلیم کر لیا جاوے سو ہم مولف موصوف کے اس دعوے کو نہیں مانتے جو ان کے تمام استدلال کا منشا ہے بلکہ بحمد اللہ اُس کی تکذیب پر دلایل و قراین موجود ہیں مولف ثانی کا یہ فرمانا کہ واجب تعالیٰ کی نسبت کلام لفظی اُسی کو کہا جائیگا جو کلام نفسی باری تعالیٰ پر بطور معلوم منطبق ہو بدون انطباق مذکور کسی کلام کو کلام لفظی کہنا درست نہیں اور ایجاد و تالیف اس اطلاق کے لئے مصحح نہیں ہو سکتا محض اُن کا ایجاد بے بنیاد ہے اول تو مولف موصوف نے اپنے اس دعوے مخترعہ کے لئے کوئی دلیل قابل قبول و اطمینان پیش نہیں فرمائی اور چند عبارات جو اس موقع میں پیش کی ہیں اُن کی کیفیت عنقریب عرض کرونگا دوسرے ہم بالبداہتہ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کی معانی نفسیہ کو کوئی اپنی عبارت و الفاظ سے تعبیر کرے تو وہ کلام لفظی اُسی معبر کی کہلاویگی اگرچہ کلام نفسی مقررہ فی نفس المتکلم کے خلاف ہی ہو دیکھئے معانی فرمودہ حق تعالیٰ کو اگر کوئی اپنی الفاظ و عبارت میں بیان کرے تو باوجود انطباق و دلالت بیان فرمودہ مولف ثانی کوئی اس عبارت کو جناب باری جل مجدہٗ کی کلام لفظی نہ کہیگا تو اب کوئی عاقل اس امر میں متامل ہوگا کہ جب کوئی کسی کلام کو الفاظ مخصوصہ سے مولف کریگا تو وہ کلام اُسی کی کہلاویگی معانی مدلولہ گو کسی کی طرف منسوب ہوں علاوہ ازیں علماء متکلمین کے ارشادات سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ الفاظ مخصوصہ کے لئے جو مولف ہوگا اُسکی

toobaafoundation.com

کلام لفظی کہلائیگی دلالت و انطباق مذکور کی وجہ سے کسی کلام کو کسی کی طرف منسوب کر دینا
کافی نہیں ہو سکتا شرح عقاید و شرح فقہ اکبر وغیرہ میں موجود ہے التحقیق ان کلام اللہ تعالی
اسم مشترک بین الکلام النفسی القدیم و معنی الاضافۃ کونہ صفۃ لہ تعالی وبین
اللفظی الحادث المولف من السور والآیات و معنی الاضافۃ انہ مخلوق اللہ تعالی لیس من
تالیف المخلوقین اس ارشاد سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ کسی کلام لفظی کا جناب باری کی
طرف منسوب ہونا اس امر پر مبنی ہے کہ تالیفات مخلوقین کو اس میں دخل نہو یعنی تالیف
واجب تعالی بلا واسطہ سے حاصل ہوئی ہو اور مخلوق جناب باری ہونیکو اس نسبت میں
دخل نہیں یہ جدا امر رہا کہ کلام لفظی خواہ کسی کی ہو واجب کی یا ممکن کی وہ بیشک مخلوق
باری ہوگی ظاہر ہے کہ اگر کلام لفظی میں یہ ضرور ہو کہ وہ متکلم کی مخلوق بھی ہوا کرے تو اب
کسی ممکن سے ہرگز کلام لفظی صادر نہو سکیگی وہو باطل بالبداہتہ باقی مولف عجالہ جو اثر کا مبنی انطباق
مذکور کو فرماتے ہیں اسکا اس عبارت بیان فرمودہ علماء میں کہیں پتہ بھی نہیں علی ہذا القیاس
شارح مقاصد کا یہ فرمانا کلام تعالی یطلق بالاشتراک او المجاز المشہور علی النظم المخصوص
لا المجرد بانہ دال علی کلام القدیم بل لانہ انشاءہ برقوم فی اللوح المحفوظ او بحروفہ
فی الملک اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب کسی کلام کو کوئی متکلم انشاء و تالیف کریگا اور وہ کلام
لفظی مولف کلام النفسی پر دال اور منطبق ہوگی اس وقت اس متکلم کی وہ کلام لفظی شمار کی جائیگی
اگر امرین مذکورین میں سے ایک امر بھی معدوم ہوگا تو اسکو اس متکلم کے لئے کلام لفظی نہ
کہیں گے ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر کسی دوسرے شخص کے معانی و مطالب نفسیہ کو ہم
اپنے الفاظ مولفہ سے بیان کرتے ہیں تو بالبداہتہ وہ ہماری کلام لفظی کہلائیگی نہ اسکی حتی کہ متکلم ایسے
مضمون کو جو کہ اسکے علم کے خلاف ہو اور بالکل غلط ہو اگر اپنے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے تو کلام مذکور
کو اس متکلم کی نسبت کلام لفظی کہتے ہیں کوئی انکار نہیں کر سکتا اگر مومن بلا ارادہ مجاز انبت
الربیع البقل کہیگا تو گو یہ کلام کاذب اور خود اسکے علم کے بھی خلاف ہے مگر تاہم اسی کی
کلام لفظی کہلائیگی علاوہ ازیں محقق کا یہ ارشاد خود ان کے اس ارشاد کے مخالف ہوگا جو بحوالہ
شرح عقاید ابھی معروض ہو چکا ہے جس میں انطباق و دلالت کا اصلا ذکر نہ تھا بلکہ صاحب

toobaafoundation.com

فہم اونیٰ تامل سمجھ سکتا ہے کہ کلام لفظی کا کسی کی طرف منسوب ہونا فقط اس امر پر موقوف ہے کہ اُسکے انشاء و تالیف سے اُس کی تحقق کی نوبت آئی ہو اور جن عبارات میں کلام لفظی کی تحقیق میں انہ مخلوق اللہ یا دال علی کلامہ القدیم فرمایا ہے بطور بیان واقع یہ قید زاید کی ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قیود مذکورہ کلام لفظی کی حقیقت اور تعریف میں ماخوذ ہیں اور نیز حضرات علماء کو مطلقاً کلام لفظی جناب باری کی تعریف کرنی بھی منظور نہیں بلکہ کلام لفظی خاص جسکو قرآن کہتے ہیں اُسکو بتلانا مقصود ہے چنانچہ ہر دو عبارت منقولہ احقر میں اول میں سُور و آیات کا لفظ اور دوسری میں النظم المخصوص اور انشاء برقومہ فی اللوح المحفوظ الخ فرمانا اس امر پر قرینہ واضحہ موجود ہے اور یہ سب کے نزدیک محقق و مسلم ہے کہ جس قدر کلاموں کی جناب باری کی طرف سے تکلم یا کتابۃ و رقم کی نوبت آچکی ہے یا آیندہ کو آئے گی وہ سب ضروری الصدق و مطابق للواقع اور دال و منطبق علی الکلام النفسی ہیں لیکن جس قدرت و امکان کے ہم مدعی ہیں اُس میں ان امور سے کوئی نقصان نہیں آسکتا علی ہذا القیاس عبارات کثیرہ ہماری مؤید موجود ہیں ملا علی قاری دوسرے موقع میں فرماتے ہیں وانما یقال المنظوم العبرانی الذی ہو التوریۃ والمنظوم العربی الذی ہو القرآن کلام سبحانہ لان کلماتہما وایاتہما ادلۃ کلامہ وعلامات مرامہ ولان مبدء نظمہما من اللہ تعالی الا تری انک اذا قرأت حدیثا من الاحادیث قلت ہذا الذی قرأتہ وذکرتہ لیس قولی بل قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان مبدء نظم ذلک القول من الرسول علیہ الصلوۃ والسلام اس کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ واجب تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کلام لفظی اُسکو کہیں گے جس کی نظم و تالیف میں کسی دوسرے کو دخل نہ ہو اور قرآن مجید میں جسقدر کلام موجود ہے چونکہ علم باری اور واقع کے مطابق ہے اسلئے اُس میں دلالت و انطباق ضروری ہے دوسری جگہ فرماتے ہیں قال الطحاوی نقول کلام اللہ بدأ بلا کیفیۃ ای لا نعرف کیفیۃ تکلمہ بہ کذا قال غیرہ من السلف منہ بدأ والیہ یعود وانما قالوا منہ بدأ لان الجہمیۃ من المعتزلۃ وغیرہم کانوا یقولون انہ خلق الکلام فی محل فبدأ الکلام فی ذلک المحل فقال السلف منہ بدأ ای ہو المتکلم بہ فمنہ بدأ ای لا من بعض المخلوقات الخ یہ کلام بھی اس امر پر دال ہے کہ معتزلہ حق تعالی کے خالق کلام لفظی ہونے کو

toobaafoundation.com

اُسکے متکلم ہونے کا اصل و مبنی ٹہلاتے ہیں جس کی وجہ سے ہر ایک کلام لفظی عباد کی وجہ سے
واجب تعالیٰ کا متکلم کہنا ہوگا چنانچہ معتزلہ اسکے قایل ہیں اس لیئے طحاوی و دیگر سلف
نے تصریح فرمادی کہ متکلم بکلام لفظی ہونے کے لیئے اس امر کو منشا نہیں کہہ سکتے کہ واجب
تعالے اسکے لیئے خالق ہو بلکہ صرف یہ امر ضرور ہے کہ اُس کلام لفظی کا ظہور واجب تعالے
سے ایسی طرح ہو کہ بعض مخلوقات کو اُس میں مداخلت نہو یعنی بلا واسطہ اُس کلام کی عبارت
و تالیف کو واجب تعالیٰ کی طرف منسوب کر سکیں بالجملہ متکلم بکلام لفظی ہونیکے لئے دلالت
و انطباق مرقومہ صاحب عجالہ ضروری نہیں یعنی کلام نفسی متقرر فی نفس المتکلم کے ساتھ اسکے
مطابقت ہرگز ضرور نہیں فقط نظم و تالیف منقولہ سابقہ کافی ہے اگر کوئی شخص اپنے کلام
نفسی متقرر فی الذہن کے خلاف اور اپنے علم و اعتقاد بلکہ نفس الامر کے بھی مخالف کسی
مضمون کو اپنے الفاظ میں بیان کریگا وہ بیشک اُسی کی کلام لفظی کہلائے گی ہاں اگر کوئی
کلام نفسی میں توسع کر کے اُس سے مراد معانی حاصلہ و متصورہ لینے لگے علم و اعتقاد متکلم کے
موافق ہوں خواہ مخالف تو پھر مولف ثانی کا یہ فرمانا بجا ہو سکتا ہے کہ کلام لفظی و نفسی میں
مطابقت ضروری ہے کیونکہ جو مضمون متکلم کو معلوم نہو اور اسکے تصور کی متکلم کو نوبت نہ آئی ہو
تو وہ مجہول مطلق ہوگا جسکے ساتھ تکلم و اخبار کا متعلق ہونا بدیہی البطلان ہے لیکن یہ مطابقت
ہمکو اصلا مضر نہیں ہو سکتی کیونکہ علم واجب بالمعنی المعلوم جملہ امور صادقہ و کاذبہ حتے کہ
مستحیلات ذاتیہ کے ساتھ بھی متعلق ہے حق تعالیٰ شانہ کو جیسے لا الہ الا اللہ کے مضمون صادق
کا علم ہے ایسے ہی نصاریٰ کی تثلیث باطلہ اور اُن کے اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ کے اعتقاد رکھنے کا
بھی علم ہے تو جب کل مطالب صادقہ و کاذبہ کو اسکا علم محیط ہوا اور بطور توسع کلام نفسی بھی اُس وقت
یہی مراد ہے تو اب جو کلام لفظی صادق یا کاذب فرض کیجائیگی وہ ضرور کلام نفسی بالمعنے المعلوم کے مطابق
ہوگی جب بحمد اللہ یہ امر ثابت ہوگیا کہ ہر ایک کلام لفظی کے لئے کلام نفسی کے ساتھ مطابقت
بیان مرقومہ مولف عجالہ ہرگز ضرور نہیں تو اب مدعائے مولف موصوف جسکے ثبوت کو وہ درپے
تھے پھر ثابت نہ ہو سکا گو ہم نے اُن کی خاطر سے کلام نفسی سے معانی موضوعہ الفاظ مراد
لے لئے تھے اور اُن میں کذب کا امتناع ذاتی بھی علی الاتنزل تسلیم کر لیا تھا مگر اسکو کیا کیجئے کہ

toobaafoundation.com

کلام لفظی و نفسی میں مطلقاً باہم مطابقت ضروری نہیں اگر ہے تو فقط کلام مطابق لاعتقاد المتکلم میں تطابق قابل تسلیم ہے اور اگر کلام نفسی میں توسع مانکر مطابقت کو ضروری کہا بھی جائے تو پھر بھی اُس کا تسلیم کرنا ہمکو اصلا مضر نہیں کما مر اور دیکھئے جو حضرات کلام نفسی کی ذریعہ کلام لفظی میں کذب کا امتناع ثابت کرتے ہیں اُنکی بارہ میں علامہ چلپی شرح مواقف کے حاشیہ میں فرماتے ہیں وفیہ نظر لان کون الالفاظ والعبارات دوال بالنسبۃ الی الکلام النفسی لثابت صدقہ بالدلیل المذکور فرع امتناع الکذب فی الکلام اللفظی کما لایخفی فبناء امتناع الکذب فیہ علی کونہا دوال علیہ دور یعنے کلام نفسی مسلم الصدق کیلئے الفاظ وعبارات کو دال کہنا کلام لفظی کے امتناع کذب پر متفرع ہے سو اب اس دلالت و مطابقت کی وجہ سے کلام لفظی میں امتناع کذب ثابت کرنا دور صریح ہے اس کلام سے بالتصریح ثابت ہوتا ہے کہ ہر کلام لفظی کیلئے کلام نفسی کیساتھ مطابق ہونا ضروری نہیں مطابقت مذکورہ قابل تسلیم ہے تو فقط اُس کلام لفظی میں ہے کہ جسکا امتناع کذب اول قبول کر لیا جائے جس سے بالوضاحت سمجھ میں آتا ہے کہ مطابقت مع الکلام النفسی کو کلام لفظی کی حقیقت میں داخل کرنا ہرگز درست نہیں وہو المدعا اب اس ارشاد فاضل چلپی پر یہ خلجان ہوتا تھا کہ جب کلام لفظی کے دال کہنے سے دور لازم آتا ہے تو اعلام مصنفین اپنے ارشادات میں کلام نفسی و لفظی جناب باری کے دال و مدلول ہونیکی تصریح کیوں فرماتے ہیں سو اس خلجان کے دفع کی غرض سے فاضل چلپی فرماتے ہیں والاصحاب انما قالوا بکون الکلام اللفظی دلیلا علی المعنی النفسی القائم بذاتہ تعالیٰ فی نفس الامر بعد ما تقرر عندہم من امتناع الکذب فیہ یعنی جن حضرات متکلمین نے کلام لفظی کو دال اور معنی نفسی کو مدلول فرمایا ہے اُنکی غرض امر واقعی کا بیان فرمانا ہے کلام نفسی کے امتناع کذب سے کلام لفظی میں امتناع کذب ثابت کرنا اُنکو منظور نہیں بلکہ امتناع کذب کلام لفظی اول اُنکے نزدیک ثابت ہو چکا ہے اسکے بعد کلام لفظی کو دال فرما رہے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی کلام لفظی کو بدلیل دیگر صادق مان کر کلام نفسی پر دال کہنے میں کوئی خرابی نہیں اور علماء متکلمین کی یہی غرض ہے ہاں قابل انکار یہ ہے کہ کلام لفظی کو دال کہہ کر اُسکا امتناع کذب اُسپر متفرع کیا جائے جیسا مؤلف عجالہ نقل کر رہے ہیں اُسکی مثال بعینہ ایسے سمجھئے جیسا کتب کلامیہ میں برابر موجود ہے کہ جملہ افعال باری کا

toobaafoundation.com

موافق حکمت ہونا مسلم وضروری ہی تو اسکا مطلب حسب بیان مولف عجالہ یہ ہونا چاہئے کہ فعل خلاف حکمت ممتنع بالذات ہے کیونکہ جو فعل خلاف حکمت ہو اسکو حسب اقوال علمار بوجہ مخالفت حکمت فعل باری ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ افعال باری کا مطابق حکمت ہونا ضروری ہے تو جو معنے اس ارشاد علمار کے لئے جاتے ہیں وہی معنی ارشاد سابق کے لیے لیجئے اور اگر ان امور سے قطع نظر کر کے صاحب عجالہ کے اس قول کو ہم تسلیم کرلیں کہ کلام لفظی جناب باری میں والات و تطابق مذکورہ بالا ضروری لازم ہے تو پھر بھی بحمد اللہ ہم کو کوئی وقت پیش نہیں آتی کیونکہ مولف موصوف کے اشکال کا خلاصہ اسوقت کل یہ ہوگا کہ جب کلام لفظی ونفسی میں تطابق فی الصدق والکذب ضروری ہوا ادھر کلام کو ممتنع الکذب تسلیم کر رکھا ہے تو اب کلام لفظی کو ممتنع الکذب کہنا خود بخود لازم آجائیگا ورنہ یا تو کلام نفسی کو بھی غیر ممتنع الکذب کہنا پڑیگا یا جسکو دال کہتے تھے وہ دال نہ رہیگا اور اسوجہ سے اب اسکو کلام لفظی واجب تعالی کہنا ہی باطل ہو جائیگا کیونکہ ہر دو کلام میں اگر تطابق مذکور نہ مانا جائیگا تو جسکو کلام واجب تعالی کہا تھا وہ بوجہ عدم انطباق کلام واجب نہ رہیگی اور اگر تطابق تسلیم کیا جاتا ہی اور باوجود اسکے کلام لفظی کو غیر ممتنع الکذب کہا جاتا ہی تو امکان کذب کلام نفسی بھی ماننا پڑتا ہے سو اسکے جواب میں ہم شق ثانی یعنی انطباق بین الکلامین کو تسلیم کر کے یہ عرض کرتے ہیں کہ عدم صدق کلام لفظی مذکور فی نفسہ علی حالہ مقدور واجب ہے حالت انطباق میں وہ مقدوریۃ ذاتیہ جاتی نہیں رہی لیکن کذب کلام مذکور بدون کذب کلام نفسی بوجہ علاقہ دلالت وانطباق چونکہ کسیطرح محقق نہیں ہو سکتا اور کذب کلام نفسی کو ممتنع بالذات مان رکھا ہے تو اب اس کی وجہ سے کذب کلام لفظی کو بھی ممتنع ضرور تسلیم کیا جائیگا گو فی حد ذاتہ کذب مذکور مقدور قدرت قدیمہ تھا تو اب بوجہ تسلیم انطباق اسکا کلام واجب ہونا بھی مسلم رہا اور کلام نفسی کا امکان کذب بھی لازم نہ آیا اور اسکی مثال بعینہ ایسی سمجھئے کہ کوئی متوہم یہ کہے کہ جب معلول اول کا عدم انفکاک ذات واجب سے ضروری ہی تو اب لامحالہ معلول کے وجود کو واجب اور اسکے عدم کو ممتنع بالذات کہنا پڑیگا کیونکہ معلول کے عدم کو اگر ممکن بالذات کہوگے تو یا تو معلول اول معلول نہ رہیگا اور یا واجب تعالی کے لئے امکان ذاتی تسلیم کرنا پڑیگا اسلئے کہ معلول کے عدم کو اگر ممکن کہتے ہیں تو

toobaafoundation.com

پھر اس کی علت تامہ یعنی ذات واجب کو بھی اگر ممکن کہا جاتا ہے تو اس سے زیادہ بدیہی البطلان
اور کیا امر ہوگا کہ واجب بالذات کے امکان ذاتی کو تسلیم کر لیا گیا اور اگر علت تامہ کو واجب
لذاتہا کہتے ہیں تو بوجہ وجوب علت و امکان معلول وہ انفکاک جو مابین علۃ و معلول مستحیل سمجھا
گیا تھا لازم آتا ہے جسکی وجہ سے معلول اول معلول ہی نہیں رہ سکتا سو اہل فہم پر ظاہر ہے کہ اسکا
جواب یہی ہوگا کہ علت تامہ کو واجب لذاتہا کہنے میں ہرگز تامل نہ کیا جائے اور اسکی وجہ سے معلول
کو بھی واجب کہا جائے لیکن معلول اول بحالت تحقق علت تامہ بھی فی حد ذاتہ ممکن ہے واجب لذاتہ
نہیں بن گیا تو اب معلول کی معلولیت میں بھی سر مو فرق نہ آیا اور علت تامہ واجبہ کے امکان کا بھی
خدشہ باقی نہ رہا اور ان تمام امور سے قطع نظر کر کے یہ عرض ہے کہ ہمارا مدعا تو فقط یہ تھا کہ حق تعالیٰ
شانہ بالنظر الی القدرۃ کلام لفظی کاذب کے عقد و تنزیل پر قادر ہے اسکو کلام نفسی پر دال و منطبق کیجیے
یا نہ کیجئے چنانچہ تقریرات سابقہ و بیان منشا نزاع میں معروض ہو چکا ہے تو اب مولف عجالہ جو کچھ
فرما رہے ہیں ہماری اصل غرض کے اصلا مخالف نہیں بلکہ در صورت حدوث کلام لفظی جس کے
بنا پر کلام ہو رہی ہے خود مولف عجالہ بھی جملہ کاذبہ کے عقد و تنزیل پر واجب تعالیٰ کو قادر تسلیم کر رہے
ہیں جو ہمارا اصلی مقصود تھا والحمد للہ علی ذلک غایۃ ما فی الباب حسب بیان صاحب عجالہ
یہ کہنا پڑیگا کہ اس کلام کو کلام الٰہی کہنا باوجود عدم انطباق مذکور توسعاً و مجازاً ہے بوجہ عدم
انطباق حقیقۃً اسکو کلام الٰہی نہیں کہہ سکتے سو مولف ثانی اول اس امر کا اقرار فرما لیویں کہ حق تعالیٰ
کلام کاذب کی تالیف و تنزیل بلاواسطہ پر قادر ہے اسکے بعد ہم بھی بپاس خاطر مولف مذکور انطباق
مذکور کو کلام لفظی کے لئے ضروری مانکر یہ تسلیم کر لیں گے کہ وہ کلام لفظی کاذب مجازاً کلام الٰہی کہلائیگی
اور اس میں ہم کو کچھ مضرت نہیں آخر کلام لفظی صادق کو بھی اکثر علما بوجہ تالیف و انطباق مجازاً
کلام الٰہی فرماتے ہیں خود مولف بھی اس مجازیت کے قایل ہیں تو اب پیش ازیں نیست کہ کلام
کاذب کو بھی بوجہ علاقہ تالیف مجازاً کلام الٰہی کہہ دیا عقد و تالیف جو اصل منشا کلام لفظی ہے
کیا اسکو کوئی عاقل اطلاق مجازی کی صحیح ہونے سے بھی خارج کر دیگا بالجملہ در صورت حدوث
کلام لفظی جو کہ سلف و خلف اہل سنت کا مذہب ہے کلام لفظی کے کذب کو ممتنع بالذات اور اسکو
غیر مقدور واجب تعالیٰ قرار دینا محض توہم و خیال ہے بنظر انصاف ہر پہلو سے اسکا ابطال

toobaafoundation.com

مترشح ہوتا ہے مولف عجالہ نے اپنی طرف سے ایجاد کر کے دلالت وانطباق کو کلام لفظی کے اندر معتبرہ
وضروری بنایا مگر تقدیر سے کسی طرح کام نکلا والحمد ۔ جب اہل فہم پر واضح ہو گیا کہ اس شق کی
مطابق بہر طور ہمارا ہی مدعا ثابت ہوتا ہے جو کہ ہمارا عین دعوی تھا اور علامہ ٹونکی نے جو اس
شق پر اپنے حصول مدعا میں جد وجہد فرمائی ہے سب بے سُود اور جوش معقول کا ثمرہ ہے تو اب
اسکے بعد اہل فہم سے تو امید ہے کہ تقریر احقر کو ملاحظہ فرما کر مولف مذکور کے اُن خدشات کی
وجہ سے کہ جو خدشات انہوں نے اس موقع پر بیان فرمائے ہیں انشاء اللہ کسی خلجان میں مبتلا
نہ ہونگے بلکہ اُن کے جوابات خود سمجھ لیں گے لیکن اہل معقول کی انصاف پرستی و مغالطہ
دہی کے خوف سے اُن خدشات کا جواب بھی بقدر ضرورت عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے
اسلئے عرض ہے کہ اول مولف عجالہ نے شرح عقاید وغیرہ کی یہ عبارت نقل فرمائی ہے القرآن کلام اللہ
یطلق بالاشتراک او الحقیقۃ والمجاز علی الکلام النفسی القدیم ومعنی الاضافۃ کونہ صفۃ لہ تعالی
وعلی اللفظی المولف من السور والآیات ومعنی الاضافۃ انہ مخلوق لہ تعالی لیس من تالیف المخلوقین
چنانچہ عنقریب احقر اپنی تقریر میں اس عبارت کی کیفیت عرض کر چکا ہے سو پروفیسر تحریر نے
اس عبارت کو تحریر فرما کر یہ دعوے کیا ہے کہ اس عبارت کی ظاہری معنی بالکل غلط ہیں کیونکہ
ظاہر عبارت کیموافق کلام الٰہی ہونے کے لئے اگر کسی کلام کا صرف مخلوق باری ہونا اور تالیفات
مخلوق سے نہ ہونا ہی کافی ہوگا تو جملہ صفات قائمہ بالممکنات مثل کذب و عجز و جہل وغیرہ کو بھی ذات
واجب کی طرف منسوب کرنا درست ہونا چاہیئے لیکن پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد سراسر غلط و بیاصل
ہے کوئی عاقل اسکو تسلیم نہیں کر سکتا اگر شارح موصوف فقط مخلوق ہونیکو مدار اضافہ فرماتے تو بھی
اس قسم کا خدشہ پیش کرنا کسی قدر بجا تھا مگر اب تو بالتصریح شارح ممدوح ومعنی الاضافۃ انہ
مخلوق لہ تعالی لیس من تالیفات المخلوقین فرما رہے ہیں اور احقر پہلے عرض کر چکا ہے کہ بنظر
تامل منشاء اضافت فقط تالیف ہی معلوم ہوتا ہے اضافت مذکورہ میں وصف خلق کو ہرگز
دخل نہیں اور مولف نے یہ غضب کیا کہ ظاہر اس عبارت کا یہ مطلب اختراع کر لیا کہ منشاء اضافہ
فقط مخلوق ہونا ہی جسکی وجہ سے عجز و جہل عباد کا بھی بوجہ مخلوقیت ذات واجب کی طرف منسوب
ہونا لازم آئیگا بالجملہ ظاہر عبارت علامہ وغیرہ میں اصلا اشکال نہیں اُن کا مطلب فقط یہ ہے

toobaafoundation.com

کہ کلام لفظی قرآنی چونکہ مخلوق باری ہے اور اُسی کی تالیف بلاواسطہ سے محقق ہونیکی نوبت
آئی ہے تالیف مخلوقین کو اصلا اُس میں دخل نہیں اسلئے اُسکی اضافت واجب تعالیٰ کی
طرف صحیح ہے بخلاف اور کلاموں کے کہ ہرچند وہ بھی مخلوق باریتعالیٰ ہیں مگر چونکہ تالیف عباد کو
اُن کے تحقق میں دخل ہے اسلئے واجب کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی اور یہ مطلب شارح کا
بااعتبار آئے اس سے یہ سمجھنا کہ عجز و جہل ممکنات بھی نعوذ باللہ واجب تعالیٰ کی طرف منسوب ہوسکیگا اُنکی
معقول ہی کا کمال ہے اسکے بعد مولف فہام کو کسیقدر تنبہ ہوا تو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس موقع میں ہکم
یہ جواب دے کہ نظم قرآنی پر کذب و عجز امثلہ کو قیاس کرنا اور اول کی صحت اضافت سے دوسرے
کی صحت اضافت کا قایل ہونا باطل ہے کیونکہ اول یعنی نظم قرآنی تو جناب باریتعالیٰ کی اُن
محدثات و مخلوقات میں ہیں کہ جنکے حدوث میں عباد کے تصرف و کسب کو کچھ دخل نہیں بخلاف
امر ثانی یعنی کذب و جہل و عجز عباد کے کہ ہرچند وہ بھی مخلوق واجب ہیں لیکن ظاہر ہے کہ
اُنکے تحقق میں کسب عباد بھی ساتھ لگا ہوا ہے تو اسکا جواب ہماری طرف سے یہ ہوگا کہ اس
فرق سے اشکال مذکورہ سابقہ بخوبی مرتفع نہیں ہوسکتا کیونکہ اخبار صحاح میں ذیب و بقر و اشجار
و احجار کا تکلم وارد ہے اور یہ امر واضح ہے کہ اس تکلم میں کسب عباد و قدرۃ ناس کو اصلا دخل نہیں
تو اب ضرور اس قسم کی تمام کلامیں مثل نظم قرآنی کلام واجب تعالیٰ میں معدود ہونگی جو بالاجماع
باطل ہے تو اب یہ امر محقق ہوگیا کہ کلام واجب ہونے کے لئے فقط یہ امر کافی نہیں کہ تالیفات
مخلوقین میں سے نہ ہو ورنہ کلام جمادات و نباتات حسب بیان سابق کلام باری کہلاینگی بلکہ
کسی کلام کے مضاف الی الباری ہونے کے لئے ضرور ہے کہ وہ دال و منطبق بھی کلام نفسی
پر ہوتا وقتیکہ دلالت و انطباق محقق نہوگا اُسوقت تک کسی کلام کو متکلم کی طرف منسوب کرنا درست
نہ ہوگا اگرچہ خلق و تالیف سب کچھ موجود ہو الغرض کہانتک عرض کروں مولف نے اس مقام پر اپنی
دانست میں خوب ہی تحقیق و تدقیق فرمائی ہے اور سغیر اور بکبیر ہونیکا حق ادا کردیا ہے مگر اہل فہم جانتے ہیں کہ مولف
ثانی کی تمام سعی ہو انشاء اللہ تنا نفع بھی متوقع نہیں جسکو کوہ کندن و کاہ بر آوردن کا ہی مصداق بنا دیجئے دیکھئے
نسبت عجز و کذب و جہل الی الباری کا اشکال جو اُنہوں نے پیش کیا تھا اس سے تو خود دست بردار ہوگئے
اب فقط یہ خلجان ہے کہ کسی کلام لفظی کا تالیف مخلوق سے نہونا اگر اُس کلام کے منسوب الی الباری

toobaafoundation.com

ہونے کے لئے کافی سمجھا جائے تو تمام حیوانات و نباتات و جمادات کی کلام جو صحاح
اخبار میں محقق ہیں جناب باری کی کلام لفظی کہنے پڑینگی اور اس نسبت میں نظم قرانی
کے مماثل سمجھی جائیں گی جو بالاجماع باطل ہے مگر اس خلجان کے واہی ہونے میں انشاءاللہ
کسی صاحب فہم کو خلجان نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ امر تو ظاہر ہے کہ تالیفات مخلوق شمع ہونے
سے یہ غرض ہے کہ صرف تالیف جناب باری ہو تو اب ہماری غرض سابق کی مطابق
جناب باری کی کلام لفظی وہ کہلائیگی جو تالیف واجب تعالیٰ سے موجود ہوئی ہو مخلوق
کی تالیف کو اسکے تحقق میں دخل نہ ہو اب اتنی بات سے جمادات و نباتات و حیوانات
کی کلام کا نظم قرانی کے مماثل ہو جانا اور اسکو کلام لفظی جناب باری کہنا معلوم نہیں
مؤلف تحریر نے کیونکر سمجھ لیا فقط ایک قضیہ سے نتیجہ نکال لینا خاص ماہران معقول
کی کرامت ہے فقط یہ امر تو ہم نے تسلیم کر لیا کہ جس کلام میں تالیف مخلوق کو دخل
نہ ہو یعنی بوجہ تالیف جناب باری انعقاد پذیر ہوئی ہو اسکو کلام لفظی جناب باری
کہا جائیگا اب اسکے ساتھ تاوقتیکہ دوسرا قضیہ بطور صغریٰ ملحق نہ ہو مولف عجالہ کا نتیجہ
کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا جسکا کہیں نشان بھی نہیں مثلاً یوں کہا جائے کہ کلام
حیوانات و نباتات وغیرہ میں تالیف مخلوقین کو اصلا دخل نہیں یعنی مولفہ جناب باری
ہے اور جس کلام میں تالیف مخلوق کو دخل نہو یعنی مولفہ جناب باری ہو وہ کلام کلام جناب
باری شمار کی جائیگی جسکا نتیجہ حسب ارشاد مولف ثانی یہ حاصل ہوگا کہ کلام حیوانات و نباتات وغیرہ
حق تعالیٰ کی کلام لفظی کہی جائیگی مگر صغریٰ کے ثبوت کی کوئی دلیل پروفیسر صاحب نے بیان نہیں
کی اب انکو چاہئے کہ کسی دلیل قوی سے نہو سکے تو ضعیف ہی سے اس امر کو ثابت فرماویں کہ
حیوانات و نباتات میں قوۃ تالیفیہ ہونی محال ہے اسلئے جو کلام ان سے صادر ہوگی چونکہ وہ کلام بوجہ تالیف
باریتعالیٰ محقق ہوئی ہے اسلئے اسکو کلام باری کہنا پڑیگا وونہ خرط القتاد خیر اہل فہم تو انشاءاللہ
جو امر واقعی ہے اسکے فہم میں اس قسم کے خدشات سے کسی قسم کے خلجان میں نہ پڑیں گے
بلکہ سمجھ جائینگے کہ مستعدان معقول کی یہ کچھ باتیں انہیں حضرات کی کرامت پر دال ہیں
کہ جن کو صاحب مزدار یہ فرمارہے ہیں مگر اور صاحبوں کی خدمت میں بطور قاعدہ کلیہ

toobaafoundation.com

یہ عرض ہے کہ کلام بہایم وجمادات ونباتات میں یہ امر ملحوظ رہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ اُن میں
قوت تالیفیہ عطا فرماوے اور اُس کی وجہ سے بہایم ونباتات سے کوئی کلام ظاہر ہو تو لامحالہ
اُس کلام کو حسب قاعدہ معروضہ سابقہ بوجہ علاقہ تالیف بہایم ونباتات کے کلام بالضرور
کہنا ہوگا اور اگر کلام مولفہ جناب باریتعالیٰ بہایم وجمادات سے اسطرح پر صادر ہو کہ وہ محض محل
ظہور وآلۂ اظہار مثل شجرہ طور ہوں تو وہ کلام بیشک جناب باری کی طرف منسوب ہوگی کما ہو
مصرح فی کلام الاعلام اب اس عرض سے بشرط فہم بحمد اللہ دونوں امر مذکورہ سابقہ ہمارے موافق
بالبداہتہ نظر آتے ہیں یعنی جیسا یہ ثابت ہوگیا کہ کلام لفظی کسی متکلم کی طرف حقیقت میں بوجہ
علاقہ تالیف منسوب ہوا کرتی ہے ایسے ہی یہ محقق ہوگیا کہ پروفیسر زید وعمرو نے کلام بہایم
وغیرہ سے جو اسپر اعتراض تراشا تھا اُسکا مبنی تعصب وعدم تامل ہے اور اگر اسپر بھی بس نہ ہو
اور تفصیل معروضہ احقر ناگوار خاطر ہو تو لامحالہ کلام جمادات وغیرہ کو یا مطلقا کلام باری کہنا ہوگی
اور یا علی العموم جمادات وغیرہ ہی کی کلام قرار دوگے اول صورت میں انطقنا اللہ مقولہ جلود جو
کلام مجید میں مذکور ہے اور مقولہ ذیب ومن لہا یوم السبع اور مقولہ بقر انی لم اخلق
لہذا جو احادیث میں مروی ہے اور اسکی امثال سب کو کلام باریتعالیٰ کہنا پڑیگا جو کسی
بدفہم سے بھی متصور نہیں اور صورت ثانی میں انی انا اللہ رب العالمین کو بھی مقولہ شجر
کہنا پڑیگا جو کسی سے متوقع نہیں سو جو صاحب تفصیل معروضہ احقر سے منکر ہوں اُن کو
چاہئے کہ ان صورتوں میں وجہ فرق بیان فرماویں اور جو کچھ ارشاد ہو تو اقوال اکابر کی توافق
وتخالف کا بھی لحاظ رہے محض اجتہاد کی نہ ٹھہرے اور یہ نہ ہوسکے تو پھر بروے عقل ونقل بھی
واجب ہے کہ معروضہ احقر کو جو اقوال اکابر سے مستفاد ہے تسلیم فرماویں اور موانع نفسانیہ
پر لاحول پڑھیں شعر؎ ور فلسفہ سے گر کبھی ملے مہلت ٭ تو امر حق کی طرف بھی نظر خدا کے
لئے ٭ اخیر میں یہ امر بھی قابل لحاظ اہل انصاف ہے کہ پروفیسر موصوف جب بالتصریح کلام اشجار
وجمادات میں مطلقاً کسب مخلوقات کو دخل نہیں مانتے تو ضرور ہے کہ تالیف واجب تعالیٰ
کو متصرف مانیں گے کیونکہ یہ امر بالبداہتہ باطل ہے کہ بلا تالیف کلام مولف ہوجائے
بالخصوص اس صورت میں کہ جب بسایط کلام کے حدوث کو تسلیم کر رکھا ہے اور جب

toobaafoundation.com

تالیف مخلوقات کو اس میں دخل نہیں تو بالضرور تالیف واجب سے اُسکا ترکب و تالف ماننا پڑے گا تو اب پروفیسر لاہوری کی تحقیق کے موافق ضرور ہوا کہ نباتات و بہایم و جمادات کی کلام کو مطلقاً مولفہ جناب باری کہا جائے ادہر یہ امر بالبداہۃ واجب التسلیم ہے کہ کلام صادرہ عن الحیوانات والجمادات میں وقوع کذب نہ ممتنع بالذات ہے نہ ممتنع بالغیر حتے کہ بعض نصوص قطعیہ بھی اسپر شاہد ہیں تو اب مولف ثانی کے قول کے موافق بوضاحت تامہ یہ امر محقق ہو گیا کہ کلام لفظی مولفہ جناب باری میں کذب نہ ممتنع بالذات ہے نہ ممتنع بالغیر سو جو حضرات کہ اہل حق کو فقط امتناع ذاتی کے انکار پر مزدار یہ فرماتے ہیں اب دیکھئے کیا فتوے لگاتے ہیں یہ غیرت خداوندی اور کرامت اکابر دین کا ظہور نہیں تو کیا ہے کہ ایسے مخاصم کیسی سہولت کے ساتھ پہلے تو اس امر کو تسلیم کر چکے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ عقد و تنزیل جملہ کاذبہ پر قادر ہے فقط انطباق علی الکلام النفسی کی وجہ سے اُن کے نزدیک مستحیل بالذات ہے جس کی کیفیت معروض ہو چکی ہے اور اب اُن کی کلام سے اچھی طور پر یہ بات معلوم ہو گئی کہ تالیف کلام کاذب جسکو مقدور واجب تعالیٰ مان چکے ہیں اُس کو امتناع غیری بھی لاحق نہیں ہوا باقی یہ یاد رہے کہ حضرت مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ اور اُن کے اتباع کا اصل میں یہی مدعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تالیف و تنزیل کلام کاذب پر قادر ہو کر بوجہ مخالفت حکمت اُسکا کبھی ارادہ نہیں فرماتا چنانچہ مولانا ممدوح کا یہ فقرہ مکرر معروض ہو چکا ہے "چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقای آن بر ملایکہ و انبیا رخارج از قدرت الٰہیہ نیست" - پھر فرماتے ہیں "کذب مذکور را مے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر است" - سو الحمد للہ کہ اتنی بات کو صاحب عجالہ مع شئے زاید تسلیم فرما رہے ہیں کما مرپھر معلوم نہیں کہ خلاف کس چیز میں ہے جو فضلاء معقول خدام حضرت شہید سے لڑنے کو موجود ہیں اس موقع پر ہمکو حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید کا ارشاد یاد آتا ہے **شعر** بلوح تربت من یافتند از غیب تحریرے + کہ ایں مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے ۔ اور مولف عجالہ کا یہ فرمانا کہ بدون انطباق مذکور کسی کلام کو جناب باری کی کلام لفظی نہیں کہہ سکتے بشرط فہم عذر گناہ بدتر از گناہ ہے اول تو احقر عنقریب لکھ چکا ہے کہ یہ قید خلاف عقل و نقل مولف علام کا محض

toobaafoundation.com

اجتہاد ہے اور اُن کے جملہ عذرات کا بار د ہونا ثابت کر چکا ہے اور بعد تسلیم کذب کلام لفظی کا امتناع ذاتی پھر بھی قابل تسلیم نہیں اور سب سے بڑھ کر یہ امر ہے کہ جس کلام نفسی کے ساتھ انطباق ہے اسکا امتناع ذاتی کذب ابتک کسی دلیل سے ثابت نہ ہوا اور جس کلام نفسی کے کذب کو ہم ممتنع بالذات بالمعنی المعلوم تسلیم کرتے ہیں اسکے ساتھ کلام لفظی کا صدق و کذب میں منطبق ہونا قابل قبول نہیں چنانچہ یہ جملہ امور مفصلاً معروض ہو چکے ہیں اور ان سب امور سے قطع نظر کرنے کے بعد یہ عرض ہے کہ حضرت مولانا شہید اور اُن کے اتباع مصرح فرما رہے ہیں کہ مقدور تنزیل کلام مذکور مقدور و ممکن بالذات ہے اب قید مخترعہ مولف سے بالفرض اُس کا امتناع ذاتی اگر ثابت بھی ہو جاوے تو بشرط انصاف مدعای حضرت مولانا میں کوئی خلل نہیں اور اگر بوجہ بغض لله و قیفہ سنجان معقول سے حضرت شہید پر بدون اعتراض کئے صبر ہی نہیں ہوسکتا اور امور مذکورہ سابقہ سے اعراض کرکے یہی فرما دیں کہ بدون انطباق مذکور اسکو کلام الٰہی کہنا ہرگز درست نہیں تو یہی سہی ہم بھی بوجہ رفع نزاع و بپاس خاطر حضرات معقولین اپنے دلایل سے قطع نظر کرکے وضع مصلحت آمیز کو اختیار کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ واقعی اس لفظ میں تسامح ہوا آپ جیسے اور ہمارے مگر ان صاحبوں کو بھی لازم ہے کہ حضرت مولانا اور اُن کے موافقین کو مزداری اور خارج از اہل سنت کہنے سے تائب ہوں اور یہی کہیں کہ مولانا کا مطلب بہت درست ہے فقط ایک لفظ میں تسامح ہوا ہے چونکہ جملہ اہل عقل و نقل کی کلام میں یہ استعمال موجود ہے اسلیئے مولانا اور اُن کے اتباع بھی اس تسامح میں مبتلا ہو گئے اس میں تو صاحب عجالہ کو بھی کوئی امر موجب انکار نہیں اب تو اُن کے ارشاد کو ہم نے بعینہ قبول کر لیا اور ہمارا مطلب فقط یہ ہے کہ یہ صاحب تسلیم امر حق سے سرتابی نہ فرمائیں اور اپنا جی خوش کرنے کو جسکو چاہیں ملزم بنائیں اتنی بات ہم کو بھی ناگوار نہیں بقول شخصے شعر ؎ دو باتیں اگر سن لیں تو ہم سو گالیاں سہ لیں + ہمیں مطلب سے مطلب ہے وہ جو چاہیں ہمیں کہہ لیں + بالجملہ یہ امر خوب محقق ہو گیا کہ ہم جس امر کے امکان ذاتی و امتناع غیری کے قایل ہیں صاحب عجالہ اُس امر کی فعلیت

toobaafoundation.com

کو بھی تنزیہہ واجب کے مخالف نہیں سمجھتے اب جو صاحب کچھ فرمائیں سوچ سمجھ کر
فرمائیں اور یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ صاحب عجالہ کے ارشاد کے موافق جب
تالیف کلام کاذب مقدور باری ٹھیرے اور اس امر میں بمعہ شئے زائد وہ ہمارے موافق
ہوگئے تو اب الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالی محال کے ذریعے تالیف کلام کاذب
کو بالنسبت الی الواجب ممتنع کہنا چنانچہ آگے آتا ہے کسی طرح قابل قبول نہیں ہو سکتا
کیونکہ وہ تو صرف انطباق مذکور کو ممتنع فرماتے ہیں تالیف میں تو ہمارے موافق ہیں اور
عاقل کی باہم دو کلامیں موافق ہونی چاہئیں یہ امر عقل سے بعید ہے کہ تالیف کو یہاں تو
مقدور مان لیا جائے اور آگے چلکر اسکا امتناع ذاتی ثابت کیا جائے الحاصل مولف عجالہ
کا مطلقاً یہ فرمانا کہ کلام لفظی بوجہ انطباق معلوم کلام باری کہلاتی ہے ٹھیک نہیں ہے
بلکہ مبنی اُس کا صرف تالیف ہے کما مر البتہ جس قدر کلام بالفعل موجود ہیں یا ہونگے
اُن کا صادق و منطبق ہونا بیشک ضرور ہے کما مر چنانچہ جن صاحبوں نے ایسا فرمایا
ہے اُن کی اکثر کی کلام میں بالتصریح لفظ قرآن موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ
خاص کلام صادق کا حال بیان کرنا منظور ہے مطلق کلام لفظی کی کسی نے یہ تعریف
نہیں فرمائی چنانچہ عبارت فاضل چلپی جو پہلے گذر چکی ہے بالتصریح میری عرض کے
مصدق ہے اور مؤلف عجالہ کا عبارت چلپی کو غلط کہنا محض سینہ زوری ہے فاضل
چلپی کا یہ مطلب ہے کہ جس نے کلام لفظی کو کلام نفسی کے لئے دال کہا تھا کذب کلام
لفظی کے امتناع کو تسلیم کرنے کے بعد کہا تھا اور اب اُسکے ذریعے سے کذب کلام
لفظی کو ثابت کرنا مستلزم دور ہے اسکا جواب صاحب عجالہ نے کچھ نہیں دیا فقط
تلویح و شرح تحریر وغیرہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں جن سے قرآن شریف کے الفاظ کا
کلام نفسی پر دال ہونا ثابت ہوتا ہے یہ کسی نے نہیں کہا کہ علی الاطلاق کلام لفظی
اُسی کو کہتے ہیں جو نفسی پر دال ہو تو یہ عبارات اول تو فاضل مذکور کے مدعا کی مخالف
نہیں جب صاحب عجالہ تفصیل فرمائیں گے ہم بھی اس کی کیفیت مفصلہ انشاء اللہ
عرض کردینگے اور اگر مخالف ہیں تو بھی کچھ حرج نہیں فاضل چلپی کی یہ غرض ہے کہ اصل

toobaafoundation.com

میں اصحاب نے امتناع کذب کو تسلیم کرنے کے بعد کلام لفظی کو دال مانا تھا مگر بعض علماء دال ہونے کی وجہ سے امتناع کذب ثابت کرتے ہیں جو صریح دور ہے تو جن کی عبارت مولف نے نقل کی ہیں اُن پر بھی فاضل چلپی کی طرف سے دور کا الزام ہوگا صاحب عجالہ اُن کی طرف سے جواب دیں مگر حق اول امر ہے یعنی قید احترازی ہرگز نہیں بلکہ بیان واقع منظور ہے کما مر اسکے بعد مولف عجالہ فرماتے ہیں کہ شاید ہم پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کلام لفظی کا کذب نفس حد ذاتہ ممتنع نہ ہوا بلکہ بحیثیت انطباق اور بلحاظ دلالت مذکورہ اُسکا کذب ممتنع ہو رہا ہے پھر اُسکو امتناع ذاتی کیونکر کہہ سکتے ہیں کیونکہ حیثیت مذکورہ ایک امر عارضی ہے اُس کی وجہ سے جو امتناع آئیگا لا محالہ غیری ہوگا پھر اسکا جواب خوب بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کلام لفظی دو طرح پر ہے ایک تو مضاف الی اللہ جسکو کلام اللہ اور قرآن کہتے ہیں جو کہ کلام نفسی واجب تعالی پر دال ہے دوسرے وہ کلام لفظی جو کہ صرف مخلوق باری ہے اور دال علی کلامہ النفسی نہیں جسکو مخلوقات کی کلام کہئے اور حیثیت دلالۃ وانطباق ثانی سے اگرچہ خارج ہے مگر اول کے مفہوم میں داخل ہے تو اب یہ حیثیت کلام لفظی واجب تعالی میں چونکہ ماخوذ وملحوظ ہے اسلئے جو امتناع اس کی وجہ سے ہوگا اُس کو بالغیر نہ کہیں گے سب جانتے ہیں کہ شریک الباری میں امتناع بوجہ اضافہ الی الباری آیا ہے حالانکہ اُسکو امتناع بالغیر کوئی نہیں کہہ سکتا اور اُس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اضافت مذکورہ اگرچہ مفہوم شریک میں داخل نہیں لیکن من حیث انہ مضاف بے شک اضافت اس میں ماخوذ ہے اور اسی وجہ سے شریک کو ممتنع کہا جاتا ہے اور اُس کی نظیر ایسے سمجھئے جیسا ثلثۃ ثلثۃ میں وصفیۃ عرضیہ تھی لیکن ثلث مثلث میں چونکہ وصفیہ مذکورہ ملحوظ فی الوضع ہے اسلئے وصفیت اصلیہ ہوگئی تو اب بعینہ یہی ہم کہتے ہیں کہ حیثیت دلالۃ وانطباق اگرچہ کلام لفظی بالمعنی الثانی سے خارج ہے مگر کلام لفظی بالمعنی الاول میں چونکہ ملحوظ ہے اسلئے حیثیت مذکورہ امتناع ذاتی کے منافی نہیں ہوسکتی انتہی بخلاصتہ اقول حضرت نے مولف عجالہ کی جملہ تقریر کا خلاصہ اسی لئے

toobaafoundation.com

عرض کر دیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے کہ ان صاحبوں کا راس المال یہی بضاعۃ مزجاۃ
ہے انہیں خیالات و توہمات کے بھروسے پر اہل حق کو اہل سنت سے خارج اور اہل
اعتزال میں بصد فخر و مباہات داخل کرتے ہیں اور ان خیالات کے ابطال کے لئے
انشاء اللہ اہل فہم کو تو تقاریر گذشتہ ہی کافی ہونگی ہمارے مدعا کو ان امور سے بفضلہ
تعالیٰ کوئی مضرت نہیں مگر تاہم بنظر توضیح یہ عرض ہے کہ احقر مکرر عرض کر چکا ہے کہ اول
تو کلام لفظی میں دلالۃ و انطباق علی الکلام النفسی حسب مراد مؤلف ضروری نہیں کلام لفظی
ہونے کے لئے صرف تالیف کافی ہے اور علی سبیل التنزل تسلیم بھی کر لیں تو بھی کلام
لفظی کا ممتنع الکذب بالغیر ہونا ثابت ہوتا ہے امتناع ذاتی کسی طرح محقق نہیں ہوتا
مگر تعجب تو یہی ہے کہ معاندین مولانا الشہید فرط تعصب و سکر فلسفہ میں نہ خود تدبر کرتے
ہیں نہ کسی کی تنبیہ پر متنبہ ہوتے ہیں اور اپنی وضع پر قایم اور خلاف اہل حق پر ایسے مستحکم
ہو رہے ہیں کہ خواہ قواعد معقول کے خلاف ہو یا خود اپنے مسلمات کے معارض ہو تو بھی
اپنے دعوے سے ہرگز رجوع نہ فرماویں گے اس مختصر سی بات پر اس قدر جمنا اور اُس کی
تائید پر اتنا اڑنا اور امر واقعی کی طرف ادنے التفات بھی نہ کرنا ہم نہیں جانتے یہ
کس چیز کا اثر ہے دیکھئے مولف علام فقط اتنی بات پر کہ حیثیت دلالت و انطباق
کو کلام لفظی جناب باری کے مفہوم میں داخل سمجھ رہے ہیں اُسکے کذب کو ممتنع بالذات
بتلاتے ہیں حالانکہ دخول فی المفہوم کو تسلیم بھی کر لیجئے تو بھی امتناع ذاتی ہرگز ثابت
نہیں ہوتا کیونکہ یہ امر مسلمات بدیہیہ سے ہے کہ وجوب و امتناع ذاتی اُسی کو کہتے ہیں
جسکا منشا نفس ذات موضوع بلا لحاظ کسی جہت یا حیثیت زاید و علی الذات کے ہو
چنانچہ خود مولف عجالہ اصول مرقومہ ابتداے رسالہ میں وجوب و امتناع ذاتی کے بارہ
میں ہو ما لا یکون منشاءہ ومنبعہ الا نفس ذات الموضوع من حیث ھی بالتصریح فرما چکے
ہیں اور اہل علم پر ظاہر ہے کہ جو حیثیات و جہات مفہومات وضعیہ اصطلاحیہ میں داخل و ملحوظ ہوتی
ہیں ان کو نفس ذات میں کوئی عاقل شمار نہیں کرتا اور نہ اس درجہ کے وجوب و امتناع کو ذاتی
سمجھا جاتا ہے جملہ اہل معقول کے نزدیک مسلم ہے کہ بوقت ثبوت محمول الموضوع وصف

toobaafoundation.com

عنوانی کا تحقق ذات موضوع کے لئے ضروری نہیں ورنہ کل نایم مستیقظ کو باطل کہنا ہوگا
ادھر یہ امر بدیہی ہے کہ حالت انطباق و عدم انطباق میں کلام لفظی کی حقیقت و ذات متحد ہے
تو اب قضیہ الکلام اللفظی کاذب بالامکان ضرور مسلم ہوگا گو حالت انطباق میں بوجہ تسلیم امتناع کذب
کلام نفسی کذب کلام لفظی کو بھی ممتنع بالذات کہہ لیا جائے یعنی بالنظر الی ذات الموضوع جیسا کل نایم
مستیقظ کہنا درست ہے گو حالت نوم میں مستیقظ ہونا محال بالذات ہو ایسا ہی کلام لفظی کو بالنظر
الی الذات ممکن الکذب کہنا درست ہوگا اگرچہ حالت انطباق میں جسکو مولف بجالہ مفہوم کلام لفظی
میں داخل فرماتے ہیں کذب کا حمل اُسپر محال ہو کیونکہ حسب ارشاد مولف انطباق علی الکلام
النفسی جیسا مفہوم کلام لفظی میں داخل ہے اُس سے زاید مفہوم نائم میں وصف نوم معتبر ہے
اور جیسا کذب وانطباق علی الکلام النفسی میں تعارض ہے اُس سے کم نوم و تیقظ میں نہیں ہے
علاوہ ازیں اہل فہم پر روشن ہے اور مولف ثانی بھی مقر ہیں کہ کلام لفظی فی نفسہ صادق و کاذب
نہیں بلکہ بوجہ کلام نفسی اُس میں وصف صدق یا کذب آجاتا ہے تو جب اس قاعدہ کے موافق
جناب باری کی کلام لفظی میں صدق ذاتی نہوا بلکہ کلام نفسی سے مستفاد ہوا تو اب ظاہر ہے
کہ کلام لفظی کے صدق کو واجب لذات الموضوع نہیں کہہ سکتے اور جب اسکا صدق
واجب بالذات نہ ہوا تو اُسکا کذب کیونکر ممتنع بالذات ہوسکتا ہے اور وجوب و امتناع ذاتی
مبحوث عنہ کو تثلیث اور تثلث کی وصفیت پر قیاس کرنا بھی طرفہ تماشا ہے امور ذاتیہ
حقیقیہ واقعیہ کو امور لفظیہ اصطلاحیہ اعتباریہ پر قیاس کرنا کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے اگر
امتناع و وجوب ذاتی کی حقیقت بھی ایسی ہوتی جیسے صفیہ عرضیہ اصلیہ کی تو پھر یہ قیاس فرمانا
بجا تھا اور قیاس مذکور کو مان بھی لیجئے تو یہ مطلب ہوگا کہ کلام مذکور کے کذب کو مولف بجالہ
بوجہ اپنے اعتبار و اصطلاح کے ممتنعات ذاتیہ میں داخل کرتے ہیں اور ہم موافق حقیقت
و نفس الامر کے ممتنع بالغیر کہتے ہیں اس لئے دونوں قول میں تعارض نہ ہوا جو کسی کو اہل
سنت سے خارج کرکے مرداریہ بنائے اور صاحب بجالہ کا یہ فرمانا کہ شریک الباری
میں امتناع بسبب اضافہ الی الباری آیا ہے اور سب اسکو امتناع ذاتی کہتے ہیں تو
معلوم ہوا کہ اضافت کو امتناع ذاتی کے منافی کہنا درست نہیں ورنہ شریک الباری کے

toobaafoundation.com

امتناع کو بالغیر کہنا پڑیگا جو بالبداہتہ باطل ہے انکے عدم تحقق پر دال ہے کیونکہ یہ امر عقل سلیم کے نزدیک مسلم ہے کہ امور عارضہ خارجہ کی وجہ سے امور ذاتیہ میں ہرگز تغیر نہیں آسکتا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ عوارض و اضافات کے بدلنے سے حقیقت واحدہ کو واجب بالذات اور ممتنع بالذات اور ممکن بالذات سب کچھ بنا لیجئے اس میں شک کرنا فطریات کا منکر بننا ہے لیکن کبھی یہ ہوتا ہے کہ بعض مفہومات غیر معینہ فی الحقیقۃ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کی حقیقت کا تعین بذریعہ مضاف الیہ ہوتا ہے اور تغیر حقیقت مضاف الیہ اس کے تغیر حقیقت کے لئے سبب و علت ہوتا ہے مثلاً شریک و نظیر و اجتماع و ارتفاع و وجود و عدم وغیرہ مفہومات محضہ غیر معینہ میں یہی قصہ ہے کہ نفس الامر میں ان کے لئے حقیقت متاصلہ واحدہ معینہ ہرگز نہیں بلکہ بذریعہ مضاف الیہ اُن کی حقیقت معین ہوتی ہے ظاہر ہے شریک و نظیر باری واجب اور شریک و نظیر ممکن ہوگا علیٰ ہذا القیاس اوروں کو خیال فرما لیجئے تو اب یہ امر ہرگز متصور نہیں ہوسکتا کہ شریک مطلق کے لئے کوئی حقیقت معین کیجائے اور شریک باری ہو یا ممکن اُن سب میں وہ حقیقت معینہ واحدہ مشترک ہو البتہ مفہوم شریک سب میں مشترک ہے بالجملہ قاعدہ کلیہ بدیہیہ یہی ہے کہ فقط اضافات و عوارض کے بدلنے سے امور ذاتیہ میں تغیر نہیں آسکتا مگر جہاں کسی شئے کے لئے تغیر اضافات تغیر حقیقت کے لئے علۃ و سبب ہو تو وہاں بوجہ تغیر حقیقت امور ذاتیہ ضرور متغیر ہوجائیں گے صرف اضافات کے تغیر سے تغیر مذکور پیش نہیں آیا جو کسی کو مثل مولف ثانی کوئی اشتباہ پیش آئے اور اس کے دفعیہ کے لئے اضافۃ خاصہ کو مفہوم شریک میں من وجہ داخل ماننے اور من وجہ خارج یہ عذر بدتر از گناہ نہیں تو مماثل گناہ ہونے میں کچھ شک ہی نہیں بخلاف کذب کلام لفظی مبحوث عنہ کے کہ اُس میں تغیر اضافات سے تغیر حقیقت لازم نہیں آتا اول تو دیکھئے کلام لفظی خود امور موجودہ حقیقیہ میں ہی ہو دوسرے بالبداہتہ معلوم ہے کہ کلام واجب تعالیٰ اور کلام لفظی مخلوقات کی ایک حقیقت ہے اُسکے بسائط اور اُسکی بسایط متحد اُسکے حدوث و مخلوقیۃ کو خود اس شق میں مولف بھی تسلیم فرما رہے ہیں اور احقر بھی مقدمات وغیرہ میں بالتصریح عرض کر چکا ہے علیٰ ہذا القیاس یہ بھی معروض ہوچکا ہے کہ صدق و کذب خواہ کلام واجب

toobaafoundation.com

کی طرف منسوب کیا جائے خواہ کلام ممکنات کی طرف ہر دو حالت میں ایک ہی حقیقت ہوگی سو جب کلام لفظی اور اسکے صدق و کذب کی ہر دو حالت میں ایک ہی حقیقت ہوئی تو اب اسکو شریک الباری پر قیاس کرنا جس کی حقیقت ہر دو حالت مذکورہ میں بالبداہت مختلف ہوتی ہے محض ادعاے بے اصل ہے الحاصل کسی کلام لفظی کو زید عمرو وغیرہ ممکنات کی طرف منسوب کرنے میں جیسے حقیقت میں تغیر نہیں آتا ایسا ہی اگر اسکو ذات واجب کی طرف منسوب کیجئے تو بھی اسکی حقیقت میں تغیر تبدل اصلا نہ آئیگا البتہ تغیر اضافات ہر دو حالت میں مسلم ہے تو اب محض اضافات و عوارض کے بدلنے سے ایک حالت میں اُس کلام کاذب کی ذات کو ممتنع اور دوسری حالت میں ممکن ہرگز ہرگز نہیں کہہ سکتے اور ان سب قصوں سے قطع نظر کرکے ہم پوچھتے ہیں کہ حسب ارشاد علامہ تونکی جیسا کلام خبری کاذب بسبب عدم انطباق و دلالت مذکورہ کلام واجب کسی طرح نہیں ہوسکتی اور اسوجہ سے تکلم بکلام کاذب کو قدرت قدیمہ سے خارج کہتے ہیں ایسے ہی کلام انشائی میں بھی اُن اوامر و نواہی کو جو کہ خلاف حکمت ہیں بوجہ عدم تصور انطباق مذکور کلام الٰہی کہنا باطل ہونا چاہیئے اور اس وجہ سے اوامر و نواہی خلاف حکمت کے ساتھ تکلم واجب کو قدرت سے خارج اور ممتنع بالذات کہنا چاہیئے جو بالبداہتہ باطل ہے اور نیز علماء محققین اوامر و نواہی خلاف حکمت جیسے کہ آت باجتماع النقیضین کے تکلم کو قدرت قدیمہ میں داخل فرماتے ہیں صرف خلاف حکمت ہونے کی وجہ سے تکلم مذکور کو ممتنع فرمایا ہے جسکا نتیجہ وہی امتناع غیری نکلتا ہے جو اہل حق کا دعوے ہے تو اب انطباق و دلالت مذکورہ کے جو معنے یہاں لئے جاوینگے وہی بعینہ کلام خبری میں لے لیجئے کیونکہ انطباق مذکور جیسا کلام خبری میں ضروری فرمایا جاتا ہے ایسا ہی کلام انشائی میں بھی لابدی ہونا چاہیئے عرض جوابات کے بعد یہ گذارش ہے کہ صاحب مجالسہ نے کلام لفظی کو حادث مان کر جو کذب کا امتناع ذاتی ثابت کیا تھا اسکی کیفیت تو بحمد اللہ یہ احقر عرض کرچکا ہے کہ یہ خیال خام ہے اور جملہ امور پیش کردہ مولف کے جوابات متعددہ عرض کرچکا ہوں اب باقی رہی شق ثانی یعنے اگر کلام لفظی کو قدیم کہا جائے جسکو مولف مذکور سلف صالحین کا مذہب قرار دے

toobaafoundation.com

رہے ہیں تو اس صورت میں مولف ثانی اپنے مدعا کو بدیہی الثبوت سمجھ رہے ہیں مگر اول
تو یہی امر قابل لحاظ ہے کہ مولف عالم کا یہ دعوے محض اُن کا اختراع و احداث ہے سلف
صالحین ہرگز اس امر کے قایل نہیں بلکہ کلام لفظی یعنی حروف والفاظ کو جماہ محققین سلف و
خلف برابر حادث فرما رہے ہیں اور اُسکے منکر کو مبتدع اور ضال و جاہل وغبی کیا کیا کچھ
الفاظ سے یاد فرماتے ہیں چنانچہ بسط و تفصیل کے ساتھ یہ جماہ مضامین گذر چکے ہیں تو اب اگر
ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ قدم کلام لفظی کی صورت میں کذب کا امتناع ذاتی حسب ارشاد پروفیسر
صاحب ثابت و محقق ہے تو بروے انصاف اُنکو کوئی نفع نہیں اہل فہم تو اس امر کو اُسی
نظر سے دیکھینگے جس نظر سے بنار فاسد علی الفاسد کو دیکھنا چاہئے اور بپاس خاطر صاحبان
معقول خلاف عقل و نقل اگر ہم کلام لفظی کو قدیم تسلیم بھی کرلیں تو حسب مذہب عبداللہ بن
سعید القطان و جماعت متقدمین جو کہ تعلقات کلام کو حادث فرماتے ہیں چنانچہ اوراق سابقہ
میں احقر بھی عرض کر چکا ہے پھر بھی انشاء اللہ ہم کو کوئی وقت نہیں کیونکر یہ ظاہر ہے
کہ صدق و کذب تعلقات پر موقوف ہے اور تعلقات حادث ہیں تو صدق و کذب بدرجہ
اولی حادث ہوگا گو کلام قدیم ہو سو جب تعلقات حادثہ مقدور باری تعالی ہیں تو صدق
و کذب جو کہ اُن پر موقوف ہیں بالبداہتہ مقدور باری ہونا چاہئے جو کہ صدق کے وجوب
ذاتی اور کذب کے امتناع ذاتی کے صریح مخالف و معارض ہے اور فقط عبداللہ بن
سعید و جماعت متقدمین کی موافقت بھی اگرچہ اُن تہمتوں سے اتباع مولانا الشہید کو
حافظ و عاصم ہونی چاہئے جو تہمتیں کہ اہل معقول اپنی خوش فہمی سے تراش رہے ہیں لیکن
حسب معروضات احقر جو کہ مقدمہ کتاب میں گذر چکی ہیں جب یہ دیکھا جائے کہ عبداللہ
بن سعید و جمہور کے مذہب میں غالباً نزاع لفظی ہے تو پھر تو صلحاے امت پر تبرا گویوں کو
فکر انجام اور اصلاح کلام کی نہایت ضرورت معلوم ہوتی ہے علاوہ ازیں صدق و کذب
کلام خبری کے اوصاف اضافیہ میں شمار ہوتا ہے چنانچہ مقدمہ کتاب میں بھی عرض کر چکا ہوں
اور ہم بالبداہتہ دیکھتے ہیں کہ اعتبار و اضافہ کے تغیر سے کلام صادق کاذب اور کاذب
صادق ہو جاتی ہے تو اب گو کلام لفظی کو قدیم مان لیا جائے لیکن اس کے اوصاف اضافیہ

toobaafoundation.com

میں تغیر ہونا قدیم ہونے کی ہرگز معارض نہیں ہو سکتا جب صفات اضافیہ واجب تعالے
مثل قبلیۃ و بعدیۃ وغیرہ کا تبدل و انقلاب جملہ اہل حق کے نزدیک مسلم ہے تو او صاف
اضافیہ صفات میں انقلاب مذکور بطریق اولی قابل تسلیم ہونا چاہئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
کہ مبحث قدم و حدوث کلام لفظی جسکو مؤلف عجالہ کی تحقیق و تدقیق کا ثمرہ کامل اور انکے
رسالہ کا رکن اعظم کہئے پورا ہو گیا اور جملہ امور کا جواب تفصیلی معروض ہو چکا جس کے
مطالعہ کے بعد انشاء اللہ اہل فہم و انصاف سمجھ لیں گے کہ ہر دو معقولیین کی خامہ فرسائی
اور طوالت سے اہل حق کو کوئی مضرت نہیں ہوئی اور نہ اس قسم کی باتوں سے انکے
مذہب میں فتور و قصور ظاہر ہو سکے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا
وَمَا کُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ

بخیر

تمت

toobaafoundation.com

حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب عمّ فیضہٗ کی تصانیف

امداد السلوک مطبوعہ جدید	ترجمہ رسالہ مکیہ جو تصوف کا ایک مستند رسالہ ہے جس کو حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ ظلہم نے اوائل شباب میں بارشاد حضرت حافظ محمد ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ فرمایا تھا۔ فارسی	۴۰ر
ہدایۃ الشیعہ	ہادی علی لکھنوی شیعی کے دس سوالوں اور ایک اشتہار کا جواب نہایت مدلل دیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ رسالہ کئی بار چھپا مگر اب پھر کمیاب ہو گیا تھا اس لئے مع اصل اشتہار و سوالات پھر طبع کرایا گیا	۰۳ر
زبدۃ المناسک	ضروریات حج سب اس میں درج ہیں۔ بحمد اللہ مسائل حج میں ایسی جامع اور مفید کتاب تالیف ہوئی ہے کہ پہلے نہ ہوئی تھی۔ چھوٹی تقطیع پر مسافروں کی جیب میں رہنے کے لائق ہے اسکے آخر میں ضروری روزمرہ کی عربی بول چال بھی درج ہے	۳ر و ۳ہ
سبیل الرشاد	یہ رسالہ مسائل مختلفہ اہل حدیث و حنفیہ جہر آمین فاتحہ خلف الامام و تقلید وغیرہ کی تحقیق میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جس کو نہایت منصفانہ انداز پر ہونے کی وجہ سے موافقین و مخالفین دونوں نے تسلیم کر لیا ہے اردو میں	۱ر
لطائف رشیدیہ	بعض استفسارات متعلقہ آیات قرآنی کے جوابات ہیں مع فتوئی ثبوت پردہ مروجہ شرفائے ہند آیات و روایات و شرح حدیث مسلم شریف متعلقہ آخر رجل دخول الجنۃ یہ تحقیق بھی قابل دید ہے	۱۰ر
رسالہ کراہت جماعت ثانیہ	مسجد محلہ میں تکرار جماعت کی کراہت روایات فقہ و احادیث صحیحہ سے ثابت فرمائی ہے اور وہ عبارات کتب معتبرہ سے حل فرمائی ہیں کہ جن سے منکرین کراہت کو شبہ پیدا ہوتا ہے۔ صاف خط عمدہ کاغذ پر طبع جدید	۱ر
رسالہ تراویح	غیر مقلدین کا رد اور مذہب مقلدین کا احادیث صحیحہ سے اثبات بست رکعت تراویح کی بابت	۱ر
فتوے میلاد	یہ استفتا کا جواب ہے جس میں حضرت مولانا ممدوح اور بہت سے علما کے مفصل جواب بارہ مجالس مروجہ میلاد مذکور ہیں اس لئے آخر میں فیصلہ ہفت مسئلہ کی بابت ایک تحقیق بھی قابل دید ہے	۱ر
رسالہ جمعہ	اہل حدیث کے ایک فتوے کا جواب ہے جس میں انہوں نے احادیث و آیات سے اپنے نزدیک تحقیقات جمعہ در قرئے اور دیہات جمعہ براہل قریہ خوب جوہ و مدلل کر دکھایا تھا۔ اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا گیا ہے	۱ر
رسالہ وقف	اہل حدیث نے ثابت کیا تھا کہ اوقاف قرآنی جن پر جملہ قرائے و حفاظ کا عمل درآمد ہے بدعت ہیں حضرت مولانا نے اس کا جواب احادیث صحیحہ سے دیا ہے اور ان کا ثبوت باسند الصحیح روشن فرما دیا ہے	۰ر
فتوے الظہر	ظہر احتیاطی بعد الجمعہ کا جواب جہاں جمعہ ہو جاتا ہے وہاں احتیاط الظہر کی حاجت نہیں اور جس جگہ جمعہ درست نہیں ہے وہاں صرف ظہر با جماعت مثل اور ایام کے ادا کرنی چاہیئے	۔ر
ہدایۃ المعتدی	یہ رسالہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں آپ ہی اپنا نظیر ہے دیکھنے والا منصف موافق ہو یا مخالف اس کے مطالعہ کے بعد بخوبی سمجھنے پر قادر ہو جاتا ہے کہ قرأت فاتحہ خلف الامام پر کوئی دلیل نہیں ہے	۲ر و ۲ر
براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعہ	رد بدعت میں ایسی کتاب جامع اور مفید تحقیقات علمیہ و بیان معانی نصوص شرعیہ پر مشتمل ہے ہماری نہ سنی گئی نہ دیکھی گئی نظر تحقیق سے ہر کتاب کو دیکھ لینا اور اس کے مضامین پر حاوی ہو جانا سنت و بدعت میں امتیاز کافی و وافی ہے	۱۲ر
سبیل الیقین	تعلیم انگریزی کے زہریلے اثر کا تریاق۔ کاغذ دیسی ۱۲ر کاغذ چکنا	عہ
غرائب البیان	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب ہیں	۴ر
لطائف قدوسیہ	یہ کتاب بھی ایک قابل دید کتاب ہے	۳ر
ابو بجہ لدفع الفتنہ	یہ کتاب رد بدعت میں لاجواب ہے	۸ر
ترغیب الصلوٰۃ	نماز کے متعلق عمدہ کتاب ہے	۲ر
رسالہ علم غیب	علم غیب کے متعلق بے نظیر رسالہ	۔ر
مطرقۃ الکرامہ	رد شیعہ میں عجیب کتاب ہے	۸ر

المشتہر محمد یحییٰ تاجر کتب دینیات، گنگوہ ضلع سہارنپور

toobaafoundation.com

تالیفات حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نوّر اللہ مرقدہٗ

ضیاء القلوب	۳ر	جہاد اکبر	۱ر
تحفۂ روح	۲ر	ارشاد مرشد	۰ر
گلزار معرفت	۲ر	دردنامۂ غمناک	۰ر
مثنوی تحفۃ العشاق	۱۰ر	تصفیۃ القلوب ترجمہ ضیاء القلوب	۴ر

تالیفات حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

جس نے مولانا کی تقریر سنی ہوگی وہ جانتا ہی ہوگا اور جس نے نہیں سنی وہ آپ کی تالیفات سے دریافت کرسکتا ہے کہ آپ کو حق تعالیٰ نے کس درجہ کا علم و فہم عطا فرمایا تھا:-

آبحیات یہ عنایت کہیں نہیں سنی گئی، آپ نے سفر حج میں حضرت شیخ برحق کو سنا کر صلہ و تحسین کا خلعت لیا تھا۔ اس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات کا اثبات ہے .. عہ

ہدیۃ الشیعہ	عہ	یہ تینوں رسائل جواب اعتراضات شیعہ میں تالیف فرمائے ہیں۔
اجوبہ اربعین	عہ	
انتباہ المومنین	۱ر	
تقریر دلپذیر	عہ	ان دونوں میں دلائل حقانیت دین اسلام ہیں۔
حجۃ الاسلام مع تتمہ	۱۰ر	
مباحثہ شاہجہانپوری	۶ر	ان چاروں رسائل میں وہ مباحثے درج ہیں جو مولانا نے غیر مذہب والوں سے کئے، جواب عقلی کو دلائل سے روکیا۔ تحریر فرمائے ہیں۔
میلا خداشناسی	۰۲ر	
انتصار الاسلام	۰۲ر	
قبلہ نما	۵ر	
تصفیۃ العقائد	۰۲ر	سید احمد خان کی ایک تحریر کا جواب ہے
توثیق الکلام	۱۰ر	بحث قرأت فاتحہ خلف الامام
دلیل محکم	۱۰ر	
تحفۂ لحمیہ	۰ر	انسان بحسب فطرت گوشت خور بنایا گیا ہے -

قصائد قاسمی	۲ر	جمال قاسمی	۱ر	مناظرہ عجیبہ جوابات شبہات تحذیر الناس ۴ر
لطائف قاسمی	۱۰ر	تحذیر الناس	۰۲ر	
توثیق در اثبات تراویح	۱۰ر	اسرار قرآنی	۲ر	
ترغیب الخیرات	۱ر	گلستان مناقب	۱ر	حفظ ایمان ۔ر

طریقۂ مولد۔ اس میں بتلایا گیا ہے کہ مولود کس طرح کرنا چاہیے .. .. ۔ر

سبق الغایات فی نسق الآیات - آیات قرآنی کا باہمی ارتباط ۴ر

مسامرہ فی شرح المسایرہ ۸ر

شمائل شریف معرّا خوشخط مصطفائی مجلد پارچہ .. .. .. عہ
" صحیح خوشخط کاغذ سفید عا کاغذ نیلگوں .. .. .. عا
" مترجم و محشی بترجمہ با محاورہ مطبوعہ خیر المطابع ۴ر
" بار دوم ۱ر
" مولانا شاہ رفیع الدین صاحب مطبوعہ بلالی ساڈھورہ ۴ر

تالیفات مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہٗ

تکمیل الیقین	یعنی مطالب ضروری سائنس و اسلام و تعلیم الدین اس کتاب میں دونوں کتب کے وہ مطالب جنکی عام ضرورت ہے بالتفصیل درج کئے ہیں اور محض نفع عام کی غرض سے قیمت کم رکھی ہے چکنا کاغذ عمدہ ۔ سیمی	۱ر
سائنس و اسلام	یہ وہ کتاب ہے منطقی زمانہ میں جیسی ضروری اور مفید ہے وہ اسکو دیکھنے سے دریافت ہوسکتا ہے۔ سلام اور احکام اسلام کو عقل کے مطابق بتلایا ہے	۸ر
تعلیم الدین	ضروریات مسائل و نصائح و اشغال و مراقبات و مکاشفات	۶ر
صفائی معاملات	فقہ کی وہ ضروری باتیں جن کی ہر بشر کو ضرورت رہتی ہے معاملات بیع و شرا و اجارہ وغیرہ میں	۱۰ر
فروع الایمان	مومن میں جو خصائل ہونے چاہئیں یعنی خصائل ایمان	۲ر
اصلاح ترجمۂ دہلویہ	ڈپٹی نذیر احمد صاحب دہلوی کے ترجمہ قرآن کے اغلاط ..	۱ر
جزاء الاعمال	اس میں اعمال حسنہ و قبیحہ کی جزا و سزا کا لازمی طور پر مترتب ہونا بیان کیا گیا ہے	۱ر
تحقیق تعلیم انگریزی	اس میں انگریزی پڑھنے کے نفع و نقصان کو مفصل بیان کیا گیا ہے	۱ر
حق السماع	راگ کے بارے میں منصفانہ و محققانہ بحث	۱ر
خطبہ ماثورہ	اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو خطبے منقول ہوئے وہ جمع کئے ہیں	۱۰ر
اصلاح الخیال	نیچریہ کے خیالات کی معقول تردید اور اصلاح کی گئی ہے جو باذن اللہ مفید و نافع ہوتے	۲ر
تجوید القرآن	قرآن شریف کی تلاوت کے ضروری ضروری قواعد اور ادائے حروف کے طریقے نظم کئے ہیں	۱ر
شجرۂ معہ تعلیم الطالب	شجرۂ منظومہ حضرت حاجی صاحب میں مشائخ سلسلہ کے مقامات دفن و تاریخہائے وفات اضافہ کئے ہیں	۱ر
علاج القحط	دربارہ قحط عالمگیر کا روحانی علاج جو حسب ضرورت زمانہ قابل دید ہے جس پر قیمت صرف	۱ر
حقوق الاسلام	اہل دنیا کے باہمی حقوق کی تفصیل	۱ر
اصلاح الرسوم	یہ کتاب نہایت مفید واقع ہوئی ہے جس میں رسوم کو وجہ کو دلیل سے باطل کیا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء	۱ر
بہشتی زیور	ایک نہایت مفید اور جامع کتاب مستورات کے پڑھنے سننے کے قابل۔ دس حصے قیمت فی حصہ	۳ر

القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع .. .. ۔ر

نصیحۃ المسلمین ۲ر ✤ دیوان شوکت ۳ر ✤ چہل حدیث .. ۱ر

ملنے کا پتہ: بنام محمد یحییٰ مقیم لال مسجد گنگوہ ضلع سہارنپور کے ہوں

toobaafoundation.com